بموقع: تحفظِ سنت کانفرنس

زیر اہتمام: جمعیت علماء ہند

فرض نماز کے بعد دعاء متعلقات و مسائل

از

مولانا عبدالحمید نعمانی

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند

۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی۔۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)

فرض نماز کے بعد دُعا
متعلقات و مسائل

مولانا عبدالحمید نعمانی
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، جمعیۃ علماء ہند

شائع کردہ

شعبۂ نشر و اشاعت
جمعیۃ علماء ہند
۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)

تمہید

اعتدال پسندی امت مسلمہ کی نمایاں پہچان ہے۔ کتاب و سنت میں میانہ روی، اعتدال پسندی اور افراط وتفریط سے ہٹ کر بیچ کی راہ پر چلنے کی تحسین کی گئی ہے، تاریخ گواہ ہے کہ امت میں دینی، فکری یا عملی انحراف اور خرابیاں افراط یا تفریط کی راہ اپنانے ہی سے پیدا ہوئیں۔ اور یہ ہوتا ہے کچھ ذہنوں کی تفرد پسندی کی وجہ سے۔ کبھی یہ تفرد پسندی، نیک نیتی سے ہوتی ہے اور کبھی خواہ مخواہ کچھ نہ کچھ کہتے، کرتے رہنے کی جذبے سے۔

ایسے ہی مسائل میں سے، فرض نمازوں کے بعد دُعا اور اس میں ہاتھ اٹھانے کا مسئلہ بھی ہے کچھ حضرات کی شدت پسندی نے اسے ضرورت سے زیادہ متنازعہ بنادیا ہے۔ ایک طرف جہاں فرض نماز کے بعد دُعا اور ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کو لازم اور ترک دُعا کو قابلِ مذمت فعل قرار دیا جاتا ہے، وہیں دوسری طرف، ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کو بدعت اور نہ کرنے ہی کو عمل رسولؐ اور اصل سنت قرار دیا جا رہا ہے، اور یہ فریق اپنے نظریے وعمل میں انتہا پسند اور بڑا جارح ہے، جب کہ راہ صواب افراط وتفریط کے درمیان ہے۔ یعنی فرض نماز کے بعد دعا اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا اصولِ شرعیہ کے تحت پسندیدہ، مسنون اور امت کے عملی توارث کے پیش نظر ایک مستحسن فعل ہے۔ اسے بدعت یا خلاف سنت قرار دینا، بلاشبہ تفرد اور انتہا پسندی اور غیر محتاط رویّہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیگر مختلف مواقع پر، ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا صحاحِ ستہ اور دیگر کتب احادیث کی روایتوں سے ثابت ہے۔ فرض نماز کے بعد بھی دُعا کرنا ثابت ہے۔ اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا قبولیت کی زیادہ اُمید ہونے کے پیش نظر ہے، اس کا شدت سے انکار کرنا خود ایک طرح کی بدعت ہے۔ جب فرض نماز کے بعد دُعا یا ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کی کوئی ممانعت نہیں ہے اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی عمل بھی رہا ہے تو انکار وتغلیط کو ایک مخصوص موقع محل سے متعلق کر دینا، ایک

غیر ضروری شدت پسندی ہے۔امام ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ، اور ان کی تقلید میں علامہ ناصر الدینؒ البانی، مفتی عثیمینؒ اور شیخ ابن بازؒ اور کچھ غیر مقلد علماء جس شدت پسندی اور بلاوجہ کی جارحیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں اسے کسی معنی میں بھی دین کی خدمت اور اتباعِ سنت کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ جو حضرات فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کو وجوب ولزوم کا درجہ دے رہے ہیں، اس کا بھی خدمت دین اور اتباع سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ایک جائز اور مسنون امر کو ضروری قرار دینا اور اس کے نہ کرنے والوں کو طعن تشنیع کا نشانہ بنانا، ایک غیر مستحسن اور ناپسندیدہ فعل ہے۔البتہ ترکِ دُعا کو معمول اور اپنا شعار اور پہچان بنالینا بھی کوئی امر محمود نہیں ہوسکتا ہے، نہ وہ اصولِ شرعیہ کے تحت آتا ہے نہ یہ۔

دیگر مختلف مواقع اور نماز کے بعد دُعا کے تعلق سے کتب احادیث میں جو روایات پائی جاتی ہیں، ان پر اور دیگر متعلقات پر نظر ڈالنے سے فرض نماز کے بعد دُعا اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا ہے اور اسے بدعت کہنا بذاتِ خود بدعت ہے۔عرب ممالک کے کچھ حصے میں امام ابن تیمیہؒ کے فکری غلبے اور عرب میں تیل کی برآمدگی سے پہلے پہلے تک خود غیر مقلد علماء وعوام دونوں کا وہی معمول تھا جو امت کے دیگر محدثین، فقہاء، ائمہ، اور علماء وعوام کا تھا، مولانا سید نذیر حسین، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، مولانا یونس دہلوی اور مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی نے بھی فرض نماز کے بعد دُعا اور اس میں ہاتھ اٹھانے کو بدعت قرار نہیں دیا ہے۔عام اصولِ شرعیہ، امت کا عمل اور محدثین وفقہاء اور علماء کی تشریحات کے ہوتے ہوئے چند افراد کے تفردات کے پیش نظر ایک جائز امر کو بدعت قرار دینا ایک ناقابلِ فہم بات ہے۔اور جن غیر واضح روایات کے پیش نظر بدعت کا فیصلہ کیا گیا ہے، ان کا اصل مسئلے سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہے، ان میں نماز کے بعد دعا اور اس میں ہاتھ اٹھانے کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں۔اور نہ ہی کسی طرح کی کوئی نہی وممانعت ہی ہے۔اب ظاہر ہے کہ عدم ذکر سے عدم وجود پر حتمی استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، جب کہ دوسری طرف بہت سی صحیح احادیث میں اعمالِ صالحہ کرنے کے

بعد خدا سے دُعا کرنے اور اس میں ہاتھ اٹھانے کا ذکر ملتا ہے۔لہٰذا جواز دعا کا پہلو، بہرحال قابلِ ترجیح ہوگا۔دوسری بات یہ ہے کہ نماز کے بعد دعا کے عدم جواز کی بات شریعت کے کسی اصول کے تحت نہیں آتی ہے، الا یہ کہ مباح ومسنون امر کو فرض یا واجب کا درجہ دے دیا جائے۔اس سلسلے میں فقہاء ائمہ، خصوصاً حنفی فقہاء ومحدثین سے شدید نکیر منقول ہے۔اس لیے ہر شرعی مسئلے کو اس کے اصل درجے میں رکھ کر ہی بحث وگفتگو اور فیصلہ ہونا چاہیے۔

کتب احادیث میں دُعا کے تعلق سے جو روایات پائی جاتی ہیں اور محدثین وفقہاء اور علماء نے دُعا اور اس کے آداب واحکام پر جو کتابیں تصنیف کی ہیں سب کے مجموعی مطالعے سے ۲۱-۲۲ مواقع پر دُعا کرنا ثابت ہے۔قبولیت دُعا کے کچھ مقامات واوقات کے تعین کا بھی ثبوت ملتا ہے، مزید یہ کہ ذکر ودُعا کے لیے کسی وقت یا دن کی پابندی کو لازمی قرار نہیں دیا گیا ہے۔جب چاہے آدمی خدا سے دُعا وذکر کرسکتا ہے۔اہلِ علم، علمی اطمینان کے لیے نمونے کے طور پر محدث ابن سنیؒ کی عمل الیوم واللیلۃ، امام نووی کی کتاب الاذکار، علامہ ابن جزریؒ کی حصن حصین، اور فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۲ کتاب الدعوات، ابن قیم کی زاد المعاد اور حضرت تھانویؒ کی استحباب الدعوات، اور کتب احادیث کی کتاب الدعوات کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

کتب احادیث میں مذکور جن مواقع پر دعا کرنا ثابت ہے، بیشتر کے سلسلے میں اتفاق ہے، صرف فرض نماز کے بعد کی دعا اور اس میں ہاتھ اُٹھانے کے سلسلے میں کچھ حضرات اختلاف کرتے ہیں بلکہ اختلاف سے آگے بڑھ کر بدعت، غیر شرعی اور قابلِ ترک عمل قرار دیتے ہیں۔اس آخر الذکر، امر کے سلسلے میں کچھ طالب علمانہ معروضات ومطالعات پیش کرنا ہے۔سب سے پہلے ہم وہ روایتیں پیش کریں گے۔جن سے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا ثابت ہوتا ہے، پھر ان روایات کا ذکر ہوگا جو نماز کے بعد کی دعاؤں سے تعلق رکھتی ہیں۔اس کے بعد وہ روایات اور متعلقہ مسائل زیر بحث آئیں گے جن سے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کا اثبات ہوتا ہے۔

دُعا میں ہاتھ اُٹھانا

(۱) عن سلمان رضی الله تعالیٰ عنه، قال: قال رسول الله ﷺ ان ربکم حیی کریم یستحی من عبده اذا رفع الیه یدیه ان یردهما صفراً. (بلوغ المرام باب الذکر والدعاء ص ۳۴۶ مطبوعہ ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء بالجامعۃ السلفیۃ، بنارس ۱۹۸۲ء)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں:

"**اخرجه الاربعة الا النسائی و صححه الحاکم**" یعنی اس روایت کی ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے تخریج کی ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حاکم کی روایت میں صفراً کی بجائے "خائبین" ہے۔ دونوں کا معنیٰ ایک ہی ہے۔

روایت کا مطلب یہ ہے کہ تمھارا پروردگار، انتہائی حیادار اور کریم ہے (اس لیے) جب بندہ اس کے آگے دست سوال پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ ان کو خالی اور ناکام لوٹادے۔

یہ روایت ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے سلسلے میں عام ہے۔ اسے کسی خاص نماز یا حالت سے مخصوص کرنا بلا دلیل ہے، ساتھ ہی اجابتِ دُعا، حصولِ مراد اور خدائے قدیر کی توجہ و عنایت مبذول کرانے کے لیے ہاتھ پھیلا کر مانگنے پر صراحتاً دلالت کرتی ہے، لیکن چونکہ امام حاکم تصحیح و تعدیل میں متساہل مانے جاتے ہیں۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ کچھ غیر مقلد حضرات، جواز دعا میں تشکیک پیدا کرنے کی سعی کریں۔ اس لیے روایت کی صحت و استناد کو راقم الحروف مزید واضح کردینا چاہتا ہے۔

یہ روایت مستدرک حاکم جلد اوّل، ص ۵۳۵ مطبوعہ حیدرآباد دکن میں ہے جس کے ساتھ امام ذہبیؒ کی تلخیص و تنقید بھی شائع ہوئی ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے امام حاکم کی تصحیح روایت کی توثیق و تائید کی ہے۔ لہٰذا اس روایت کو ناقابل استدلال و احتجاج قرار نہیں دیا جاسکتا اور ساتھ ہی امام حاکم کی تصحیح سے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی اتفاق کیا ہے۔ کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں کیا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کچھ اہلِ علم دوستوں کو تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب میں حافظ

ابن حجرؒ نے جو اقوالِ تجریح و توثیق نقل کیے ہیں، ان سے کچھ مغالطہ ہوجائے، تاہم دونوں طرح کے تبصرے کو دیکھتے ہوئے روایت کی صحت کا پلڑا بھاری نظر آتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ روایت میں ایک راوی جعفر بن میمون ابوعلی بیاع الانماط ہے، جسے امام احمد بن حنبلؒ نے **لیس بقوی فی الحدیث** کہا ہے، لیکن یہ کوئی زیادہ سخت جرح نہیں ہے، کبھی کبھار روایت میں خطا کر جانے سے ثقاہت ساقط نہیں ہوجاتی ہے۔ مزید یہ کہ جعفر بن میمون کو امام یحییٰ بن معین اور ابوحاتم رازی نے صالح قرار دیا ہے اور ابوعلی نے **لاباس به** قرار دیا ہے۔ (دیکھیے عون المعبود شرح ابوداؤد از مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ، ص ۳۶۰ رج ۱) اور حافظ ابن حجرؒ نے صدوق یخطی من السادسہ میں شمار کیا ہے۔
(تقریب التہذیب، تحت جعفر بن میمون)

بلوغ المرام کی تصحیح اور تقریب کی تصدیق کو ملانے سے روایت بالکل بے غبار ہوجاتی ہے۔ غالباً روایت کی صحت کے پیش نظر ہی بلوغ المرام کے غیر مقلد تعلیق نگار جناب مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے سرے سے کچھ گفتگو ہی نہیں کی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر بحث روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس روایت کو کتاب الصلوٰۃ باب الدعا میں نقل کرکے کسی طرح کی کوئی جرح نہیں کی ہے۔ مولانا خلیل احمد سہانپوری نے حافظ ابن حجرؒ کا قول صدوق یخطی نقل کیا ہے۔ (**بذل المجهود** ص ۳۳۸، ج ۲۔ مطبوعہ مکۃ المکرمہ) محدث امام ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے۔ امام ابن ماجہؒ نے بھی ابن ماجہ کتاب الدعاء باب رفع الیدین میں حضرت سلمان فارسیؓ والی روایت نقل کی ہے۔ محدث شہاب الدین بوصیریؒ اور علامہ ناصر الدین البانی کی اس روایت کے بارے میں جو رائے ہے وہ قابل غور ہے۔

محدث شہاب الدین بوصیریؒ نے مصباح الزجاجہ فی زوائد ابن ماجہ کے نام سے چار جلدوں میں ایک کتاب تحریر کی ہے، جس میں انھوں نے ابن ماجہ کی روایتوں پر بہت اچھا کلام کیا ہے اور ضعف و صحت کی نشاندہی کی ہے۔ انھوں نے زیرِ گفتگو روایت سلمانؓ پر کچھ نہیں کہا ہے اور نہ ہی کسی طرح کا کلام کرنے کے لیے اس کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔
(دیکھیے مصباح الزجاجہ، جلد چہارم، دارالعربیہ، بیروت)

علامہ ناصر الدین البانیؒ نے صحیح ابن ماجہ اور ضعیف ابن ماجہ کے نام سے ایک کتاب تین جلدوں میں ترتیب دی ہے، دو جلدوں میں صحیح روایتوں کو جمع کیا ہے اور ایک جلد میں ضعیف روایتوں کو۔ زیرِ بحث روایت کو صحیح ابن ماجہ کی دوسری جلد میں جگہ دی ہے اور لکھا ہے ''صحیح''، التحقیق الثانی (ص ۳۳۱/۲، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، تیسرا ایڈیشن) یعنی دوسری بار کی تحقیق میں روایت کو ٹھونک بجا کر دیکھا اور صحیح قرار دیا ہے۔ یہ روایت مشکوٰۃ شریف کی کتاب الدعوات میں بھی موجود ہے۔ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبید اللہ مبارکپوریؒ نے مرعاۃ شرح مشکوٰۃ، جلد سوم (مطبوعہ ادارۃ البحوث الاسلامیہ جامعہ سلفیہ بنارس) میں روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس لیے بعد کے کسی آدمی کی کمزور تاویل وتشکیک سے روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ہے۔ نیز یہ کہنا کہ حضرت سلمانؓ والی روایت ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے پر صریح دلالت نہیں کرتی ہے، ایک بے معنی سی بات ہے۔ آخر اس روایت میں کون سا ایسا لفظ ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت فرض نماز کے بعد دعا اور اس میں ہاتھ اُٹھانے سے بالکل غیر متعلق ہے، مطلق و عام کی تقیید و تخصیص کی آخر کون سی دلیل پائی جاتی ہے۔ جب اور مواقع اور مقامات پر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کو تسلیم کیا جاتا ہے تو آخر فرض نماز کے بعد دُعا اور اس میں رفع یدین سے کس بنیاد پر پرہیز کرنا چاہیے؟

(۴) ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی دوسری حدیث ترمذی شریف جلد دوم ابواب الدعوات کے **باب ماجاء فی رفع الایدی عندالدعاء** میں آئی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے دست مبارک اُٹھاتے تھے تو اس وقت تک نیچے نہیں کرتے تھے جب تک کہ دونوں ہاتھ چہرۂ مبارک پر نہیں پھیر لیتے تھے روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه.''

آگے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

''قال محمد بن المثنیٰ فی حدیثه لم یردهما حتی یمسح بهما وجهه

هذا الحدیث غریب[1] لانعرفه الامن حدیث حماد بن عیسیٰ و تفرد به. وهو قلیل الحدیث و قد حدث عنه الناس و حنظلة بن ابو سفیان الجمحی ثقة و ثقه یحیی بن القطان.''

امام حاکم نے مستدرک میں ان الفاظ میں روایت کی ہے:

کان اذا مدّ یدیه فی الدعاء لم یردهما حتیٰ یمسح بهما وجهه۔

(مستدرک للحاکم مع التلخیص للذهبی، جلد اوّل، ص ۵۳۶، مطبوعہ حیدر آباد دکن)

اگر غور سے دیکھیے تو دونوں روایتوں میں معنوی طور پر کوئی بنیادی فرق نہیں۔ مدّ اور رفع اور **لم یحطهما** اور **لم یردهما** بالکل ہم معنی ہیں۔ اس روایت کو جتنا بھی کم سے کم درجہ دیا جائے، ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کے جواز واستحباب کا اثبات تو ہوتا ہی ہے۔ رواۃ بھی ثقہ ہیں۔ گرچہ حماد بن عیسیٰ لفظی اعتبار سے روایت کرنے میں منفرد ہے لیکن بذات خود روایت معنوی طور پر بالکل صحیح ہے اور کثرتِ روایات وطرق کے پیش نظر روایت درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

یہ ہماری رائے نہیں ہے بلکہ اُن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تحقیق اور فیصلہ ہے جن کا حوالہ غیر مقلد حضرات اپنے موقف کے اثبات کے لیے بہت سے مسائل میں دیتے رہتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ، حضرت عمرؓ والی روایت نقل کرنے کے بعد فیصلہ دیتے ہیں۔

اخرجه الترمذی وله شواهد منها حدیث ابن عباس عند ابی داؤد وغیره و مجموعها یقتضی انه حدیث حسن، بلوغ المرام۔

(باب الذکر والدعاء، ص ۴۴۶، مطبوعہ بنارس)

اس روایت پر تعلیق نگار مولانا صفی الرحمٰن صاحب نے کچھ نہیں لکھا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں حافظ صاحب کی تحقیق وفیصلے سے اتفاق ہے۔

---

[1] ترمذی کے نسخے میں کچھ اختلاف ہوگیا ہے۔ یہاں حسن صحیح کے الفاظ رہ گئے ہیں۔ اصل میں ''هذا حدیث حسن صحیح غریب'' ہے۔ کمافی الفتوحات الربانیہ، ص ۲۵۸، ج ۷، حاشیہ العلل المتناهیہ ص ۳۵۷، ج ۲، شیخ عبدالحق نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ کمافی الاذکار۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابوداؤد میں موجود حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے۔

سلوا الله ببطون اكفكم ولاتسألوه بظهورهما فاذا فرغتم فامسحوا بهماوجوهكم ۔ (كتاب الصلوٰة باب الدعاء، ص ۵۵۳. الدعوات الكبير للبيهقي، ص ۳۹، ابن حبان في المجروحين، ص ۳۶۴، ج ۱، العلل لابن ابي حاتم، ص ۳۵۱، ج ۲، قيام الليل للمروزي، ص ۲۳۲)

ابن ماجہ میں الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ یہی روایت اس طرح ہے:

اذا دعوت الله فادع ببطون كفيك ولاتدع بظهورهما فاذا فرغت فامسح بهما وجهك ۔ (كتاب الدعاء)

مستدرک جلد اوّل، ص ۵۳۶ کی روایت میں ابوداؤد کی روایت (**سلوا**) اور ابن ماجہ کی روایت دعوت کی جگہ سالتم ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی قابل لحاظ فرق نہیں ہے۔ روایت بالمعنی میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ اصل دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ روایت میں کوئی بنیادی تبدیلی وفرق تو نہیں ہو گیا ہے اور یہاں کچھ نہیں ہوا ہے۔ البتہ سند کے اعتبار سے کچھ ضعف ضرور ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ کے اوپر کے کچھ رواۃ میں بھی اختلاف ہے، ابوداؤد کی سند یوں ہے۔

حدثنا عبدالله بن مسلمه حدثنا عبدالملك بن محمد بن ايمن عن عبدالله بن يعقوب بن اسحاق عمن حدثه عن محمد بن كعب القرظي.

اور ابن ماجہ کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن الصباح، حدثنا عائذ بن حبيب عن صالح بن حسان عن محمد بن كعب القرظي.

مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ ابوداؤد کی شرح عون المعبود کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن یعقوب کا طریق تمام طرق سے بہتر ہے۔ مگر یہ بھی ضعف سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ گرچہ امام ابوداؤد نے مجہول راوی کا نام نہیں لیا ہے۔ تاہم ابن ماجہ اور

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تقریب التہذیب کے مطالعہ سے راوی کے نام کا تعین ہو جاتا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت کے رواۃ میں تیسرے راوی جس پر راقم الحروف نے خط کھینچ دیا ہے یعنی[1] صالح بن حسان یہی وہ راوی ہے جس کا نام ابوداؤد میں نہیں لیا گیا ہے۔ یہاں تحقیقی طور پر مولانا عظیم آبادی کی بہ نسبت علامہ ناصر الدین البانی کی وہ رائے صحیح ہے جو انھوں نے اپنی کتاب "**سلسلة الاحاديث الصحيحة**" جلد دوم، ص ۱۴۴، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت میں درج کی ہے۔ انھوں نے ارواء الغلیل میں بھی یہی تحریر کیا ہے کہ ابوداؤد میں جو راوی مجہول ہے وہ ابن ماجہ کا راوی صالح بن حسان ہے۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں یہ وضاحت کی ہے کہ "**صالح بن حسان النضري ابو الحارث المدني نزيل البصرة**" اس صراحت کے بعد جہالت راوی کی بات ختم ہو جاتی ہے البتہ حافظ ابن حجر نے اس کے سلسلے میں "متروک" کا قول بھی نقل کیا ہے لہٰذا اسنادی لحاظ سے کچھ نہ کچھ ضعف تو ہے، لیکن معنوی طور پر روایت صحیح ہے۔ تعدد طرق کے پیش نظر سنداً بھی درجہ حسن کی روایت ہے، جیسا کہ خود حافظ "ابن حجرؒ نے تائیداً، بلوغ المرام" میں تحریر کیا ہے۔

روایت سنداً ضعیف ہونے کے باوجود، معنوی طور پر کس طرح صحیح ہو سکتی ہے۔ اس کی مثال، میں اپنے غیر مقلد دوستوں کے گھر سے ہی دینا چاہوں گا۔ فتاوٰی علماء حدیث جلد اوّل کتاب الطہارت ص ۴۴ میں ایک صاحب نے سوال کیا تھا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت میں حدیث پیش کریں۔ اس کے جواب میں مولانا حافظ محمد صاحب نے ترمذی کی یہ روایت پیش کی کہ "**یا عمر لاتبل قائما**" (یہ روایت ترمذی ص ۲۸، اور ابن ماجہ ص ۲۶ پر موجود ہے۔ عبدالحمید) حافظ محمد صاحب کے بقول "یہ روایت ضعیف ہے" پھر بھی انھوں نے اسے قابل استدلال سمجھا۔ اس کی تشریح میں مولانا علی محمد سعیدی خانیوال پاکستان فرماتے ہیں:

"حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر چہ ضعیف ہے، لیکن فعلی حدیث قولی حدیث

---

۱ مستدرک للحاکم میں صالح بن حسان کے بجائے صالح بن حبان ہے۔ یہ تصحیف ہے۔ اسی طرح علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح بخاری عمدۃ القاری جلد ۲۲ میں صالح بن کیسان ہے، یہ سہو ہے۔ صالح بن کیسان متفق علیہ ثقہ راوی ہیں جبکہ صالح بن حسان متکلم فیہ اور ضعیف راوی ہے۔

کی مؤید ہے، لہٰذا حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنداً ضعیف ہے اور معناً صحیح ہے۔
فافہم وتدبر (۲-۱-۷۲)

اسی فتاویٰ علماء حدیث میں مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضعیف حدیثیں جواز اور فضیلت ثابت کرسکتی ہے[1] (ہیں) عدم جواز نہیں کرسکتے۔ (سکتیں[2])

پھر چند سطور کے بعد لکھتے ہیں ''جس طرح ضعیف حدیثوں سے دُعا ہاتھ اُٹھا کر مانگنی ثابت ہے اسی طرح اذان وضو کے ساتھ کہنا بھی مان لیں تو مستحب ہی ثابت ہوگی۔''

(فتاویٰ علماء حدیث، ج ۱، ص ۶۶، مطبوعہ مکتبہ مولانا ثناء اللہ امرتسری اکیڈمی، دہلی ۱۹۸۷ء)

ہم بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے ہیں۔ اگر ہمارے غیر مقلد دوست نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے استحباب و جواز ہی کو تسلیم کرلیں تو خواہ مخواہ کا تنازعہ اور انتشار ختم ہوجائے گا۔ اگر وہ قدیم غیر مقلد علماء ہی کے موقف پر قائم رہتے تو برصغیر کی حد تک تو کم از کم کوئی نیا تنازعہ وفتنہ نہ کھڑا ہوتا۔ لیکن ان کی نظر اب نظریہ واصول سے زیادہ شیخ ابن باز اور شیخ عثیمین کی نظر عنایت پر ہے۔

اس سلسلے میں شیخ ابن باز کا فتویٰ یہ ہے:

''میری اپنی معلومات کی حد تک فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے کا ثبوت نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے نہ صحابہ کرام سے۔ فرض نماز کے بعد جو لوگ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگتے ہیں، ان کا یہ فعل بدعت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ **''من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فھو رد.''** (**رواہ مسلم**) ہمارے معمول کے خلاف جس نے عمل کیا اس کا عمل مردود اور ناقابل قبول ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ''**من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد**'' متفق علیہ۔ جس نے دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (الدعوۃ ۲۳ محرم ۱۴۱۰ھ)

شیخ عثیمین کے فتوے کے الفاظ یہ ہیں:

''نماز کے بعد کی اجتماعی دُعا ایسی بدعت ہے کہ اس کا ثبوت نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] [2] یہ کتابت کی غلطی لگتی ہے کہ ''ہیں'' اور ''سکتیں'' کی جگہ ''ہے'' اور ''سکتے'' ہوگیا ہے۔

سے ہے اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے۔ مصلیان کے لیے مشروع یہ ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کریں، اور ہر آدمی انفرادی طور پر ذکر کرے اور ذکر وہ ہو، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے۔'' (فتاویٰ عثیمین ص ۱۲۰، دُعا کے آداب واحکام ص ۸۰ تا ۸۱)

لہٰذا غیر مقلد علماء کے لیے حالات وزمانے پر نظر رکھتے ہوئے ضروری ہوگیا کہ وہ نماز کے بعد اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کو بدعت اور قابل ترک قرار دیں۔

لیکن حضرت عبداللہ بن عباس والی روایت جو ابوداؤد، ابن ماجہ اور مستدرک میں پائی جاتی ہے، اس کے تمام پہلوؤں پر نظر کرتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے اور چہرے پر ہاتھوں کو پھیر لینے کا استحباب ثابت ہوجاتا ہے۔ مزید یہ کہ شیخ نے روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

قال الشیخ حدیث صحیح۔ (**کذافی العزیزی، ج ۳، ص ۳۱۷ نیز اعلاء السنن** ج ۳، ص ۱۷)

علامہ ناصر الدین البانیؒ بھی چونکہ ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے خلاف ہیں اس لیے انھوں نے اور تو کچھ نہیں البتہ یہ تحریر کیا ہے کہ (ابوداؤد، ابن ماجہ اور مستدرک کی) ''روایت میں **فامسحوا بھما وجوھکم** کی زیادتی کا کوئی شاہد نہیں ہے۔'' (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ج ۲، ص ۱۴۴) بہت سے قرائن وشواہد کی موجودگی میں ظاہر ہے کہ اس تبصرے کا کوئی زیادہ وزن نہیں رہ جاتا ہے، جب ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کی حد تک روایت قابل تسلیم ہے، جو ہماری بحث کا اصل مقصد ہے تو چہرے پر ہاتھ پھیر لینے کا مزید کوئی شاہد نہ ملنے سے، ظاہر ہے کہ اصل مسئلے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ جب ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا ثابت ہے تو ان کا چہرے پر پھیر لینا ویسے بھی ثابت ہوجاتا ہے، جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھا کر دُعا نہیں کرتے تھے تو چہرۂ مبارک پر ہاتھ بھی نہیں پھیرتے تھے، یہ قید حسن ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز، طواف وغیرہ میں کثرت سے دُعاء ماثورہ پڑھتے تھے، نماز کے بعد سوتے وقت اور کھانے وغیرہ کے بعد جب ہاتھ اُٹھا کر دُعا نہیں کرتے تھے تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے بھی نہیں تھے۔

(بذل المجہود ج ۷، ص ۳۴۱ کتاب الصلوۃ باب الدعاء)

(۴) اس وضاحت کے ساتھ ابوداؤد کی وہ روایت بھی قابل ملاحظہ ہے جو سائب ابن یزید عن ابیہ کے واسطے سے مروی ہے۔ روایت یہ ہے۔

حدثنا قتیبة بن سعید حدثنا ابن لهیعه عن حفص بن هاشم ابن عتبه بن ابی وقاص عن السائب بن یزید عن ابیه ان النبی ﷺ کان اذا دعا فرفع یدیه ومسح وجهه بیدیه۔ (ابو داؤد کتاب الصلوٰة باب الدعاء)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگتے تو (آخر میں) اپنے ہاتھ چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

اس روایت کو امام بیہقیؒ نے دعوات کبیر میں بھی نقل کیا ہے۔

اس روایت پر امام ابوداؤد نے کوئی تبصرہ یا تجریح نہیں کی ہے بلکہ سکوت فرمایا ہے اور علم حدیث کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ جس حدیث پر وہ سکوت فرماتے ہیں، وہ ان کے نزدیک قابل استدلال ہوتی ہے۔ کبھی کبھاران روایات پر بھی سکوت فرمالیتے ہیں اور گوارہ کر لیتے ہیں جن کی سند میں معمولی ضعف ہوتا ہے۔

حافظ ذہبی کی تشریح کے مطابق ابوداؤد میں نصف احادیث تو وہ ہیں جن کی تخریج شیخینؒ (بخاری ومسلم) نے بھی کی ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن کی تخریج شیخین نے تو نہیں کی ہے لیکن ان دونوں کی شرط کے مطابق ہیں۔ یا دونوں میں سے ایک کے مطابق، اور بعض احادیث وہ ہیں جن کے کسی راوی میں حافظہ کی کمی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ صحیح کے مرتبہ سے اُتر کر حسن میں داخل ہوگئی ہیں۔ ان تینوں اقسام پر امام ابوداؤد عموماً سکوت فرماتے ہیں۔ تفصیلات شذرات، تذکرۃ الحفاظ للذہبی اور وفیات الاعیان لابن خلکان میں دیکھیں۔

حضرت سائب بن یزید والی روایت کو چاہے، جس قسم میں رکھا جائے گا اس سے بہر حال جواز واستحباب ثابت ہو ہی جاتا ہے۔ امام ابوداؤد نے بذاتِ خود فرمایا ''میں نے یہ کتاب پانچ لاکھ حدیثوں سے چھانٹ کر لکھی ہے اس کی تمام روایت صحیح یا صحیح کے قریب ہیں۔'' لہٰذا سائب بن یزید والی زیر بحث روایت کو کم از کم امام ابوداؤد کے نزدیک صحیح کے قریب قریب تسلیم کرنا ہوگا۔

کچھ حضرات روایت کے ایک راوی عبداللہ بن لہیعہ اور دوسرے راوی حفص بن ہاشم کو لے کر کلام کرتے ہیں۔ مثلاً مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ کا کہنا ہے کہ اس روایت کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ ضعیف ہیں۔ (عون المعبود ج۱، ص۳۶۰) حفص بن ہاشم کے بارے میں حافظ نورالدین ہیثمی، حافظ بن حجر اور حافظ ذہبی کہتے ہیں مجہول ہے۔ (مجمع الزوائد ج۱۰، ص۱۶۹، تقریب ج۸، ص۱۸۹، مرعاۃ المفاتیح ج۳، ص۴۰۹، میزان الاعتدال جلد دوم ذکر حفص بن ہاشم)

اس کے باوجود ناقدین رجال اور قواعد اصول حدیث کے پیش نظر استحباب وفضیلت کے اثبات میں کوئی چیز مانع ومزاحم نہیں ہے۔ اصل مسئلے کے اثبات و جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ حافظ ہیثمی، حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی سمیت، مولانا عظیم آبادی سب کے سب ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے کے جواز کے قائل ہیں۔ گرچہ عبداللہ بن لہیعہ مصری کے ضعیف ہونے کے باوجود ہمارا مدعا ثابت ہوجاتا ہے مثلاً مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ابن لہیعہ کو ضعیف مانتے ہیں (دیکھئے ابکار المنن فی تنقید آثار السنن ص۴۷تا۷۷) لیکن نماز کے بعد دعا اور اس کے لیے ہاتھ اُٹھانے کو جائز وثابت مانتے ہیں۔ (دیکھئے تحفۃ الاحوذی ج۱، ص۲۴۴، ج۲، ص۲۱۲) تاہم صرف قول تجریح پر اکتفا کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ ائمہ وناقدین رجال نے ان کی توثیق بھی کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے تہذیب اور تقریب میں ابن لہیعہ کے بارے میں خاصی تفصیل دی ہے۔ یہ ان رواۃ میں سے ہیں جن کے بارے میں تفصیلی کلام کیا گیا ہے۔ دونوں طرح کے موافق ومخالف اقوال کی روشنی میں عبداللہ بن لہیعہ مصری کی مرویات کو فضائل وآداب میں قابل قبول مانا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں مولانا یوسف کاندھلوی اور مولانا ظفر عثمانی رحمۃ اللہ علیہما کی رائے محتاط معلوم ہوتی ہے کہ ابن لہیعہ ضعیف الحدیث نہیں بلکہ حسن الحدیث ہیں[1] اور ان کی یہ رائے اصولِ حدیث کے اس قاعدے کے مطابق ہے کہ جب کسی راوی کے بارے میں ناقدین رجال کی آراء مختلف ہوجائیں تو اسے درجہ حسن کا (چاہے وہ حسن لغیرہ ہو) مانا جائے گا۔ علاوہ جورقانی کی کتاب کتاب الاباطیل والمناکیر والصحاح میں تین مقامات پر ابن لہیعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ دو جگہ جلد اول میں اور ایک جگہ جلد ثانی میں۔ صاحبِ کتاب الاباطیل تجریح رواۃ میں متشدد ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے ابن لہیعہ کو

[1] اعلام السنن، ج۳، ص۱۶۶، وج۷، ص۲۱۹، حیاۃ الصحابہ، جلد سوم، باب الدعاء)

ضعیف ہی قرار دیا ہے۔ موجودہ دور میں موضوعات پر بہت سی کتابیں شائع ہوکر منظر عام پر آ گئی ہیں۔ ان کی مدد سے غیر مقلد علماء معانی حدیث پر غور کیے بغیر تنقیدی و تجریحی اقوال کے ڈنڈے بے تکان گھما دیتے ہیں اور ان ناقدین کے تجریحی اقوال کو زیادہ پسند کرتے ہیں جو تجریح وتنقیدِ رواۃ میں متشدد ہیں۔ مثلاً ابن الجوزی وغیرہ، اور یہ بہت کم کوشش کی جاتی ہے کہ توثیق و تجریح دونوں کو بیک وقت مدنظر رکھتے ہوئے معانی حدیث اور اصول شرعیہ کے مطابق کوئی فیصلہ کیا جائے۔ اور یہ بھی بہت کم دیکھا جاتا ہے کہ روایات کا تعلق کس نوعیت کے مسائل و امور سے ہے۔ عقائد، یا حلال وحرام کے امور و معاملات کی بات ہو تب تو یقیناً بالکل صحیح روایات ہی قابل قبول ہوں گی۔ لیکن فضائل و آداب کے باب میں صحیح روایات کی عدم موجودگی میں ضعیف روایات قابل قبول ہیں۔ اور عبداللہ بن لہیعہ کی رویت کا ظاہر ہے کہ آداب وفضائل سے ہی تعلق ہے اور وہ کسی صحیح رویت کے خلاف بھی نہیں ہے۔ نیز یہ کہ وہ اصول شرعیہ کے تحت آتی ہے۔

عبداللہ بن لہیعہ کے ضعف کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے جس کتاب میں اپنی مرویات جمع کی تھیں، وہ جل گئی، جس کی وجہ سے زبانی روایات میں خلط ملط ہو جاتا۔ اس سے قبل ان کی روایات قابلِ اعتماد سمجھی جاتی تھیں، جیسا کہ قتیبہ کے حوالے سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں تحریر کیا ہے۔ مزید حافظ صاحب نے جو دیگر تفصیلات دی ہیں، ان کے پیش نظر ابن لہیعہ کی وہ حیثیت نہیں رہتی ہے جو، کچھ حضرات بتاتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے تقریب میں لکھا ہے۔

عبدالله بن لهيعه بفتح اللام و كسر الهاء ابن عقبة الحضرمی ابوعبدالرحمن المصری القاضی صدوق من السابعه خلط بعد احتراق كتبه وروایة ابن المبارک و ابن عنه اعدل من غيرهما وله فی مسلم بعض شئی مقرون. (تقریب ج۱، ص۴۴۴)

تہذیب میں مزید وضاحتی بیان ملتا ہے:

"وروی له مسلم مقرونا بعمرو بن الحارث وروی البخاری فی الفتن من صحيحه عن المقری عن حيوة وغيره عن ابی الاسود قال قطع علی

المدينة بث الحديث عن عكرمة عن ابن عباس وروی فی الاعتصام وفی تفسيره النساء فی آخر الطلاق وفی عدة مواضع هذا مقرونا ولايسميه وهو ابن لهيعه لاشک فيه، وروی النسائی احاديث كثيرة من حديث ابن وهب وغيره يقول فيها عن عمرو بن الحارث روی له الباقون و قلت قال الحاكم استشهد به مسلم فی موضعين وحكی الساجی عن احمد بن صالح كان ابن لهيعه من الثقات." (تہذیب ج۵، ص۳۷۳ تا ۳۷۹)

اس کے ساتھ ساتھ ابن شاہین نے اپنی کتاب تاریخ اسماء الثقات میں میں ابن لہیعہ کا نام درج کیا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے تہذیب الآثار میں لکھا ہے کہ ابن لہیعہ کا آخر عمر میں حافظہ کمزور اور خلط ملط ہو گیا تھا۔ اس کے پیش نظر جب تک یہ ثابت نہیں ہو جاتا ہے کہ متعلقہ روایت ابن لہیعہ کے حافظہ کے خلط ملط ہو جانے یا کتب کے جل جانے کے بعد کی ہے، تب تک روایت کو ناقابل اعتماد و استدلال نہیں کہا جا سکتا ہے، نیز یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ ابن حبان نے اعتراف تدلیس کے ساتھ ابن لہیعہ کو صالح قرار دیا ہے۔ (المجروحین ج۲، ص۱۱، ابکار المنن ص۷۲ مطبوعہ ادارۃ البحوث الاسلامیہ بنارس ۱۹۹۰ء)

ان مذکورہ تمام تفصیلات کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ان سے مروی روایات سے کسی واقعے کی تعین اور کسی امر کے استحباب و جواز کے اثبات میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اسماء الرجال کی تمام کتابوں میں ابن لہیعہ کا سبب تضعیف ان کی کتابوں کا جل جانا ہے۔ زبانی بیانِ روایت میں کچھ اِدھر اُدھر ہو جانا کوئی بعید بات نہیں ہے۔ گرچہ کچھ حضرات مثلاً محمد بن یحییٰ بن حسان کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا کہ میں

---

(۶) عبداللہ بن لہیعہ کے سلسلے میں تفصیلات کے لیے دیکھئے: ابوزعة الرازی وجهوده فی السنة النبوية جلد دوم، ص۳۴۵، الجرح و التعديل لابن ابی حاتم جلد دوم/ق/۲/۱۴۶۔ التاريخ الصغير للبخاری. تهذيب التهذيب، جلد دوم، ص۳۷۶. شرح العلل لابن رجب، ص۱۳۷۔ الترغيب والترهيب، جلد ۴، ص۴۷۳. كتاب المعرفة والتاريخ ليعقوب بن سفيان، ج۲، ص۱۸۴۔ التعليق الحسن علی آثار السنن للشوق نيموی. حصہ اوّل، ص۹)

نے ہشیم کے بعد ابن لہیعہ سے زیادہ قوی الحافظ نہیں دیکھا (**مارأیت احفظ من ابن لهيعة بعد هشيم**)

اب ظاہر ہے کہ کتابیں جل جانے سے کوئی آدمی اتنا تو ضعیف نہیں ہوجائے گا کہ فضائل واستحباب اور آداب کے تعلق سے بھی روایات نا قابل قبول ہوجائیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لگے ہاتھوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے اور ان کو چہرے پر پھیر لینے کے تعلق سے اس غلط فہمی کو دُور کردیا جائے، جو علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے تبصرے سے پیدا ہوگئی ہے۔ انھوں نے **العلل المتناهية في الاحاديث الواهية** کتاب الدعاء میں صالح بن حسان عن محمد بن کعب عن ابن عباس وابن عمر کی روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ صحیح نہیں ہے۔ اور آگے لکھا ہے ’’**وقال احمد بن حنبل لايعرف هذا انه كان يمسح وجهه بعد الدعاء الاعن الحسن.**‘‘

سابقہ بحث وتفصیل کو ذہن میں رکھتے ہوئے مزید یہ بھی ملاحظہ کیجیے:

”وفي الباب حديث يزيد بن سعيد الكندي اخرجه الطبراني في الكبير، قال الحافظ في الامالي وفيه ابن لهيعة وشخصه‘ مجهول لكن لهذا الحديث شاهد الموصولين والمرسل ومجموع ذلك يدل على ان للحديث اصلاً ويؤيده أيضا عن الحسن البصري باسناد حسن وفيه رد على من زعم أن العمل بدعة، واخرج البخاري في الادب المفرد (ص ۹۰) عن وهب بن كيسان قال رأيت ابن عمرو ابن الزبير يدعو ان فيدير ان الراحتين على الوجهين وهذا موقوف صحيح قوى به الرد على من كره ذلك.“ (تعليق على العلل المتناهية، ج ۲، ص ۳۵۷، مطبوعه ادارة العلوم الاثريه فيصل آباد، پاکستان، سنه اشاعت ندارد)

یہ نقد وجواب میرا نہیں بلکہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری کا ہے، جنھوں نے علامہ ابن الجوزی کی **العلل المتناهية وفي الاحاديث الواهية** پر علمی تحقیق وتعلیق تحریر کرکے اسے مکتبہ اثریہ سے شائع کیا ہے۔ مولانا اثری نے کس زوردار انداز میں لکھا ہے کہ ’’ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے سے متعلق روایت کی اصل ضرور ہے، جس کی تائید وتقویت

حسن بصری باسناد حسن اور وہب بن کیسان کی صحیح موقوف روایات سے ہوتی ہے۔ یہ ان لوگوں پر رد ہے جو ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کو بدعت اور ناپسندیدہ فعل سمجھتے ہیں۔ حضرت ابن عمر اور ابن زبیر کی موقوف صحیح روایت سے رد میں مزید تقویت آجاتی ہے۔‘‘

اس وضاحت کے بعد حفص بن ہاشم کی مجہولیت حدیث کے متن ومعنی پر اثر انداز نہیں ہوسکتی ہے، کیوں کہ دیگر روایات اور شواہد وقرائن، صحت معنی کے مؤید ہیں۔

(۵) پانچویں روایت وہ ہے جو حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے حوالے سے مختلف کتب حدیث میں آتی ہے۔ روایت اطلاع دیتی ہے کہ محمد بن ابی یحییٰ اسلمی نے کہا۔ ’’میں نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کو دیکھا کہ انھوں نے ایک شخص کو نماز سے فارغ ہونے سے قبل ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے ہوئے دیکھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو انھوں نے اس شخص سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک دُعا کے لیے ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہوجاتے تھے۔‘‘ روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں:

عن محمد بن ابي[1] يحيى الاسلمي قال رأيت عبدالله بن الزبير رأى رجلا رافعاً يديه يدعو قبل ان يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته۔

(مجمع الزوائد للهيثمي، ج ۱۰، ص ۱۶۹)

یہ روایت حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے طبرانی کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس کے رجال کے بارے میں فیصلہ کیا ہے ’’**ورجاله ثقات**‘‘ (اس کے تمام راوی ثقہ ہیں) جلال الدین سیوطیؒ کی ’’**فض الوعاء في احاديث رفع اليدين بالدعاء**‘‘ محمد بن عبدالرحمٰن زبیدی یمانی کی ’’**رفع اليدين في الدعاء**‘‘ اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی اعلاء السنن جلد سوم میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

اس روایت کے سلسلے میں عدم جواز کے قائلین نے کوئی زیادہ قابل توجہ بحث وکلام نہیں کیا ہے۔ صرف یہ کہا جاتا ہے کہ حافظ ہیثمی تعدیل رجال میں متساہل تھے، ظاہر ہے روایت پر کوئی علمی کلام کے بجائے چلتے چلاتے انداز میں کچھ کہہ دینا کوئی زیادہ قابل توجہ

---

[1] اعلاء السنن میں ’’ابی‘‘ کا لفظ چھوٹ گیا ہے۔

نہیں ہوسکتا ہے۔تساہل کی بات زیادہ سے زیادہ اسی حد تک قابل تسلیم ہوسکتی ہے جس حد تک امام ترمذی کے بارے میں۔ چاہے جس قدر کلام کیا جائے یہ روایت دُعا کے استحباب و جواز کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

(۶) چھٹی حدیث فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے کے سلسلے میں بالکل صریح ہے۔ یہ حدیث مختلف کتب میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے آئی ہے۔روایت یہ ہے:

"اسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه و دعا."

یعنی اسود عامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ جب آپؐ نے سلام پھیرا تو پیچھے مُڑے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی۔

اس روایت کو راقم الحروف ایک مستقل نمبر کے تحت مستدل بنانے میں متذبذب ہے۔ تذبذب کی وجہ یہ ہے کہ جن اہل علم حضرات نے فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے سلسلے میں اس روایت کو مستدل بنایا ہے۔انھوں نے اس روایت کو مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔لیکن ہمارے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ ہے وہ الدار السلفیہ بمبئی سے جناب مولانا مختار احمد ندوی کے زیر نگرانی شائع ہوا ہے۔مکمل ۱۵ جلدیں ہیں۔ان میں سے کسی جلد میں متعلقہ روایت ہمیں نہیں ملی، جب کہ مصنف ابن ابی شیبہ مکمل ہے۔آخر یہ کیا معمہ ہے۔اس روایت کا حوالہ جلال الدین سیوطیؒ اور علامہ محمد بن عبدالرحمٰن زبیدی یمانیؒ نے بھی بالترتیب 'فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین بالدعاء'' اور "رفع الیدین فی الدعاء" میں دیا ہے۔مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے بھی اعلاء السنن کتاب الصلوٰۃ (باب الانحراف بعد السلام و کیفیته و سنية الدعاء والذکر بعد الصلوٰۃ) میں یہ روایت نقل کی ہے اور صاف طور پر لکھا ہے:"ویقویه ما اخرجه الحافظ ابوبکر ابن ابی شیبة فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیه."
(اعلاء السنن، ج ۳، ص ۱۶۴) اسی کے حوالے سے ایک وسیع النظر حنفی عالم مولانا صوفی عبدالحمید سواتی گوجرانوالہ نے اپنی کتاب نماز مسنون ص ۱۰۴ پر نقل کیا ہے۔

غیر مقلد علماء میں، مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ نذیریہ ص ۲۴۵، ۲۶۵، اور ۳۵۲ پر مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول اور شیخ محی الدین نے البلاغ المبین میں یہ روایت نقل کی ہے۔اور سبھوں نے مصنف ابن ابی شیبہ ہی کا حوالہ دیا ہے۔آخر یہ کیا چکر ہے؟ یہ اہل علم وتحقیق کے لیے توجہ کا متقاضی ہے۔کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ الدار السلفیہ والے نسخے میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔صاحب صلاۃ الرسول اور شیخ محی الدین کے بارے میں تو اعتماد و وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ ان کا تحقیقی معیار کوئی زیادہ اونچا نہیں ہے۔لیکن غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا بہت سے مسائل میں اختلاف کے باوجود بہت زیادہ احترام کرتا ہوں، اور ان کے وسیع المطالعہ (خاص طور سے علم حدیث کے تعلق سے) ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔وہ کوئی بے تحقیق روایت نقل نہیں کر سکتے ہیں۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی، وسیع النظری اور مایہ ناز محقق ہونے میں بھی کوئی دو رائے نہیں ہوسکتی ہے۔اس پر احکام القرآن، اعلاء السنن، امداد الاحکام وغیرہ کتابیں شاہد عدل ہیں۔

پھر ان دونوں سے قبل مذکورہ دونوں متقدمین میں سے علامہ سیوطی و علامہ یمانی محدث و عالم، غالب گمان یہ ہے کہ ان اہل علم بزرگوں کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا کوئی اور نسخہ رہا ہو، جس میں متعلقہ روایت موجود تھی، یا یہ ہوسکتا ہے کہ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ کی کسی دوسری کتاب میں مثلاً المسند بالاحکام میں یہ روایت زیر بحث و گفتگو رہی ہو۔بہر حال جو بھی واقعی صورت حال رہی ہو۔اہل علم وتحقیق کے لیے تلاش وتحقیق کا موضوع ہے۔فی الحال تو معاملہ کچھ یقینی سا نہیں، بلکہ بڑی حد تک مشکوک ہے۔اگر بات ضعیف روایت تک محدود ہوتی تو بھی مسئلہ صاف ہو جاتا۔فی الحال تو مسئلہ ثبوت کا ہے۔اگر ہمارے سامنے دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کا ایڈیشن ہوتا تو کوئی فیصلہ کیا جاسکتا تھا۔مولانا ابوالوفا افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر نگرانی مصنف ابن ابی شیبہ شائع ہو رہی تھی، کچھ جلدیں شائع ہوئی تھیں، بقیہ جلدوں کا کیا ہوا، ہمارے علم میں نہیں ہے۔

دوسری مختلف کتب حدیث میں اسود العامری کے حوالے سے جو مختلف طرق سے روایت پائی جاتی ہے، اس میں "رفع یدیه و دعا" کا اضافہ نہیں ملتا ہے "کلمہ انحرف" پر

روایت ختم ہوجاتی ہے۔ مثلاً ابوداؤد باب الامام یتحرف بعد التسلیم، سنن بیہقی باب الامام یتحرف بعد السلام نیز سنن نسائی باب الانحراف بعد التسلیم میں یہ روایت اس طرح ہے:

یحییٰ عن سفیان حدثنی یعلیٰ بن عطا عن جابر بن یزید بن الاسود عن ابیہ انہ صلی مع رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ الصبح فلما سلم انحرف ۔

مستدرک، مصنف عبدالرزاق، ترمذی، دارقطنی وغیرہ میں بھی فجر یا صبح کی نماز، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کرنا مروی ہے، یہاں بھی ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ "**باب من کان یستحب اذا سلم ان یقوم و ینحرف**" کے تحت اسود العامری کی اپنے والد ماجد سے روایت نقل کی گئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ذکر ہے، وہ کون سی نماز تھی۔ روایت میں کوئی تفصیل نہیں ہے۔ یہ روایت بھی "**فلما سلم انحرف**" پر ختم ہوجاتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ دیگر روایتوں کے پیش نظر کسی صاحب نے اس روایت میں حذف سے کام لیا ہو۔ جس میں رسول پاکؐ کے فجر کی نماز ادا کرنے کا ذکر ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی تھی۔ یہ "شوق تصحیح" سے کوئی بعید از امکان نہیں ہے۔

(۷) ساتویں حدیث حضرت فضل بن عباسؓ کے حوالے سے مختلف کتب میں نقل کی گئی ہے۔ اس سے بھی ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کا استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے، پوری سند کے ساتھ روایت یہ ہے:

"حدثنا علی بن اسحاق اخبرنا عبداللہ بن المبارک قال اخبرنا لیث بن سعد حدثنا عبداللہ بن نافع بن العمیاء عن ربیعہ بن الحارث عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین و تضرع و تخشع و تسکن ثم تقنع یدک یقول ترفعهما الیٰ ربک مستقبلاً ببطونهما و جهک." (رواہ الترمذی والنسائی)

یہ روایت گرچہ فرض نماز سے متعلق نہیں ہے، تاہم اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ آدمی خشوع وخضوع سے نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر اس سے دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس

انداز میں دُعا مانگے کہ ہتھیلی کا اندرونی حصّہ چہرے کے سامنے ہو۔

جو لوگ فہم حدیث اور منشا رسول پر توجہ دینے کے بجائے صرف روایت حدیث اور اس کے الفاظ پر نظر رکھتے ہیں وہ یہ کٹ حجتی ضرور کریں گے کہ روایت میں فرض نماز کا ذکر نہیں ہے، لیکن جو لوگ فہم حدیث اور معانی حدیث پر بھی نظر رکھتے ہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی عمل صالح کے موقع پر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ بلکہ اجابت وقبولیت کی زیادہ اُمید ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب غیر فرض نمازوں میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر سکتے ہیں تو فرض نمازوں کے بعد جو، ان سے افضل اور زیادہ اہم ہیں، ممانعت دعا کی کیا علت ہوسکتی ہے؟ ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے سے تعلق باللہ، فقر و عاجزی کا زیادہ اظہار ہوتا ہے۔ اس کی ممانعت وقباحت اسلامی شریعت کے کسی ضابطے، اصول کے تحت نہیں آتی ہے۔ غالباً عدم جواز کے قائلین کو اس بات کا احساس واندازہ ہے کہ روایت ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لیے وہ اپنا پرانا ہتھیار استعمال کرتے ہوئے روایت کو ناقابل استدلال واحتجاج بنانے کی سعی کرتے ہیں۔ یا شقیں نکال کر مشکوک بنانا چاہتے ہیں، یعنی کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور سبب تضعیف روایت میں خط کشیدہ راوی عبداللہ بن نافع بن العمیاء کا ہونا ہے۔

عبداللہ بن نافع بن العمیاء کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب (ج ۱، ص ۴۵۶) میں مجهول من الثالثة لکھا ہے۔ تہذیب میں مزید تفصیل دی ہے۔

عبداللہ بن نافع بن العمیاء عن ربیعة بن الحارث و قیل عبداللہ بن الحارث وقیل عن عبدالمطلب بن ربیعه وعنه انس بن ابی انس وقیل عمران بن ابی انس و ابن لهیعة. قال ابن المدینی مجهول وقال البخاری لم یصح حدیثه و ذکره ابن حبان فی الثقات. (تہذیب التہذیب، ج۶، ص ۵۰-۵۱)

لیکن یہ بات ادھوری ہے، پوری تفصیلات کو سامنے رکھنے کے بعد فضل بن عباس والی روایت بھی آداب وفضائل کی حد تک تو قابل اعتبار واستدلال ہوجاتی ہے اور واقعی صورت حال وہ نہیں ہے جو عدم جواز کے قائلین باور کرانے کی سعی کرتے ہیں۔ یہ بات تو تہذیب سے نقل کردہ حوالے ہی سے صاف ہوجاتی ہے کہ عبداللہ بن نافع بن العمیاء بالکل مجهول

نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک راوی اگر ایک محدث کے نزدیک یا اس کے علم کی حد تک مجہول ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ دوسرے محدثین و ناقدین رجال کے نزدیک اور ان کے علم کے اعتبار سے بھی مجہول ہی ہو۔ مثلاً ابن المدینی کے نزدیک عبداللہ بن نافع بن العمیاء مجہول ہے لیکن امام ابن حبان کے نزدیک ان کا شمار ثقات میں ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ راوی کی مجہولیت ختم ہو جاتی ہے اور روایت ضعیف کے بجائے حسن ہو جائے گی۔

کچھ غیر مقلد علماء ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کی تجریح پا کر بہت خوش ہیں کہ ہم نے بہت بڑا قلعہ فتح کر لیا۔ اور روایت کو ناقابل اعتبار و استدلال ثابت کر دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی منفی سوچ کا نتیجہ ہے۔ اگر سوچ متوازن ہوتی تو اختلاف آراء کی صورت میں مسئلے کے اس پہلو کو ترجیح دیتے جو اصول شرعیہ کے تحت، خدا سے دُعاء، اظہار تواضع و احتیاج کے زیادہ قریب ہے۔

امام شافعی نے عبداللہ بن نافع کی تعریف و تحسین کے ساتھ دو تین حدیث کی روایت بھی کی ہے۔ امام ابو حاتم نے ان کی کتاب کو اصح قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعدیل جلد ۲/ق ۲/۱۸۴ق) امام نسائی جیسے سخت ناقد نے ایک بار **لیس بہ بأس** اور ایک بار ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۵۱ - میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۱۳)

رہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بات **لم یصح حدیثہ**، تو یہ ان کے اعلیٰ معیار کے اعتبار سے ہے۔ راوی کی مجہولیت کی وجہ سے نہیں بلکہ حافظہ میں کچھ کمزوری کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ تہذیب میں نقل کردہ ان کے قول ''فی حفظہ شئ'' سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان سے روایت کرنے والے عمران ثقہ ہیں۔ یہ ان سے روایت کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ عبداللہ بن لہیعہ نے بھی روایت کی ہے۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب ج ۶، ص ۵۰) جب دو راوی کسی سے روایت حدیث کریں تو محدثین کے نزدیک اس کی مجہولیت ختم ہو جاتی ہے اور روایت سے احتجاج و استدلال صحیح ہو جاتا ہے۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر ہی ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ نیز امام منذری نے الترغیب والترہیب میں متعلقہ روایت کو نقل کیا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے بھی اس

روایت پر سوچا جا سکتا ہے کہ قرون ثلاثہ کی مجہولیت راوی خصوصاً آداب و فضائل کے سلسلے میں مضر نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت جھوٹ وغیرہ کی اتنی اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ خاص طور سے احناف کے یہاں قرونِ ثلاثہ کی مجہولیتِ راوی مضر نہیں ہے۔

کچھ حضرات یہ شوشہ اور بے تکا نکتہ اُچھالتے ہیں کہ روایت کا فرض نماز کے بعد کی دُعا سے معنوی طور پر کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ صلاۃ اللیل وغیرہ سے متعلق ہے۔ یہ راہِ فرار کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ جب کہ مدار استدلال نفس نماز ہے کہ اس کے بعد ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرنے کا اثبات ہوتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابو الطیب سندھی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح ترمذی میں وضاحت سے تحریر کیا ہے۔ وہ حدیث کا معنی اس طرح بتاتے ہیں۔

''ای ترفع یدیک بعد الصلوٰۃ الدعاء وھو معطوف علی محذوف ای اذا فرغت فسلم وارفع یدیک بعدھا سائلاً حاجتک۔''

(ج ۱ ص ۲۷۹، اعلاء السنن، ج ۳ ص ۱۶۵)

حضرت تھانوی اقدس سرہٗ نے اپنی مشہور و معروف کتاب **التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف** ص ۲۲ پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے ''حدیث نماز میں خشوع کی مطلوبیت اور نماز کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ صلحاء اور نمازیوں کا معمول رہا ہے نہ کہ نماز ہیں۔'' یہی بات ابن العربی نے بھی کہی ہے۔

نماز میں خشوع و خضوع کے تعلق سے تمام دیگر روایتوں کے ساتھ زیر بحث و گفتگو روایت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خشوع و خضوع ہر نماز میں مطلوب ہے۔ اور اسی کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کی بات بھی آتی ہے۔ لہٰذا بغیر کسی دلیل کے مطلق کی تقیید اور عام کی تخصیص صحیح نہیں ہے۔ ہر نماز کے بعد، خاص طور سے سب سے اہم نماز، فرض کے بعد، ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا مستحب و مسنون ہوگا۔

(۸) آٹھویں روایت ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کے سلسلے میں وہ ہے جسے امام نسائی کے شاگرد ابن سنیؒ نے حضرت انسؓ سے **عمل الیوم واللیلۃ** میں نقل کیا ہے:

''حدثنی احمد بن الحسن بن ادیبویہ حدثنا ابو یعقوب اسحق بن

خالد بن یزید الیاسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی عن خصیف عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰھی ابراھیم و اسحٰق و یعقوب الخ...... الاکان حقاً علی اللہ ان لایرد یدیہ خائبتین۔"

(عمل الیوم واللیلۃ ص ۴۸-۴۹، کنز العمال، ج ۲، ص ۸۴، مطبوعہ حیدرآباد)

یعنی جو بندہ ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر یہ دُعا کرتا ہے کہ "خدایا جو میرا اللہ ہے اور ابرہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا بھی اللہ ہے اور جبرئیل ومیکائیل واسرافیل کا بھی اللہ ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دُعا قبول فرما کیونکہ میں مجبور پریشان ہوں اور میری حفاظت فرما میرے دین میں کہ میں آزمائش میں ڈالا جاؤں، اور مجھے اپنی رحمت سے نواز کہ میں گنہگار ہوں، اور مجھ سے فقر دور کردے کہ میں مسکنت کا شکار ہوں" تو اللہ تعالیٰ اس کے دونوں ہاتھوں کو خالی نہیں لوٹائے گا۔

محدث ابن سنیؒ نے یہ روایت باب **مایقول فی دبر صلاۃ الصبح** کے ذیل میں نقل کی ہے۔ اس روایت میں دوراوی خصوصاً عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن پر کلام ہے۔ ائمہ ناقدین رجال نے عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی پر عموماً تجریح کی ہے، البتہ دوسرے راوی خصیف کی تجریح کے ساتھ توثیق بھی کی گئی ہے ابن معین نے ان کو ایک بار "**لیس بہ بأس**" اور ایک بار ثقہ کہا ہے، ابو حاتم نے صالح قرار دیا ہے البتہ اختلاط اور سوءِ حفظ کی بات بھی کہی گئی ہے۔ امام نسائی سے "لیس بالقوی" کے ساتھ "صالح" بھی منقول ہے۔ ابن مدینی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ساجی نے "صدوق" قرار دیا ہے۔ یعقوب بن سفیان نے "**لاباس بہ**" کہا ہے۔ ابن حبان نے جہاں یہ نقل کیا ہے کہ کچھ ائمہ نے انھیں متروک قرار دیا ہے وہیں کچھ قابل حجت بھی سمجھتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود صدوق ہیں اور ان کی جن روایتوں کی ثقات نے موافقت کی ہے وہ قابل قبول ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کے بارے میں "**صدوق سیئی الحفظ خلط آخرہ**" کہا ہے۔

(دونوں راویوں کی تفصیلات کے لیے دیکھئے تقریب التہذیب ج ۱، ص ۲۲۴، تہذیب جلد ۳، ص ۱۴۴-۱۴۳، لسان المیزان ج ۴، ص ۳۴، میزان الاعتدال ج ۲، ص ۱۲۷)

متعلقہ روایت میں معنوی طور پر کوئی سقم نہیں ہے۔ دوسری حسن اور معمولی ضعیف روایتوں سے مل کر استدلال واستشہاد کے قابل ہوجاتی ہے۔ باعتبار سند کے یہ روایت، کسی اور روایت یا راوی کے خلاف نہیں ہے۔ کیوں کہ ممانعت دُعا اور عدم جواز کے سلسلے میں کوئی واضح صحیح اور مستند روایت ہے ہی نہیں۔ لہٰذا عدم جواز کے قائلین کے کچھ مفروضات اور بے بنیاد قیاس آرائیوں کے مقابلے میں تو، بہرحال روایت قابل ترجیح ہی ہوگی اور ضعیف سے ضعیف روایت بھی کسی کے ذاتی قیاس سے غنیمت ہی ہوگی۔

اور پھر امت اور صلحاوعلماء کرام کا عملی تواتر ہے۔ ہمیں تاریخ کے کسی مرحلے میں بھی ایسا دور نہیں ملتا ہے کہ امت نے ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کو بدعت اور غیر شرعی عمل سمجھ کر قابلِ ترک سمجھا ہو اور جب کسی ضعیف روایت کو امت کے عمل اور قبولیت کی تائید مل جائے تو وہ ضعیف نہیں رہ جاتی ہے۔ ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ ایسی صورت میں کسی روایت کی اسنادی کمزوری، عمل پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوسکتی ہے۔ بہت سے اہل علم کی رائے کے مطابق عمل کر لینے سے بھی بات کسی حد تک قابل قبول ہوجاتی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی الجامع میں جو یہ فرمادیتے ہیں کہ "ہٰذا الحدیث غریب ضعیف و العمل علیہ عند اہل العلم" (یہ حدیث ہے تو غریب اور ضعیف مگر اہم علم کا اس پر عمل ہے) تو اس کا یہی مطلب ہے اور ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے پر خواص وعوام اور اہل علم سب کا ہمیشہ سے عمل رہا ہے، لہٰذا اس کے جواز واستحباب میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۹) نویں روایت وہ ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کتاب الدعوات، باب رفع الایدی فی الدعاء میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

قال ابو موسیٰ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورفع یدیہ و رأیت بیاض ابطیہ[1] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور دونوں ہاتھوں کو اس حد تک اُٹھایا کہ میں نے آپ کے بغل کی سفیدی دیکھ لی۔

اسی باب میں امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ کی ایک ایک

۱؎ **ھذا طرف من حدیثہ الطویل فی قصۃ قتل عملہ ابی عامر الاشعری وقدم موصولا فی المغازی فی غزوۃ حنین۔**

روایت بھی نقل کی ہے۔ دونوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کا صراحتاً ذکر ہے۔ (رفع النبی صلی الله علیه وسلم یدیه وقال اللهم)

ان تینوں روایتوں کی روشنی میں شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری ج۱۱، ص۱۱۹ میں تحریر فرمایا ہے "حدیث اوّل (حضرت موسیٰ اشعری والی) میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اس طرح ہاتھ اٹھا کر صرف استسقاء میں دُعا کرنا چاہیے اور دوسری حدیث (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر والی) میں ان حضرات کا رد ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ نماز استسقاء کے سوا دُعا میں دونوں ہاتھ بالکل نہیں اٹھانا چاہیے۔"

اس تعلق سے حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاری کی جز رفع الیدین اور الادب المفرد نیز صحیحین، ترمذی، نسائی اور حاکم کے حوالے سے چند روایتیں بھی تائید میں نقل کی ہیں۔ ان تمام روایتوں میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کا ذکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے چوں کہ کتب حدیث کے نام بغیر صفحہ، باب کے دیے ہیں۔ اس لیے راقم الحروف ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے سے متعلق روایات باب یا صفحہ کے حوالے کے ساتھ درج کر رہا ہے تاکہ قارئین کو زیادہ استفادے کا موقع اور اطمینان ملے۔

(۱۰) ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کے سلسلے میں ایک روایت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب جز رفع الیدین اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے روایت میں پہلے حلال روزی اور عمل صالح کی اہمیت بتلائی گئی ہے۔ اس کے بعد روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیه الی السماء یارب یارب ومطعمه حرام و مشربه حرام و ملبسه حرام وغذی بالحرام فانّی یستجاب لذلک. (رفع الیدین، ص۱۸، ومسلم شریف کتاب الدعاء)

یعنی پھر آپؐ نے ذکر فرمایا کہ ایک آدمی لمبا سفر کرتا ہے اور پریشان حال اور غبار آلود ہو کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتا ہے۔ اے میرے رب میرے رب اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے، اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اس کا نشوونما ہوا ہے، تو اس آدمی کی دُعا کیسے قبول ہوگی؟"

(۱۱) **عن عبدالرزاق عن معمر عن الزهری قال کان رسول الله صلی الله**

علیه وسلم یرفع یدیه عنه صدره فی الدعاء ثم یمسح بهما[1]

(مصنف عبدالرزاق، ج۲، ص۲۴۷)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُعا میں اپنے ہاتھ سینے تک اُٹھاتے پھر انھیں چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

آگے امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے معمر کو ایسا کرتے (یعنی ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے اور دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے) بارہا دیکھا اور بذاتِ خود میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔" (**وربما رأیت معمرا یفعله وانا افعله**)

(۱۲) **اخبرنا سلام بن معاذ حدثنا حماد بن الحسن عن عنبه حدثنا ابو عمر الحوضی حدثنا سلام المداینی عن زید السلمی عن معاویه عن قرة عن انس بن مالک قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قضیٰ صلوٰته مسح جبهته بیده الیمنی ثم قال اشهد ان لااله الا الله۔**

(عمل الیوم واللیلة لابن سنی، ص۳۹، مطبوعہ حیدرآباد دکن)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز پوری فرما لیتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی پیشانی پر پھیر لیتے تھے۔

(۱۳) **عن مسدود حدثنا ابو عوانة عن سماک بن حرب عن عکرمة عن عائشة رضی الله عنها زعم أنه سمعه عنها انها رأت النبی صلی الله علیه وسلم یدعو رافعاً یدیه یقول انما انا بشر فلا تعاقبنی ایما رجل من المومنین آذیته اوشتمته فلا تعاقبنی فیه.**

(الادب المفرد للبخاری، ص۲۱۴-۲۱۵، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۷۹ھ طبع دوم۔ مسند امام احمد بن حنبل طبع اوّل، ج۶، ص۱۰۷، طبع جدید ج۶، ص۲۲۵۔ مسلم کتاب البر والصلة والصلة والآداب)

امام عبدالرزاق نے اپنی سند سے، یہ روایت تھوڑے اختلاف الفاظ کے ساتھ اس طرح نقل کی ہے۔

عن عبدالرزاق عن اسرائیل بن یونس عن سماک بن حرب عن

[1] کنز العمال، ج۲، ص۳۹۶ "بہا" کی جگہ "بہما" ہے۔ یہی صحیح ہے اور اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

عکرمہ عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه یدعو حتی اتی الأسأم له مما یرفعهما اللهم انما انا بشر فلا تعذبنی بشتم رجل شتمته او آذیته. (مصنف عبدالرزاق، ج۲، ص۲۵۱) امام احمد نے اس روایت کو تین سندوں سے روایت کیا ہے۔ (دیکھیے مسند عائشہ ج۲، ۲۲۵) نور الدین ہیثمی کی تحقیق کے مطابق تینوں سندوں کے رواۃ صحیح ہیں۔

مجمع الزوائد ج۱۰، ص۱۶۸ نیز دیکھئے کنز العمال حافظ متقی ج۲، ص۲۹۶۔ تمام روایتوں کے رواۃ، سماک بن حرب پر آ کر مل جاتے ہیں۔

سب کا معنی ایک ہی ہے، یعنی حضرت عائشہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ میں بشر ہی تو ہوں اس لیے اگر میں نے کسی مومن کو تکلیف دی ہو یا اسے بُرا بھلا کہا ہو تو اس کی وجہ سے مجھے سزا نہ دینا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ دُعا میں اتنی دیر تک ہاتھ اُٹھائے رکھتے تھے کہ میں اُکتا جاتی تھی۔

(۱۴) **حدثنا علی قال حدثنا سفیان قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة قال قدم الطفیل عن عمرو الدوسی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ان دوساً قدعصت وابت فادع الله علیها فاستقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم القبلة ورفع یدیه فظن الناس انه یدعو علیهم فقال اللهم اهد دوسا و انت بهم.** (الادب باب رفع الایدی فی الدعاء، (ص۲۷۶۔ بخاری کتاب الجہاد و باب الدعاء للمشرکین بالہدی۔ مسلم کتاب فضائل الصحابہ۔ جزء رفع الیدین البخاری، ص۷)

یعنی حضرت طفیل بن عمر الدوسی آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قبیلہ دوس معصیت اور انکار میں گرفتار ہے، اس کے لیے بد دُعا کر دیجیے تو آنحضرت صلی اللہ علہ سلم قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں ہاتھوں کو اُٹھایا۔ حاضرین نے گمان کیا کہ آپ قبیلہ دوس کے لوگوں کے لیے بد دُعا کر رہے ہیں۔ (لیکن ایسا نہیں تھا بلکہ) آپؐ نے دوس والوں کے لیے خدا سے دُعا کی کہ خدایا انھیں ہدایت دے اور ان کو حاضر کر دے۔

(۱۵) ایک بڑی مشہور روایت ہے جو بہت سی کتب حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ روایت یہ ہے:

قحط المطر عاما فقام بعض المسلمین الی النبی صلی الله علیه وسلم یوم الجمعة فقال یا رسول الله قحط المطر واجدبت الارض وهلک المال فرفع یدیه ومایری فی السماء من سحابة فمدّ یدیه حتی رأیت بیاض ابطیه یستسقی الله فما صلینا الجمعة حتی اهم الشاب القریب الدار الرجوع الی اهله الخ...... (الادب المفرد باب رفع الایدی فی الدعاء. بخاری شریف کتاب الاستسقاء وباب الاستسقاء فی المسجد الجامع مسلم باب الدعاء فی الاستسقاء. موطا امام مالک کتاب الاستسقاء. سنن ابن ماجه کتاب اقامة الصلوٰة، باب ماجاء فی الدعاء فی الاستسقاء، نسائی، ابوداؤد، مذکورہ باب)

تمام روایتوں کو نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ مذکورہ کتب حدیث کے محولہ مقامات دیکھے جاسکتے ہیں۔ سب کا خلاصہ یہی ہے کہ لوگوں نے قحط سالی، کھیتی خشک ہوجانے اور جان و مال کی ہلاکت کی اطلاع دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی۔ اور خوب خوب بارش ہوئی۔ بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ اتنی زوردار بارش ہوئی کہ لوگوں نے اس کے تھم جانے کے لیے دُعا کرنے کی درخواست بھی کی۔

(۱۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسوف (سورج گرہن) کے موقع پر بھی ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا ثابت ہے۔

فی حیاة رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا انکسفت الشمس فنبذتهن لانظرن مایحدث لرسول الله صلی الله علیه وسلم فی انکساف الیوم فانتهیت الیه وهو رافع یدیه یدعو ویکبر ویحمد.

(مسلم شریف، ج۱، ص۲۹۹)

(۱۷) جنت البقیع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا ثابت ہے:

فوقف فی ادنی البقیع ثم رفع یدیه ثم انصرف. (رفع الیدین البخاری، ص۱۷)

صحیح مسلم میں، اسی نوعیت کی ایک قدرے طویل روایت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''جنت البقیع'' میں تشریف لے جانے اور وہاں طویل قیام فرمانے کا ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ آپ نے، تین مرتبہ ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی۔ (**جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات**۔ (مسلم شریف، ج۱، ص۳۱۲)

اس کی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے طویل دُعا کرنے اور اس میں دونوں ہاتھ اُٹھانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

(۱۸) امام بخاریؒ نے ولید کی بیوی کی اپنے شوہر کے تعلق سے شکایت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ (جز رفع الیدین ص۱۷)

(۱۹) وضو کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی ہے اور دستِ مبارک کو اس حد تک بلند فرمایا کہ آپ کے بغل کی سفیدی نظر آنے لگی۔

(دعا النبی صلی اللہ علیه وسلم بماء فتوضأ ثم رفع یدیه فقال اللهم اغفر لعبیده ابی عامر و رأیت بیاض ابطیه۔

(بخاری شریف باب الوضو عند الدعاء)

(۲۰) مسلم شریف کی ایک لمبی روایت میں اپنی امت کے لیے ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کا ذکر ہے ''**فرفع یدیه وقال امتی امتی وبکی**'' (مسلم شریف ج۱، ص۱۱۳)

(۲۱) ایک روایت، محدث ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے۔ **ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رفع یدیه بعد ماسلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم خلص الولیدبن الولید۔**

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رُخ ہونے کی حالت میں دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی کہ خدایا ولید بن ولید کو نجات دے۔

(معارف السنن ج۳، ص۱۲۳)

(۲۲) ایک اور قابلِ توجہ روایت علامہ سید سمہودیؒ کی وفاء الوفاء ج۱، ص۳۷، ۳۸، اور مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی معارف السنن ج۳، ص۱۲۳ پر موجود ہے۔ دیگر کتب احادیث وسیر میں بھی یہ روایت پائی جاتی ہے۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنهما قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الفجر ثم اقبل علی القوم فقال اللهم بارک لنا فی مدینتنا و بارک لنا فی مدنا وصاعنا۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ہمارے مدینہ میں برکت دے اور ہمارے مد اور صاع (ناپنے کے پیانے) میں برکت رکھ دے)

(۲۳) ایک روایت صحیح ابن خزیمہ میں آئی ہے:

عن ابن مسعود رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی قبر عبداللہ ذی النجارین وفیه فلما فرغ من دفنه استقبل القبلة رافعا یدیه. (فتح الباری ج۱۱، ص۱۲۱)

یعنی عبداللہ ذوالنجارین کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے قبلہ رُخ ہوکر اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی۔

ان ۲۳/روایتوں کے علاوہ اور بھی روایتیں ہیں جن میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کا ذکر ہے اور انھی روایتوں کے پیش نظر حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فقہا، ومحدثین حتی کہ غیر مقلد علماء نے بھی ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کا استحباب وفضیلت نقل کیا ہے۔ یہ شروع سے امت کے علماء، کا معمول رہا ہے۔ اور تاریخ کے کسی دور میں بھی، ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے اور پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو چہرے پر پھیر لینے کو بدعت اور شرعاً قابل ترک نہیں سمجھا گیا ہے۔

محدثین اور غیر مقلد علماء کی آراء

نماز کے بعد، دُعا میں ہاتھ اُٹھانے کے سلسلے میں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا نام قابل ذکر ہے۔ انھیں غیر مقلد حضرات خاصی اہمیت دیتے ہیں۔ آپ نے مسلم شریف کی شرح میں متعدد مواقع ومقامات پر ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کے سلسلے میں لکھا ہے۔ ان کے علاوہ اپنی دو کتاب کتاب الاذکار اور المجموع جلد سوم خاص کر آخر الذکر کتاب میں خاصی تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ ان کی کتاب ریاض الصالحین بھی ذکر دُعا سے خالی نہیں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے **المجموع شرح المھذب** میں ہاتھ اٹھانے اور چہرے پہ ہتھیلیوں کو پھیر لینے کے تعلق سے تیس روایتیں نقل کی ہیں۔ اور ان کے پیش نظر انھوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دُعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ **اعلم انه مستحب** ۔ (کتاب المجموع شرح المهذب للشیرازی ازی، "باب فی استحباب رفع الیدین فی الدعاء خارج الصلوٰۃ وبیان جملة من الاحادیث الواردة فیه." ص ۴۴۸ تا ۴۵۰ مطبوعہ المکتبہ العلمیہ)

امام نووی نے تمام روایتوں کو نقل کرنے کے بعد آخر میں تحریر کیا ہے کہ جو شخص ان احادیث کو ان کے مواقع کے ساتھ خاص کرتا ہے وہ فحش غلطی پر ہے۔ (**المقصود ان یعلم ان من ادعی حصر المواضع التی وردت الاحادیث بالرفع فیها فهو غالط غلطاً فاحشاً**)

انھوں نے اپنی کتاب، کتاب الاذکار میں بھی نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور ترمذی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی، اور ابوداؤد کی حضرت ابن عباسؓ والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے کتاب الاذکار ص ۲۳۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دُعا میں ہاتھ اٹھانے کو جائز و مستحب قرار دیا ہے۔ انھوں نے فتح الباری کی گیارھویں جلد میں رفع الیدین فی الدعاء کے تعلق سے خاصا تفصیلی کلام کیا ہے اور عدم جواز کے قائلین کے شبہات واعتراضات کا جواب دیا ہے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد ۱۱ کے صفحہ ۱۱۸ سے ۱۲۱ تک ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے سلسلے میں متعدد روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "اس بارے میں کثیر احادیث ہیں" (**الاحادیث فی ذلک کثیرة**) اسی طرح اپنی کتاب بلوغ المرام میں زیر بحث مسئلے سے تعلق سے جو روایتیں نقل کی ہیں ان سے بھی حافظ صاحبؒ کا نقطۂ نظر معلوم ہوجاتا ہے۔

لگے ہاتھوں بلوغ المرام کے مشہور و معروف شارح شیخ محمد بن اسماعیل **الامیر الیمنی الصنعانی** کی رائے و تحقیق کو پیش کردینا بھی مناسب ہوگا۔ موصوف کا شمار غیر مقلد علماء میں ہوتا ہے۔ اس لیے غیر مقلد حضرات کے نزدیک ان کی بڑی اہمیت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بلوغ المرام کے باب صلاۃ الاستسقاء میں

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک طویل روایت نقل کی ہے، جو ابوداؤد میں ہے۔ روایت کی سند، بہ تحقیق حافظ صاحبؒ جید ہے۔ (واسناده جید)

روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ لوگوں نے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی۔ **ثم رفع یدیه فلم یزل حتی رُئی بیاض ابطیه...... ورفع یدیه ثم اقبل علی الناس.**

اس روایت پر بحث کرتے ہوئے شیخ یمنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دُعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کے لیے دلیل شرعی موجود ہے۔ (**فی الحدیث دلیل علی** شرعیة رفع الیدین عند الدعاء سبل السلام ص ۱۷۵، ج ۲)

آگے انھوں نے تحریر کیا ہے کہ "**قد ثبت رفع الیدین عند الدعاء فی عدة احادیث**" یعنی دُعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ مزید اطلاع دیتے ہیں کہ اس تعلق سے علامہ منذری نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے۔ امام نووی کا بھی حوالہ دیا ہے اور جن روایتوں سے شبہ پیدا ہوتا ہے ان کا موقع و محل متعین کرتے ہوئے مسئلے کی وضاحت کی ہے۔

ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کے سلسلے میں، انھوں نے سبل السلام کی چوتھی جلد ص ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰ میں بھی بحث کی ہے۔ راقم الحروف نے نمبر ۱۱، پر جو روایت نقل کی ہے اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دُعا میں ہاتھ اٹھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ پھر ابوداؤد کی ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھوں کو مونڈھے تک دُعا میں اُٹھانا چاہیے۔ (**ان ترفع یدیک حذو منکبیک**)

آگے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرکے (جسے راقم الحروف نے ۲ پر نقل کیا ہے) لکھا ہے کہ اس حدیث میں دُعا سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لینے کی مشروعیت کی دلیل ہے[1] **فیه دلیلٌ علی مشروعیة مسح الیدین بعد الفراغ من الدعاء**۔

---

[1] وکان المناسبة انه تعالی لما کان لایردهما صفراً فکان الرحمة اصابتهما وفناسب افاضة ذلک علی الوجه الذی هو اشرف الاعضاء احقها بالتکریم.

نواب صدیق حسن خاں قنوجی، بھوپالی کا غیر مقلد علماء میں جو مقام ہے وہ ظاہر ہے۔ ان کا حوالہ میں بعد میں دینا چاہتا تھا، لیکن چونکہ انھوں نے بھی بلوغ المرام کی ایک شرح لکھی ہے جس کا نام ''مسک الختام'' ہے۔اس لیے یہیں پر حوالہ دے دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کے باب الاستقاء اور باب الذکر والدعاء میں ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کی تائید کی ہے۔

باب الاستقاء کی روایت و بحث ''مسک الختام'' کی دوسری جلد میں ص۱۸۱ سے ص۱۸۴ تک پھیلی ہوئی ہے۔نواب صاحبؒ نے دُعا میں ہاتھ اٹھانے کی تائید میں بہت سی صحیح روایتیں نقل کی ہیں، اس تعلق سے جو شبہات ہیں سب کا ازالہ کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے:

''دریں جا دلیل است بر مشروعیت رفع الیدین نزد دُعاء۔''

''ثابت شدہ است رفع یدین در دُعاء در یک صد حدیث۔''

(دیکھئے مسک الختام مطبوعہ بھوپال ۱۳۱۰ھ)

نزل الابرار کتاب کی غیر مقلدین علماء میں بڑی اہمیت ہے اور اسے بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔

کتاب کے ''باب آداب الدعاء'' میں لکھا گیا ہے کہ داعی بوقت دُعا اپنا ہاتھ اُٹھائے۔ دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے کندھوں کے برابر اٹھانا آدابِ دُعا میں سے ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر، تقریباً تیس مواقع پر ہاتھ اُٹھائے ہیں۔

پھر حضرت سلمانؓ اور حضرت انسؓ والی روایت نقل کی ہے۔

آگے مزید لکھا گیا ہے کہ جو دُعا بھی ہو اور جس وقت بھی کی جا رہی ہو خواہ پنج وقتہ نمازوں کے بعد یا اس کے علاوہ کسی وقت، ان دُعاؤں میں ہاتھ اُٹھانا حسن ادب ہے، اس پر احادیث کا عموم و خصوص دلالت کرتا ہے۔اس ادب کے ثبوت میں یہ بات مضر نہیں کہ بعد الصلوٰۃ رفع ید کے بارے میں کوئی روایت نہیں ہے۔اصل بات یہ ہے کہ یہ چیز سب کو معلوم تھی، اس لیے اس موقع کے لیے خصوصی تذکرہ لوگوں نے نہیں کیا۔اور حافظ ابن القیم قدس سرہٗ نے جو بعد الصلوٰۃ دُعا میں رفع ید کا انکار کیا ہے وہ مرحوم کا وہم ہے۔(نزل الابرار ص۳۶)

مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ اور مولانا عبیداللہ مبارکپوریؒ کی علماء اہل حدیث میں، جو علمی و تحقیقی حیثیت ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں۔بعد کے غیر مقلد علماء انھیں کے خوشہ چیں ہیں۔مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کی جلد اوّل و دوم دونوں میں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔(**القول الراجح عندی ان رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰۃ جائز لو فعله احد لا بأس علیه**۔(تحفہ،ص۲۰۲،ج۲،ص۲۴۴،ج۱)

جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہونے والا رسالہ ''محدث'' بابت جون ۱۹۸۲ء میں مولانا عبیداللہ مبارکپوریؒ نے ایک استفتاء کا طویل جواب (ص۱۹ تا ۲۹) رقم فرمایا ہے، جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند آواز سے دُعا کرنا متعدد روایات سے مفہوم ہوتا ہے۔

آگے رقم طراز ہیں:

''فرض نمازوں کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔جن روایات میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے کا ذکر آیا ہے، اگر چہ ان میں سے ہر ایک پر کلام کیا گیا ہے۔مگر وہ ایسا کلام نہیں ہے کہ ان احادیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جاسکے۔اس لیے ان سے امام کے لیے، فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنے کا جواز یا استحباب ثابت ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور چوں کہ کسی روایت میں اس طرح دُعا کرنے کی خصوصیت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یا امام کے لیے ثابت نہیں، اس لیے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا امام و مقتدی دونوں کے لیے جائز ہوگا۔''

''ہمارے نزدیک اولیٰ اور افضل و اقرب الی السنۃ یہ بات ہے کہ امام سلام پھیر کر اذکار ماثورہ کے بعد مقتدیوں کی طرف مڑ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر ادعیہ ماثورہ آہستہ آہستہ پڑھیں اور اگر یاد نہ ہوں تو اپنی خواہش اور حاجت کے مطابق اپنی زبان میں دُعا کریں، خواہ اجتماعی شکل میں ہو یا انفرادی صورت میں۔''

''ہمارے نزدیک فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بغیر التزام کے امام اور مقتدیوں کا ہاتھ اٹھا کر آہستہ آہستہ دُعا کرنا جائز ہے، خواہ انفرادی شکل میں ہو یا اجتماعی شکل

میں، ہمارا عمل اسی پر ہے۔" (رسالہ محدث جون ۱۹۸۲ء)

مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اہل حدیث علماء کے شیخ الکل فی الکل ہیں، انھوں نے فتاویٰ نذیریہ میں تحریر کیا ہے:

"نماز کے بعد دُعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے جیسا کہ عمل الیوم و اللیلة میں ابن سنی نے ذکر کیا ہے۔" پھر وہ روایت نقل کی ہے جس کی راقم الحروف نے نمبر ۸ میں نقل کیا ہے۔ روایت کا یہ جملہ مامن عبد یبسط کفیه فی دبر کل صلاۃ قابل توجہ ہے۔

روایت نقل کرنے کے بعد صاحب فتاویٰ نذیریہ کہتے ہیں۔

"اس حدیث سے صلاۃ مکتوبہ کے بعد ہاتھ اٹھانا ثابت ہوتا ہے، اس کی سند میں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن متکلم فیہ ہیں، جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے لیکن یہ بات نماز کے بعد دُعا کے استحباب کے منافی نہیں کیونکہ ضعیف روایتوں سے استحباب پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔"

اس کے بعد مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ابن کثیر اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے دو روایتیں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ان سب روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا قولی اور فعلی دونوں ثبوت موجود ہے۔"

(فتاویٰ نذیریہ۔ ج ۲، ص ۲۶۵)

علماء اہل حدیث میں ایک نمایاں ترین نام مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ راقم الحروف نے ان کی بہت سی تحریریں پڑھی ہیں۔ ان سے مولانا روپڑیؒ کے وسیع المطالعہ اعتدال پسند اور انصاف پسند ہونے کا ثبوت ملتا ہے (مثلاً تین طلاق کے مسئلہ میں دلائل کی روشنی میں علماء اہل حدیث سے اختلاف کیا ہے)

مولانا روپڑیؒ نے حافظ ابن ہمام، حافظ ابن حجرؒ اور امام نوویؒ کے حوالے سے یہ لکھتے ہوئے کہ فضائل اعمال اور ترغیبات و ترہیبات میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز اور مستحب ہے، لکھا ہے "نماز کے بعد دُعا کے لیے رفع ید جائز ہے۔"

(ترجمان ۱۵ر ستمبر و اکتوبر ۱۹۷۵ء)

غیر مقلد حضرات کے نزدیک مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (فاضل دیوبند) کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے، مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ:

"صلاۃ مکتوبہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے کا بعض طرق سے ثبوت ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲، ص ۳۲۸)

سید سابق کو علماء اہل حدیث بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انھوں نے فقہ السنہ کے نام سے ایک بڑی اہم اور اچھی کتاب لکھی ہے۔ کتاب کی دس جلدیں ہمارے مطالعے سے گذری ہیں۔ اس کی چوتھی جلد میں آداب دُعا کے عنوان کے تحت انھوں نے تحریر کیا ہے: دونوں ہاتھوں کو مونڈھے تک اُٹھانا چاہیے۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت سے واضح ہوتا ہے، جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ رفع الیدین حذو المنکبین.

(فقہ السنہ ج ۴، ص ۲۱۰ مطبوعہ دار البیان کویت ۱۹۶۸ء)

ادب نمبر ۱۴ میں آگے لکھتے ہیں "دونوں ہاتھوں کو دُعا کے بعد اپنے چہرے پر پھیر لے۔" (ایضاً ص ۲۱۴)

جمہور کی ترجمانی میں ہم محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری کی تحقیق نقل کر دینا چاہتے ہیں۔

مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کشمیریؒ کی تقاریر بخاری کو فیض الباری کے نام سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کی دوسری جلد میں مسئلہ دُعا پر متعدد مقامات پر کلام فرمایا ہے۔ (مثلاً ج ۲، ص ۳۱۶، ص ۳۱۸۔ نیز نیل الفرقدین (ص ۱۲۳) میں مسئلہ دُعا پر روشنی ڈالی ہے۔)

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی جچی تلی بات فرمائی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دُعائیں بطور ذکر ہوا کرتی تھیں۔ آپؐ ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے۔ آگے فرماتے ہیں:

"دوام ذکر کے باوجود دُعا کو رفع ید پر منحصر کرنا صحیح نہیں ہے، نہ ہی یہ

بات ہے کہ رفع ید محض بدعت ہے، کیونکہ اس کے بارے میں بہت سارے اقوال میں ہدایت ہے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد رفع ید کم کیا ہے۔ یہی حال اذکار واوراد کا بھی ہے، کہ آپؐ نے اپنے لیے وہ اذکار منتخب فرمائے تھے، جن کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لیے کیا تھا۔ بقیہ چیزوں کی آپؐ نے امت کو رغبت دلائی۔

"اس کے پیش نظر اب اگر کوئی شخص نماز کے بعد دُعا میں ہاتھ اُٹھانے کا التزام کرتا ہے تو گویا اس نے آپؐ کی ترغیبات پر عمل کیا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس پر بہت زیادہ نہیں ہے۔"

لا ان الرفع بدعة فقد هدى اليه في قوليات كثيرة وفعله بعد الصلوٰة قليلا وهكذا شأنه في باب الاذكار والاوراد اختار لنفسه ما اختاره الله به وبقي اشياء رغب فيه الامة فان التزام احدمنا الدعاء بعد الصلوٰة برفع اليدين فقد عمل بما رغب فيه وان لم يكثره بنفسه. (فیض الباری، ج ۲، ص ۱۶۷)

مذکورہ علماء، محدثین وفقہاء کی تحقیق کی روشنی میں یہ بات بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا نہ تو بدعت ہے نہ شرعاً قابل ترک۔ اس تعلق سے سطور بالا میں بیشتر ان علماء کی تحقیقات نقل کی گئی ہیں جو اہل حدیث ہیں، یا جن کی علماء اہل حدیث میں بڑی قدر واہمیت اور مقام ومرتبہ ہے۔

اس کے برعکس عدم جواز کے قائلین نے جو نکتے اور تحقیقات پیش کی ہیں وہ کوئی زیادہ اطمینان بخش نہیں ہیں۔ ایسے علماء میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، شیخ عبدالرحمن، شیخ سعید بن حجر وغیرہ کے نام لیے جاتے ہیں۔ ان حضرات کی راقم الحروف نے تحریریں اور تحقیقات پڑھی ہیں۔ سچ بات یہ ہے کہ ہمیں ان کی تحقیقات وتحریرات سے اطمینان نہیں ہوا۔ اور ایسا لگتا ہے کہ انھیں خود اطمینان نہیں ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوے کی ۲۲ ویں جلد میں نماز کے بعد دُعا کرنے کے سلسلے میں بحث وگفتگو کرتے ہوئے اُسے بدعت، غیر مستحب وغیرہ قرار

دیتے ہیں، لیکن آگے یہ خود ہی لکھ جاتے ہیں کہ چہرے پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں صرف ایک دو حدیثیں وارد ہیں جو لائق حجت نہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۲، ص ۵۱۹) وہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد نہیں بلکہ نماز کے اندر دعا کرنا اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے۔

سوال یہ ہے کہ ممانعت کی آپ کے پاس کتنی روایتیں ہیں۔ کیا ایک دو روایتیں جواز واستحباب کے لیے کافی نہیں ہوسکتی ہیں؟

امام ابن قیم کا دعویٰ یہ ہے کہ نماز کے سلام کے بعد قبلہ کی طرف یا مقتدی کی طرف متوجہ ہوکر دعا کرنا بالکل ثابت نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں کوئی صحیح اور نہ حسن روایت ہی مروی ہے۔ البتہ نماز کے اندر دعائیں کرسکتا ہے۔ سلام کے بعد مناجات کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے اس لیے نماز کے بعد دعا کرنا غیر مشروع ہے۔

(زاد المعاد جلد اوّل، ص ۵۸-۲۵۷)

لیکن یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا اور مقتدیوں کی طرف متوجہ ہونا صحیح بخاری کی روایتوں سے ثابت ہے۔ اس بات کے پیش نظر مولانا ظفر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن قیمؒ کے دعوے پر حیرت وتعجب کا اظہار کیا ہے۔

(دیکھیے اعلاء السنن، ج ۲، ص ۱۵۸-۱۵۹)

آئندہ صفحات میں نماز کے بعد مطلق دعا کے سلسلے میں بحث کریں گے۔ نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کے سلسلے میں قارئین پڑھ چکے ہیں۔

نماز کے بعد مطلق دعا کا بیان

قدیم علماء غیر مقلدین نماز کے بعد دعا اور اس میں ہاتھ اُٹھانے کو جائز قرار دیتے رہے ہیں جیسا کہ سابقہ تفصیلات سے واضح ہوتا ہے۔ لیکن بیشتر جدید غیر مقلد علماء، کچھ عرب علماء اور امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ کی کمزور تحقیق سے متاثر ہوکر نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے اور پھر انھیں چہرے پر پھیر لینے کا ہی صرف انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ سرے سے دعا کو ہی بدعت قرار دیتے ہیں اور اس کو شرعاً وعملاً ترک کرچکے ہیں۔ ان کی

مساجد میں دو چیزیں خاص طور سے دیکھنے کے لیے ملتی ہیں۔ایک تو بے پرواہی سے ننگے سر نماز پڑھنا، دوسری یہ کہ سلام پھیرتے ہی بغیر ذکر و دعا کے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اسے ''سنت پر عمل'' کا نام دیتے ہیں اور احادیث میں فرض نماز کے بعد دعا کرنے کے سلسلے میں جو روایات ہیں اُنھیں سلام سے پہلے، نماز کے اندر کی دعاؤں پر محمول کرتے ہیں۔شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ کی بھی یہی تحقیق و رائے ہے۔

لیکن ذکر و دعا کے تعلق سے تمام روایتیوں کے مطالعہ سے ان حضرات کی تحقیق و رائے مبنی بر صواب معلوم نہیں ہوتی ہے جو تمام دعاؤں کو نماز کے اندر سلام سے پہلے پر محمول کرتے ہیں۔

جن محدثین اور علمائے اہل حدیث کے حوالے گذشتہ صفحات میں دیے گئے ہیں وہ نماز کے بعد دعا کو مسنون قرار دیتے ہیں۔کچھ غیر مقلد علماء بھی یہی کہتے ہیں۔دستور المتقی غیر مقلدین کے حلقے کی مشہور کتاب ہے، جس میں تحریر کیا گیا ہے:

''نماز کے بعد جو کچھ اللہ سے مانگیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا بہت ہی مقبول ہوتی ہے۔''

(دستور المتقی، ص۱۱۶، مطبوعہ الکتاب انٹرنیشنل ۱۹۸۹ء)

ثبوت میں کتاب کے مصنف شیخ الحدیث مولانا یونس قریشی دہلوی نے ابوداؤد مترجم ص۳۵۱ کا حوالہ دیا ہے۔

اس تعلق سے سب سے واضح ثبوت و دلیل وہ روایت ہے جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسط سے نقل فرمایا ہے۔اور ان کی تحقیق کے مطابق روایت حسن درجے کی ہے۔

عن ابی امامة رضی الله تعالی عنه قال: قیل لرسول الله صلی الله علیه وسلم ای الدعاء اسمع؟ قال جوف اللیل الآخر و دبر الصلوٰت المکتوبات وقال حدیث حسن. (ترمذی کتاب الدعوات)

ابن خزیمہ نے اس رویت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ **صحیحه' ابن خزیمه۔**

(حاشیہ ریاض الصالحین، ص۵۶۴، باب مانی مسائل الدعا)

صاحبِ مشکوٰۃ محدث تبریزیؒ نے اس روایت کو کتاب الصلوٰۃ کے باب الذکر بعد الصلوٰۃ کی فصل ثانی میں نقل کیا ہے۔ترمذی کے حوالے سے حضرت امام شوق نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب آثار السنن جلد اوّل، ص۱۲۶ پر باب ماجاء فی الدعاء بعد المکتوبۃ میں نقل فرمایا ہے۔

اس روایت کے ایک راوی ابن جریج میں معمولی کلام ہے۔بقیہ رجال مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ثقہ ہیں۔ "رجال ثقات"

(الفاتح، ج۲، ص۳۲۶، مطبوعہ بنارس، ۱۹۹۵ء، چوتھا ایڈیشن)

ابن حجر عسقلانیؒ نے ہدایہ کی تخریج، درایہ میں نقل کر کے اس کے روایت کو ثقہ قرار دیا ہے۔(دیکھیے درایہ، ص۱۳۸) روایت کا ترجمہ یہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ، اللہ کے نزدیک کون سی دعا زیادہ مقبول و مسموع ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ آخر شب کے وسط کی اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے۔

جو حضرات نماز کے بعد دعا کے قائل نہیں ہیں، وہ روایت میں موجود لفظ ''دبر'' کو آخر کے معنی میں لیتے ہیں۔لیکن دیگر بہت سی روایتوں اور زیرِ بحث روایت کے سیاق و سباق کے الفاظ کے پیش نظر ''دبر'' کو آخر کے معنی میں لینا خلافِ حقیقت ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ لفظ ''دبر'' آخر، بعد، دونوں معنی میں آتا ہے تو صرف ایک معنی میں لینے کے لیے اصرار و ضد چہ معنی دارد؟ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے آخر میں سلام سے پہلے بھی دعائیں فرمانا ثابت ہے۔لیکن تمام دعاؤں کو سلام سے قبل نماز کے آخر پر محمول کرنا مبنی بر حقیقت نہیں ہوگا۔

مولانا عبید اللہ مبارکپوریؒ نے بھی زیرِ بحث روایت میں مذکور دُعا کو فرض نماز کے بعد پر محمول کیا ہے۔اور ''فی دبر کل صلاۃ'' کو عقب کل صلاۃ کے معنی میں لیا ہے۔

(دیکھیے مرعاۃ جلد۳، ص۳۳۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حنابلہ (مثلاً ابن قیمؒ، ابن تیمیہؒ) کے اس دعوے کی کہ یہ حدیث نماز کے اندر دُعا کرنے سے متعلق ہے، تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:

''یہ دعویٰ 'ذہب اہل الدثور' کی روایت سے رد ہو جاتا ہے کیونکہ اس روایت میں تو یہ ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد تسبیح پڑھتے تھے اور یہ یقیناً نماز کے بعد ہوتی تھی۔''

(فتح الباری ج۲،ص۲۷۸)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی الجامع الصحیح جلد دوم میں جو باب قائم کیا ہے اس سے بھی مذکورہ دعوے کی تردید ہو جاتی ہے۔ آپ نے جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے "الدعاء بعد الصلوٰۃ" یعنی نماز کے بعد دُعا کرنے کا بیان، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب کی جو اہمیت ہے، اس سے علم حدیث کا ہر طالب علم واقف ہے۔

امام بخاریؒ نے مذکورہ باب کے تحت جو روایتیں نقل کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

عن ابی ھریرۃ قالوا یا رسول اللہ ذھب اھل الدثور بالدرجات والنعیم المقیم قا: کیف ذاک؟ قال صلوا کما صلینا وجاھدوا کما جاھدنا وانفقوا من فضول اموالھم ولیست لنا اموال، قال افلا اخبرکم بامر تدرکون بہ من کان قبلکم وتسبقون من جاء بعدکم ولایاتی احد بمثل ماجئتم بہ الامن جاء بمثلہ تسبحون فی دبر کل صلاہ وتحمدون عشراً وتکبرون عشراً.

اس روایت کی خط کشیدہ عبارت قابل توجہ ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ غریب صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت مند تو ہم سے بازی لے گئے، درجات میں بھی اور حصولِ جنت میں بھی، اس کے جواب میں دل جوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے آپؐ نے ان غریب صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم ان دولت مندوں کے درجات کو پاسکتے ہو۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ تم ہر فرض نماز کے بعد دس بار الحمدللہ اور دس بار اللہ اکبر پڑھ لو۔

○ دوسری روایت یہ ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلاۃ اذا سلم لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولامعطی لما منعت ولاینفع ذاالجدمنک الجد.

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد جب سلام پھیر لیتے تو کہتے لاالٰہ الا اللہ الخ۔

بخاری شریف کی ان دو روایتوں اور دیگر روایتوں کے پیش نظر حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ جو حضرات فرض نمازوں کے بعد مطلقاً دُعا کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا قول مردود ہے۔ **(قلت وما ادعاہ من النفی مطلقاً مردود فقط ثبت عن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یامعاذ انی واللہ لأحبک فلا تدع دبر کل صلاۃ ان تقول اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک وحسن عبادتک. اخرجہ ابوداؤد والنسائی وصححہ ابن حبان والحاکم)**

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا بعد الصلوٰۃ کا جو باب، قائم کیا ہے اس کے تعلق سے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ باب قائم کرنے کا مقصد ان لوگوں کا رد ہے، جو کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دُعا مشروع نہیں ہے۔ **(ای المکتوبۃ وفی ھذہ الترجمۃ رد علی من زعم ان الدعاء بعد الصلوٰۃ لایشرع)**

آگے انھوں نے ابن قیمؒ رحمۃ اللہ علیہ کے اس دعوے کی تردید کرتے ہوئے کہ فرض نماز کے بعد امام کا، مقتدی یا قبلہ کی طرف، رُخ کر کے دُعا کرنا ثابت نہیں ہے، لکھا ہے کہ یہ ثابت ہے کہ فرض نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور یہ سب دُعائیں کرتے تھے۔

فقد ثبت انہ کان اذا صلی اقبل علی اصحابہ فیحمل ماورد من الدعاء بعد الصلوٰۃ علی انہ یقول بعد ان یقبل بوجھہ علی اصحابہ.

آگے انھوں نے حضرت ابوبکرؓ والی روایت مسند احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم کے

حوالے سے نقل کی ہے۔روایت یہ ہے۔

اللهم انی اعوذبک من الکفر و الفقر کان النبی صلی الله علیه وسلم یدعوبهن دبر کل صلاة.

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا کرتے تھے۔

جو حضرات، احادیث میں مذکورہ دُعاؤں کو سلام سے پہلے کی دُعاؤں پر محمول کرتے ہیں ان کی حضرت امام بخاریؒ نے باب الدعاء بعد الصلوٰۃ قائم کرکے پوری طرح تردید و تغلیط فرمادی ہے۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس طرح کے کمزور دعوے کی پوری طرح تردید کردی ہے۔انھوں نے لکھا ہے کہ دبر کے معنی نماز کے آخر، سلام سے پہلے پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، ہر نماز کے بعد ذکر کے لیے کہا گیا ہے اور اس سے متفقہ طور پر سلام کے بعد کا ذکر ہی مراد ہے۔(**فان قیل المراد بدبر کل صلاة قرب آخرها وهو التشهد، قلنا قدوردالامر بالذکر دبر کل صلاة والمراد به بعد السلام اجماعاً.**

حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے راقم الحروف نے جو لکھا ہے وہ فتح الباری جلد گیارہ کے صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۲ میں موجود ہے۔

بہت سی صحیح روایتوں میں واضح طور پر فرض نماز کے سلام کے بعد دعائیں کرنے کا ذکر ہے۔گذشتہ سطور میں بخاری شریف کے حوالے سے جو دوسری روایت نقل کی گئی ہے اس میں صریح طور پر سلام کے بعد، دعا کا ذکر ہے۔اس لیے روایتوں میں مذکور، دعاؤں کو سلام سے پہلے نماز کے آخر پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔اس بات کو اور مذکورہ تفصیلات کو نظر میں رکھتے ہوئے ذیل کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

- **کان اذا سلم استغفر الله ثلاثاً وقال اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام** (ترمذی، ابوداؤد باب مایقول الرجل اذا سلم، نسائی باب الاستغفار بعد التسلیم، ابن ماجه باب مایقول بعد التسلیم)
- **وکان یقول فی دبر کل صلاة مکتوبة لا اله الا الله لاشریک**

الخ...... (بخاری فی صفة الصلوٰة. باب الذکر بعد الصلوٰة وفی الدعوات باب الدعاء بعد الصلوٰة، وفی الرقاق باب مایکره من قیل وقال وفی القدر باب لامانع لما اعطی. مسلم باب استحباب الذکر بعد الصلوٰة وبیان صفته)

- **عن علی ابن ابی طالب ان رسول الله ﷺ کان اذا سلم من الصلوٰة قال اللهم اغفرلی ماقدمت وما اخرت الخ......** (ترمذی کتاب الدعوات، وقال حدیث حسن صحیح، ابوداؤد باب مایقول الرجل اذا سلم واسناده صحیح)
- **کان رسول الله ﷺ یقول فی دبر کل صلوٰة اللهم ربنا ورب کل شئی وملائکته الخ......** (ابوداؤد مذکوره باب)

نماز کے بعد دُعا کے سلسلے میں اس طرح کی روایتوں کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ اگر سب کو جمع کردیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔صحاح ستہ کے علاوہ ابن سنی کی عمل الیوم واللیلة، حافظ متقی کی کنزالاعمال، شوکانی کی نیل الاوطار اور دیگر حدیث کی کتابوں کے کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الدعوات اور باب الذکر والدعاء کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات و مباحث سے دُعا میں رفع یدین اور نماز کے بعد، دُعا کے تعلق سے انشاءاللہ بات کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور بات کی تہہ تک پہنچنے میں قارئین کو آسانی ہوگی۔نیز یہ بھی واضح ہوگا کہ اعتدال و احتیاط کی راہ کون سی ہے۔

مسلکُ السّادات فِی الدُّعاءِ بعدَ المکتوبات

یعنی

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دُعا

مؤلفہ : مولانا محمد عبدالمعبود

مکتبہ رحمانیہ
اقراء سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور
MAKTABA-E-REHMANIA

مَسلکُ السّادَاتؒ فِی الدُّعَاءِ بَعدَ المَکتُوبَاتؒ

یعنی

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دُعاء

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دُعاء
احادیث، آثارِ صحابہ، فقہ اسلامی اور سلفِ صالحین
کے اقوال کی روشنی میں!

مؤلفہٗ : مولانا محمّد عبد المعبود

مکتبہ رحمانیہ اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار لاہور

نام کتاب .... مسلک السادات فی الدعاء بعد المکتوبات
تالیف .... محمد عبد المعبود
ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ' اقراء سنٹر' غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
تعداد ۱۱۰۰
تاریخ اشاعت اوّل: .... جون ۲۰۰۱ء
مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز

ملنے کے پتے

☆ مکتبۃ العلم 18 اردو بازار' لاہور

☆ اسلامی کتب کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار' لاہور

☆ خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ' اردو بازار' لاہور

☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار' مدینہ کلاتھ مارکیٹ' راولپنڈی

شرف انتساب

بندۂ ناچیز اپنی اس حقیر سی خدمت کو نابغۂ روزگار علماء دیوبند کے نام منسوب کرتا ہے۔ جنہوں نے برصغیر کے ظلمت کدہ میں علوم نبوت کی شمع فروزاں کی۔ اور کفر والحاد کے ہلاکت خیز طوفانوں اور تند و تیز باد مخالف کے تھپیڑوں میں بھی اپنے خونِ جگر دے کر اس کا تحفظ کیا۔

اس قدسی صفات جماعت نے سنتِ نبوی ﷺ کی ضیا گستری سے امت مسلمہ کے عقائد و اعمال۔ اخلاق و اطوار اور عبادات میں کیف و سرور پیدا کیا، اور انسانیت کے گم کردہ راہ قافلہ کو پھر سے جادۂ حق پر گامزن کر دیا۔

احقر اس انتساب کو اپنے لئے ذریعہ نجات اور ان کے طوقِ غلامی کو موجب کامرانی سمجھتا ہے۔

بندہ بے نوا

محمد عبد المعبود عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
۲ ستمبر ۲۰۰۰ء

بسم الله الرحمن الرحيم

آئینہ کتاب

آداب دعا حدیث کے تناظر میں

دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے

توقف کی مقدار

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا

فرائض کے بعد اجتماعی دعا اور صحابہ کرام کا تابناک عمل

نماز کے بعد ذکر جہر کی ممانعت

علماء دیوبند کا تعامل

عرض ناشر

دعا کے بارے میں رسول رحمت' اشرف الانبیاء' سید المرسل خاتم المعصومین ﷺ کا فرمان ہے کہ

''دعا عبادت کا مغز ہے''

اور اسی دعا کے بارے میں کسی بندہ کامل کا قول ہے کہ

''دعا بندے اور خالق کے درمیان بالمشافہ گفتگو ہے۔''

اس لیے نیک عمل کی تکمیل کے بعد اس عمل کی قبولیت اور اپنی حاجات و ضروریات کے لیے اللہ کے حضور التجا انبیاء و رسول علیہم السلام کا محبوب عمل رہا۔ کیونکہ جب بندہ نیکی کا عمل کرتا ہے تو رحمت الٰہی اس بندے پر سایہ فگن ہو جاتی ہے۔ فرشتے اس کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں اگر کوئی شخص اللہ سے نہ مانگے تو محرومی کے علاوہ اس کو کیا نام دیا جا سکتا ہے؟

دعا کے بارے میں بھی ماضی قریب میں ایک اسی قسم کی بحث شروع کی گئی کہ کیا فرض نمازوں کے بعد دعا کا کوئی ثبوت سنت مبارکہ میں ہے؟ ایسی بحثوں سے عوام میں ذہنی انتشار خصوصاً اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا ہونا ایک بدیہی امر ہے۔

زیر نظر کتاب عوام کے اسی ذہنی انتشار اور خلجان کو دور کرنے کی ایک کوشش ہے اس کتاب کو علماء حقہ کے خوشہ چین حضرت مولانا محمد عبدالمعبود دامت برکاتہم نے نہایت عرق ریزی سے مرتب کیا ہے اور اس کا مواد سنت مبارکہ اور سنت کے شارحین و عاملین حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مسلسل عمل ہے۔ اس کے بعد ہر دور کے ائمہ

و مجتہدین، محدثین و مفسرین اور علماء حق کے اقوال وضاحت وتشریح کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔

کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک بے مثل کوشش ہے۔ جس کا مقصد مسلمانوں میں کتاب وسنت اور آثار صحابہؓ پر عمل کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔ ایک ملاقات کے دوران حضرت مؤلف نے اس کتاب کا ذکر کیا تو بندہ نے اس کو دینی خدمت و سعادت خیال کرتے ہوئے حضرت مؤلف سے درخواست کی کہ اس کی اشاعت کا اعزاز ''مکتبہ رحمانیہ لاہور'' حاصل کرنا چاہتا ہے تو موصوف نے کمال وسعت اور عالی ظرفی کے ساتھ ادارہ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ اس کتاب کی کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تزئین کے لیے خصوصی کوشش کی گئی تاکہ یہ کتاب شایان شان انداز سے قارئین کو ذوق مطالعہ کا سامان مہیا کرے۔ بایں ہمہ اس بات کا امکان ہے کہ کوئی غلطی رہ گئی ہو اس لیے اراکین ادارہ آپ سے عرض گذار ہیں کہ اگر کسی بھی قسم کی فنی یا طباعتی غلطی محسوس کریں تو ادارہ کو ضرور مطلع کریں تاکہ ان اغلاط کا ازالہ کیا جاسکے۔

ادارہ اس سلسلہ میں معاونت کرنے والے تمام معاونین اور مؤلف کتاب حضرت مولانا محمد عبدالمعبود دامت برکاتہم کا تہہ دل سے شکرگزار ہے اور اراکین ادارہ آپ سے امید کرتے ہیں کہ اپنی دعاؤں میں ادارہ کے اراکین و معاونین اور اس نیک کام کی تحریک کرنے والوں کو بھی شامل کرلیا کریں گے۔

والسلام
مقبول الرحمٰن عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

الحمدلله وحده والصلاة والسلام علی من لانبی بعده. اما بعد

اسوۂ نبوی کی تابانی اور ضوفشانی سے اسلامی افعال و اعمال اور طور واطوار کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اور ان میں فرحت انگیز نکھار پیدا ہوتا ہے۔ اعمال کی زیبائی ورعنائی اور قبولیت بھی سنتِ مصطفویؐ ہی کی رہینِ احسان ہے۔

اسلامی اداؤں اور آرزوں کا حسین وجمیل انداز ''دعا'' کا ہے۔ دعا خواہ اخروی سرفرازی وکامرانی کے لئے ہو یا دنیوی اغراض و مقاصد کی حامل۔ دعا خواہ شاہ وگدا کی صدا ہو یا انبیاء ومرسلین کی سوز و گداز سے معمور التجاء۔ سب ہی کا ملجاؤ ماویٰ ایک ہی ہے۔ سب کا ''داتا'' ایک ہی ہے۔ سب نے مانگنا ایک اللہ ہی سے ہے۔

رحمتِ کائنات ﷺ نے مانگنے کا انداز' ڈھب اور ادا نہایت عمدگی سے سکھائی۔ مانگنے کا طریقہ اور الفاظ تک سے روشناس کیا۔ قبولیت کے اوقات اور مقامات کی نشاندہی فرمائی اور حد یہ کہ شہنشاہ کونین ﷺ نے بنفس نفیس ''سوالی'' بن کر مانگ کر دکھایا۔ اور فرمان ذیشان ہے۔ "الدعاء مخ العبادة" مانگنا عبادت خداوندی کا جوہر اور گوہر ہے۔

کیوں نہ ہو مانگنے میں جس عاجزی' انکساری اور فروتنی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ کسی اور عبادت میں یہ کیفیت ناپید ہے۔

قبولیت دعا کے اوقات میں سے فرض نماز کے بعد کا وقت بھی ہے اور اسے یہ اعزاز لسانِ نبوت سے مرحمت ہوا' اور آپ نے اپنے مقدس و مبارک عمل سے اس کی رفعت و عظمت کو ہم دوشِ عرش بریں کر دیا۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی و انفرادی دعا کا پاکیزہ عمل عہد صحابہ سے تا ہنوز تواتر کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ ائمہ' محدثین' مفسرین' فقہا' علما و مشائخ اور مفتیانِ امت سب ہی اس کے مسنون و مستحب اور محبوب و مرغوب عمل ہونے کے قائل اور فاعل تھے اور ہیں۔ کسی دور میں بھی حاملین علوم نبوت علماء و مشائخ نے نہ تو اس کے استحباب کا انکار کیا اور نہ ہی عملاً اس سے اعراض و اجتناب کیا بلکہ اپنے افعال و اقوال سے ہمیشہ اس کی پذیرائی اور سر پرستی فرمائی۔

اس مسنون و مستحب' مرغوب و محبوب' متواتر اور متوارث عمل کو بدعت قبیحہ شنیعہ اور حرام قرار دینا ناپاک جسارت ہی نہیں' بلکہ بشمول صحابہ کرام' ائمہ اسلام' علماء کرام' مشائخ عظام اور صلحاء امت پر مبتدع ہونے کا سنگین الزام بھی ہے۔ جو ایک نا قابل تلافی و معافی جرم عظیم ہے۔

البتہ اس پر مواظبت' مداومت اور استمرار محل نظر ضرور ہے۔ یا جو خلافِ سنت امور اس میں شامل کر لئے گئے ہیں' وہ یقیناً قابل صد نفرین اور واجب الترک ہیں۔ لیکن نفس دعا ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر بالیقین مسنون و مرغوب عمل ہے۔

اس موضوع کی اہمیت و افادیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کتنے ہی نامی گرامی عمائدین امت نے عربی اور اردو زبان میں متعدد چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو وقیع علمی دستاویزات اور گراں قدر تحقیقی سرمایہ ہیں۔

حتی کہ غیر مقلد علما کی کتابوں میں بھی اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مسنون اور مستحب ہے' اور مولانا علی محمد سلفی نے اس موضوع پر مستقل کتاب ''اجتماعی دعا بعد نماز'' تصنیف فرمائی۔ جس میں متشدد و غالی غیر مقلدین کی سخت سرزنش بھی کی ہے۔

لیکن صد ہا افسوس ہمیں ان ہم مشرب وہم مسلک علماء پر ہے۔ جو جادۂ حق سے بہک گئے ہیں' اور سلف صالحین کے تعامل اور تحقیق سے روگردانی کر کے اس مسنون' متواتر اور متوارث عمل کو بدعت قرار دے کر اسے ترک کر دیا ہے اور اس کے خلاف تحریری و زبانی محاذ آرائی پر کمر بستہ ہیں۔ حالانکہ ہم سب کے مقتداء' اساتذہ اور مشائخ سب ہی اس کی سنیت واستحباب کے قائل اور فاعل ہیں۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے ۔۔۔ نگاہ یار سلامت ہزار میخانے

ان حالات و واقعات کے پیش نظر یہ مناسب اور ضروری سمجھا کہ احادیث و آثار' محدثین ومفسرین کے اقوال' فقہاء اور مفتیان دین کی آراء اور بالخصوص عمائدین و اکابرین دیوبند' جن کا علم وعمل زہد وتقوی اور فہم وفراست مینارۂ نور اور سنت نبوی کا عکس جمیل گردانا جاتا ہے' کے ارشادات' تعامل' فتاوی اور مباحث پر مبنی علمی و تحقیقی دستاویز تیار کی جائے تاکہ

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ ---کا مصداق پورا ہو جائے

اس سلسلہ میں راقم اثم کی نہ تو کوئی ذاتی تحقیق ہے اور نہ ہی کوئی علمی کمال۔ بلکہ صرف ناقل کی حیثیت سے مبسوط کتابوں کے منتشر اوراق سے گلہائے رنگارنگ ایک گلدان میں سجادیئے ہیں۔ جن کی روح پرور اور ایمان افروز مہک انشاء اللہ تعالی دل ودماغ کو معطر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اس سلسلہ میں فضیلۃ الشیخ مفتی محمد اقبال مدفیوضھم مسجد کبریا' مدینۃ الحجاج اسلام آباد اور مخدومی وسیدی مولانا حمید الرحمن دامت برکاتھم خطیب منگرال ٹاؤن راولپنڈی کی معاونت کا بے حد سپاس گذار ہوں' جنہوں نے کتابوں کی فراہمی کے ساتھ پرخلوص دعاؤں سے نوازا۔

حوالہ جات کے نقل واخذ میں پوری احتیاط کی گئی ہے' تاہم سہو ولغزش انسان کے خمیر میں شامل ہے۔ اس لئے اہل علم حضرات سے مودبانہ التماس ہے کہ غلطیوں اور خامیوں سے مربیانہ وناصحانہ انداز میں نشاندہی فرمائیں۔ تاکہ ان کی اصلاح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ اس محنت و کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے مسلمانوں کی راہنمائی کا موجب بنائے۔ اور ہر خاص و عام کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

اِعْمَلْ بِعِلْمِیْ وَلاَ تَنْظُرْ اِلٰی عَمَلِیْ
یُنْفَعَکَ قَوْلِیْ وَلاَ یَضُرُرْکَ تَقْصِیْرِیْ

بندے بے نوا
محمد عبد المعبود عفا اللہ عنہ
۲۷ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ یکم ستمبر ۲۰۰۰ء

دعا کے آداب

ہر ایک چیز کے آداب ہوتے ہیں اور آداب ہی کی رعایت سے اس چیز کی عظمت اور اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ دعا کے بھی آداب پائے جاتے ہیں جن کی تعلیم ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دی ہے'

حدیث :- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دعا کرتے ہوئے دیکھا کہ جو دعا میں یوں کہہ رہا تھا۔

یَا ذَالْجَلاَلِ وَالاِکْرَام

آپؐ نے ارشاد فرمایا تو نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کر لی ہے اب تو دعا مانگ تیری دعا ضرور قبول ہوگی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۲)

حدیث :- رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے نماز میں دعا کی جس میں نہ اللہ کی حمد بیان کی نہ نبیؐ پر درود بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی نے دعا میں جلد بازی کی' پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس سے یا اس کی موجودگی میں دوسرے آدمی کو مخاطب کر کے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دعا کرنے سے پہلے اسے چاہیے کہ اللہ کی حمد وثنا کرے پھر اس کے رسول پر درود بھیجے اس کے بعد جو چاہے اللہ سے مانگے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۸۶' مسند امام احمد ج ۲ ص ۱۸' ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸)

درود شریف کی برکات :-

حدیث :- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

ان الدعاء موقوف بین	بے شک دعا آسمان وزمین کے درمیان
السماء والارض لا یصعد	موقوف ومعلق رہتی ہے' اس کا کچھ حصہ

منها شیءٌ حتّٰی تصلیَ علی نبیک. (ترمذی' ابواب الصلوۃ الوتر ج۱ ص۱۱۵)

بھی اوپر نہیں جاتا (بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہوتا) یہاں تک کہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود نہ بھیجے۔

حدیث:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں میں نے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد دعا میں' میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر رسول اللہ ﷺ کی ذات کے لئے درود پڑھا پھر میں نے اپنی ذات سے دعا شروع کی۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سل تعطه سل تعطه. (مشکوٰۃ ص ۹۳)

مانگ تو دیا جائے گا مانگ تو دیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء بین الصلاتین علی لا یرد.

دو درودوں کے درمیان مانگی جانے والی دعا کبھی مسترد نہیں ہوتی۔

علامہ علی بن سلطان القاری اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

شیخ ابوسلیمان درانی نے فرمایا۔ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو' تو دعا کی ابتدا حضور اقدس ﷺ کی ذات پاک کے لئے درود شریف سے کرو۔ پھر جو چاہو دعا مانگو۔ پھر دعا کا اختتام بھی رسول اکرم ﷺ کی ذات والاصفات کے لئے درود شریف پر ہی ہو۔

پھر اللہ جل شانہ اپنے لطف وکرم سے دونوں درود شریف تو قبول فرمالیں گے اور اس کے بے انتہاء کرم اور احسان سے بعید ہے کہ درمیان کی دعا قبول نہ فرمائیں (یعنی ضرور قبول ہوگی)۔ (شرح شفاج ۲ ص ۱۱۴)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو دعا اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول کرے

گا اور عطا فرمائے گا' اور جان لو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جس کا دل دعا کے وقت اللہ سے غافل اور بے پرواہ ہو۔

(مستدرک حاکم ج۱ص۴۹۳)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے دعا کریں اور مانگیں اور فرمایا (اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید رکھتے ہوئے) اس بات کا انتظار کرنا کہ وہ مصیبت اور پریشانی کو اپنے لطف و کرم سے دور فرمادے گا۔ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ (مستدرک حاکم ج۱ص۴۹۳)

آدابِ دعا حدیث کے تناظر میں

امام جزریؒ نے مختلف احادیث سے آدابِ دعا کو بڑے سلیقہ سے اپنی کتاب ''حِصنُ حَصِین'' کی زینت بنایا ہے۔

(۱) باوضو ہونا' (۲) پہلے اللہ کی حمد وثناء کرنا اور اس کے اسماء حسنیٰ اور صفات کاملہ کا واسطہ دینا' (۳) پھر درود شریف پڑھنا' (۴) قبلہ رخ ہونا' (۵) خلوص دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا اور یہ یقین رکھنا کہ صرف اللہ جل شانہ ہی دعا قبول کر سکتا ہے' (۶) پاک وصاف ہونا' (۷) باوضو ہونا' (۸) کوئی نیک عمل دعا سے پہلے کرنا یا دو چار رکعت نماز پڑھ کر دعا کرنا' (۹) دعا کے لئے دوزانو ہوکر بیٹھنا' (۱۰) دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہوں' (۱۱) خشوع وخضوع کے ساتھ باادب ہوکر دعا کرنا (پورے جسم سے ادب ظاہر ہو اور آواز میں پستی ہو)' (۱۲) دعا کرتے وقت عاجزی اور تذلل ظاہر کرنا' (۱۳) دعا کرتے وقت حال اور قال سے (یعنی جسم اور جان سے اور زبان) سے مسکینی ظاہر کرنا' (۱۴) آسمان کی طرف نظر نہ اٹھانا' (۱۵) شاعرانہ تک بندی سے اور گانے کی طرز سے بچنا' (۱۶) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام و صالحین کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا' (۱۷) گناہوں کا اقرار کرنا' (۱۸) خوب رغبت امید اور مضبوطی کے ساتھ جم کر اس یقین کے ساتھ دعا کرنا کہ ضرور قبول ہوگی' (۱۹) دل حاضر کر کے دل کی گہرائی سے دعا کرنا' (۲۰) کسی چیز کا بار بار سوال کرنا جو کم از کم تین بار ہو' (۲۱) خوب الحاح کے ساتھ دعا کرے یعنی للچا کر اصرار کے ساتھ اللہ سے مانگے' (۲۲) کسی امر محال کی دعا نہ کرے' (۲۳) جب کسی کے لئے دعا کرے تو پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے کے لئے' (۲۴) ایسی دعا کو اختیار کرے جس کے الفاظ کم ہوں' لیکن الفاظ کا معنوی

عموم زیادہ ہو یعنی ایک دو لفظ میں چند الفاظ میں دنیا و آخرت کی بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے' (۲۵) قرآن و حدیث میں جو دعائیں آئی ہیں' ان کے ذریعہ دعائیں کرے ان کے الفاظ جامع بھی ہیں اور مبارک بھی' (۲۶) اپنی ہر حاجت کا اللہ سے سوال کرے' اگر نمک کی ضرورت ہو تو وہ بھی اللہ سے مانگے اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اس کے لئے بھی اللہ سے سوال کرے' (۲۷) امام ہو تو صرف اپنے ہی لئے دعا نہ کرے بلکہ مقتدیوں کو بھی دعا میں شریک کرے (واحد کے لفظ کے بجائے جمع کے الفاظ سے دعا کرے)' (۲۸) دعا کے ختم سے پہلے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے' (۲۹) اور رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجے' (۳۰) اور ختم پر آمین کہے' (۳۱) اور بالکل آخر میں منہ پر ہاتھ پھیر لے۔

ان آداب کی جس قدر ہو سکے رعایت کرے یوں اللہ کی بڑی شان ہے وہ بغیر رعایت آداب کے بھی قبول فرما سکتا ہے۔

''آمین'' ضامن قبولیت:۔

حدیث:۔ زہیر نمیری سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باہر نکلے' ہمارا گزر اللہ کے ایک بندے پر ہوا جو بڑے الحاح سے اللہ کے حضور دعا مانگ رہا تھا' رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر اس کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کا مانگنا' گڑگڑانا سننے لگے پھر آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا' کہ اگر اس نے دعا کا خاتمہ صحیح کیا اور مہر ٹھیک لگائی' تو جو اس نے مانگا ہے اس کا اس نے فیصلہ کروالیا۔

ہم میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضورؐ صحیح خاتمہ کا اور مہر ٹھیک لگانے کا طریقہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا' آخر میں آمین کہہ کر دعا ختم کرے (تو اگر اس نے ایسا کیا تو پس اللہ سے طے کرالیا)۔ (ابوداؤد ج ا ص ۹۴ باب التامین وراء الامام)

دعا کی فضیلت:۔

حدیث:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الدعاء هو العبادة — دعا مانگنا بعینہ عبادت کرنا ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ. (ترمذی ج ۲ کتاب الدعوات ص ۱۷۵۔ مستدرك ج۱ ص ۴۹۱۔ مسند امام احمد ج۵ ص۲۶۷)

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا بیشک جو لوگ میری عبادت (مجھے پکارنے سے) سرتابی کرتے ہیں وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ ذلیل وخوار ہوکر۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (پ۸ سورة الاعراف)

اپنے رب سے دعا کرو عاجزی اور زاری کے ساتھ' پوشیدہ یعنی آہستہ آواز سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے حد سے بڑھنے والوں کو۔

حدیث:-

عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: يقول الله تعالىٰ عزوجل. انا عند ظن عبدی بی. وانا معه اذا دعانی.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ دعا میں مشغول ہوتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (صحیح بخاری' صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۳' مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۳)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ. (ترمذی ج۲ کتاب الدعوات ص۱۷۵)

دعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

عبادت کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خضوع وتذلل اور اپنی بندگی ومحتاجی کا مظاہرہ اور دعا کا جزو وکل اور اوّل وآخر اور ظاہر وباطن یہی ہے' اس لئے دعا بلاشبہ

عبادت کا مغز اور جوہر ہے۔

الحدیث:- حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سب سے افضل عبادت دعا ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی **وقال ربکم ادعونی استجب لکم** الخ (مستدرک ج ا ص ۴۹۱)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدعاء سلاح المؤمن' وعمادُ الدِّین' ونور السمٰوٰتِ والأرض.	دعا مومن کے لئے ہتھیار ہے اور یہ دین کا ستون ہے اور زمین و آسمان کا نور ہے۔ (مستدرک حاکم ج ا ص ۴۹۲)

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من فتح له منکم باب الدعاء فتحت له ابواب الرحمة وما سئل الله شيئا يعني احب اليه من ان يسئل العافية وقال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدعاء ينفع مما نزل و ممالم ينزل فعليكم عبادالله بالدعاء. (ترمذی ج۲ ص۔ الترغیب والترهیب ج۲ ص۴۷۹)	جس آدمی کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا (یعنی دعا مانگنے کی توفیق دے دی گئی) اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے اللہ تعالیٰ سے جو دعائیں مانگی جاتی ہیں، ان میں اللہ کو سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس سے دنیا وآخرت میں عافیت کی دعا مانگی جائے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دعا کارآمد اور نفع مند ہوتی ہے ان حوادث میں بھی جو نازل ہو چکے ہیں اور ان میں بھی جو ابھی نازل نہیں ہوئے' پس اے اللہ کے بندوں دعا کا اہتمام کرو۔

آپ کے اس ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جو بلا اور مصیبت ابھی تک نازل نہیں ہوئی' بلکہ اس کا صرف خطرہ اور اندیشہ ہے اس سے حفاظت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا

کرنی چاہیے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دعا بھی نافع ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کو دور فرما کر عافیت نصیب فرمائیں گے۔

حدیث: -رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لم يسأل الله يغضب عليه. (ترمذی ج۲ کتاب الدعوات ص۱۸۵۔ مستدرك ج۱ ص۴۹۱)

جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔

حدیث: -رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله حي كريم يستحي اذا رفع الرجل اليه يديه أن يردهما صفرا خائبتين. (ترمذی ج۲ کتاب الدعوات ص۱۹۶۔ مستدرك حاكم ج۱ ص۲۹۷)

بے شک تمہارے رب میں بے حد حیا اور کرم کی صفت پائی جاتی ہے۔ جب بندہ اس سے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی واپس کردے۔

حدیث: -رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أن الله رحيم كريم يستحيى من عبده أن يرفع اليه يديه' ثم لايضع فيهما خيراً. (مستدرك حاكم ج۱ ص۴۹۷)

بیشک اللہ تعالیٰ انتہائی حیا والے اور سخی ہیں اسے شرم محسوس ہوتی ہے جب بندہ اس سے مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلائے اور وہ اس میں بہتری اور بھلائی نہ عطا فرمائے۔

حدیث: -

عن سلمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ربكم تبارك و تعالى حيى كريم يستحيى من عبده اذا رفع يديه اليه ان يردهما صفراً.

(ابوداؤد ج۱ ص۱۴۸ باب الدعاء ابواب شهر رمضان)

ممنوع دعائیں:-

بسا اوقات انسان صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے اور جلد نا امیدی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا علم بھی بہت محدود و ناقص ہے اس لئے بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی دعائیں بھی کرنے لگتا ہے جو اگر قبول ہو جائیں تو اس میں خود اسی کا خسارہ اور نقصان ہو۔ اس لئے رسول اللہؐ نے ایسی دعاؤں سے منع فرمایا ہے۔

حدیث:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم کبھی اپنے حق میں یا اپنی اولاد اور مال و جائیداد کے حق میں بد دعا نہ کرو، مبادا وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو اور تمہاری وہ دعا اللہ تعالیٰ قبول فرما دے (جس کے نتیجے میں خود تم پر یا تمہاری اولاد پر کوئی آفت آ جائے) (صحیح مسلم)

حدیث:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''تم میں سے کوئی اپنی موت کی تمنا نہ کرے، نہ جلدی موت آنے کے لئے اللہ سے دعا کرے، کیونکہ جب موت آ جائے گی تو عمل کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا (اور اللہ کی رضا و رحمت حاصل کرنے والا کوئی عمل بندہ نہیں کر سکے گا، جو عمل بھی کیا جا سکتا ہے جیتے جی ہی کیا جا سکتا ہے) اور بندۂ مومن کی عمر تو اس لئے خیر ہی میں اضافہ اور ترقی کا وسیلہ ہے (اس لئے موت کی تمنا اور دعا کرنا بڑی غلطی ہے)۔'' (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲)

اجابت دعا:-

اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی سے بندے کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ بعض اوقات اظہار قبولیت میں دیر ہوتی ہے لیکن عام آدمی یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہی نہیں ہوئی۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جس دعا کی قبولیت کے لئے جلد بازی سے کام نہ لیا جائے تو وہ قبول ہو جاتی ہے''

حدیث:-

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَّالَمْ یَعْجَلْ یَقُوْلُ دَعَوْتُ فَلَمْ یَسْتَجَبْ لِی.

(رواہ البخاری ج۲ ص۹۳۸۔ مسلم ج۲ ص۳۵۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص دعا کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ جلدی نہ مچائے (پھر جلدی کرنے کا مطلب بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دعا کرتے کرتے) کہتا ہے کہ میں نے دعا کی سو وہ قبول نہ ہوئی۔

تشریح:- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا قبول ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ دعا کرنا نہ چھوڑے اور یوں نہ کہے کہ اتنا عرصہ ہو گیا دعا قبول نہیں ہوتی دعا کا ظاہری اثر نظر آئے یا نہ آئے بہر حال دعا مانگتا رہے۔

حدیث:-

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تک بندہ قطع رحمی اور گناہ کی دعا نہ کرے اس وقت تک اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے (اور) جب تک جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ جلدی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے، میں نے دعا کی اور دعا کی لیکن مجھے قبول ہوتی نظر نہیں آتی یہ کہتا ہے اور اس حالت پر پہنچ کر دعا کرنے سے تھک جاتا ہے اور دعا کرنا چھوڑ بیٹھتا ہے۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۳۵۲)

حضرت موسیٰ کی دعا چالیس سال بعد قبول ہوئی:

قبولیت دعا کے باوجود اس کے ظاہر ہونے میں تاخیر بھی ممکن ہو سکتی ہے اور اس کے اظہار کا وقت بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ اور سیدنا ہارون علیہما السلام دو نبی اللہ کے حضور دست بدعا ہیں۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ.

اے ہمارے رب مٹا دے ان کے مال اور سخت کردے ان کے دل۔ (سورہ یونس آیت ۸۹)

اور اس کے جواب میں اللہ جل وشانہ نے ارشاد فرمایا قَدْ اُجِيْبَتْ دَعْوَتُكُمَا. کہ تمہاری دعا یقیناً قبول ہو گئی ہے۔ لیکن اس کے پورے چالیس سال بعد تک بھی فرعون اور اس کی قوم دھندناتی رہی اور قبولیت دعا کا اظہار چالیس سال بعد ہوا۔ (تفسیر بحرالمحیط ج ۵ ص ۱۸۶۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۲۹)

قبولیت دعا کی نوعیت:

حدیث:- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ مسلمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيْهَا اِثْمٌ وَلَا قَطِيْعَةُ رَحْمٍ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا اِحْدٰى ثَلٰثٍ اِمَّا اَنْ يُعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ وَاِمَّا اَنْ يُدْخِرَهَا لَهُ فِى الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ يُصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا قَالُوْ اِذًا نُكْثِرُ قَالَ اللّٰهُ اَكْثَرُ. (مسند امام احمد ج۳-ص۱۸۔ مستدرك حاکم ج۱ ص۴۹۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان کوئی دعا کرتا ہے، جس میں گناہ اور قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ جل شانہ اس دعا کی وجہ سے اس کو تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز عطا فرما دیتے ہیں۔ اسی دنیا میں اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں اور اس کا سوال پورا فرما دیتے ہیں یعنی جو مانگتا ہے وہ دے دیتے ہیں (۲) یا اس کی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھ لیتے ہیں (جس کا ثواب آخرت میں دیں گے) (۳) یا دعا کرنے والے کو اس کی مطلوبہ شے کے برابر (اس طرح عطیہ دیتے ہیں کہ) آنے والی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں یہ سن کر صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس طرح تو ہم بہت زیادہ کمائی کر لیں

گے۔ آنحضرت ﷺ نے (اس بات کے) جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور بخشش اس سے بہت زیادہ ہے' (جس قدر تم دعا کر لو گے)۔

کن لوگوں کی دعا زیادہ لائق قبول ہوتی ہے:-

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةٌ لَّا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ الصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَ تُفْتَحُ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَ عِزَّتِیْ لَاَ نْصُرَنَّکَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ.
(مسند امام احمد ج۳ ح۷۵۱۳، ۹۶۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے)' (۱) روزہ دار کی جس وقت وہ افطار کرتا ہے' (۲) امام عادل کی یعنی اس مسلمان صاحب اقتدار کی دعا جو شریعت کے مطابق چلتا ہو اور سب کے ساتھ انصاف کرتا ہو' (۳) اور مظلوم کی دعا کو اللہ جل شانہ بادلوں کے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پروردگار عالم جل مجدہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں ضرور ضرور تیری مدد کروں گا اگرچہ کچھ وقت (گزرنے) کے بعد ہو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ دَعْوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَّا شَکَّ فِیْهِنَّ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین دعائیں مقبول ہیں ان (کی قبولیت) میں کوئی شک نہیں۔ (۱) والد کی دعا (۲) مسافر کی دعا (۳) مظلوم کی دعا۔

دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ (ترمذی کتاب الدعوات ج ۲ ص ۱۸۲)

وَ عَنْ عَبْدِاللّٰه بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعْوَاتٍ یُسْتَجَابُ لَهُنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ حَتّٰی یَنْتَصِرَوَ دَعْوَةَ الْحَاجِّ حَتّٰی یَصْدُرَوَ دَعْوَةِ الْمُجَاهِدِ حَتّٰی یَقْفُلَ وَ دَعْوَةُ الْمَرِیْضَ حَتّٰی یَبْرَءَ وَدَعْوَةُ الْاَخِ لِاَخِیْهِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ ثُمَّ قَالَ وَ اَسْرَعُ هٰذِهِ الدَّعْوَاتِ اِجَابَةً دَعْوَةُ الْاَخِ بِظَهْرِ الْغَیْبِ. (رواہ البیهقی فی الدعوات الکبیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانچ دعائیں (ضرور) قبول کی جاتی ہیں (۱) مظلوم کی دعا جب تک بدلہ نہ لے (۲) حج کے سفر پر جانے والے کی دعا جب تک گھر واپس نہ آ جائے (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی دعا جب تک لوٹ کر گھر نہ پہنچے (۴) مریض کی دعا جب تک اچھا نہ ہو جائے (۵) ایک مسلمان بھائی کی دعا دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے (پھر فرمایا) کہ ان دعاؤں میں سب سے زیادہ جلدی قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے کرے۔

دعاء کا آخروی ذخیرہ:-

جو دعا دنیا میں قبول نہیں ہوتی وہ ذخیرہ آخرت بن کر حصول جنت کا باعث بن جاتی ہے۔

حدیث:- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو روز قیامت اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا مانگنے کا حکم دیا اور اسے قبول کرنے کا تجھ سے وعدہ کیا' کیا تو مجھے پکارا کرتا تھا؟

مومن جواب دے گا ہاں میرے اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا!

تو نے جتنی مرتبہ مجھے پکارا' میں نے اتنی مرتبہ ہی تیری دعا قبول کی۔ کیا تو نے مجھے فلاں فلاں دن کسی غم واندوہ سے نجات کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جو میں نے تجھ سے دور کر دیا۔

بندہ کہے گا ہاں میرے اللہ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے دنیا میں جلدی ہی اس کا صلہ دے دیا اور تو نے مجھے فلاں فلاں دن اپنے اوپر نازل ہونے والے غم واندوہ سے نجات کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جس سے تو نجات نہ پا سکا۔

مومن کہے ہاں میرے مولا کریم۔ (ایسا ہی ہوا)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا!

میں نے اس کا اجر تیرے لیے جنت میں اتنی اتنی مقدار میں جمع کر دیا اور تو نے مجھے فلاں فلاں دن اپنی حاجت برآری کے لیے نہیں پکارا تھا؟ جو تجھے پوری ہوتی نہ دکھائی دی۔ اس کا بدلہ میں نے تیرے لیے جنت میں جمع کر رکھا ہے۔

مومن انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے یا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کی مراد دے دیتا ہے یا آخرت میں اس کے لیے جمع کر دیتا ہے۔ اس مقام پر مومن انسان خواہش کرے گا کہ اے کاش میری دعائیں دنیا میں پوری نہ ہوتیں اور مجھے آج ان کا صلہ ملتا۔ (مستدرک حاکم ج ا ص ۴۹۴)

حرام خور کی دعا قبول نہیں ہوتی:

رسول اللہؐ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اس نے اس معاملہ میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لئے اس کا ارشاد ہے

یٰآیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ واعْمَلُوْا صالحًا اِنِّی بِمَا تَعْمَلُوْنَ علیمٌ.

اور ایماندار بندوں سے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ. اس کے بعد رسول اللہؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کر کے کسی مقدس مقام پر ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں جسم اور کپڑوں پر گرد و غبار ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے پروردگار اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس بھی حرام ہے اور حرام غذا سے اس کا نشو و نما ہوا ہے تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

بعض لوگوں کو یہ خیال آتا ہے جب دعا اور اس کی قبولیت برحق ہے اور دعا کرنے والوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے۔

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ. تم دعا کرو میں قبول کروں گا۔

پھر دعا شرف قبولیت سے کیوں محروم رہتی ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انسان کی خوراک اور لباس اگر حلال طیب نہ ہو تو دعا کی قبولیت کے آڑے یہ چیزیں بھی آجاتی ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا وَ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَبِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا وَ قَالَ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک ہی (مال اور قول و عمل) قبول فرماتا ہے (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ (حلال کھانے کے بارے میں) اللہ جل شانہ نے پیغمبروں کو جو حکم فرمایا ہے وہی مومنین کو حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ پیغمبروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے رسولو! طیب چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو اور مومنین کو خطاب

آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يَطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ يَا رَب يا رَبِّ وَ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَّ غُذِىَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰالِكَ. (مسلم شريف ج١ كتاب الزكوٰة صفحه ٣٢٦)

کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ' اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر رہا ہو' اس کے بال بکھرے ہوئے ہوں' جس پر گرد و غبار اٹا ہو اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہو' یہ شخص دعا تو کر رہا ہے اور اس شخص کو حرام غذا دی گئی ہے' پس ان حالات کی وجہ سے اس کی دعا کیونکر قبول ہوگی۔

اوقات اجابت:

بعض مخصوص اوقات جن میں رحمت خداوندی بندے کی طرف زیادہ راغب اور متوجہ ہوتی ہے۔ ان مبارک و مقدس گھڑیوں میں بندے کی دعائیں اور التجائیر بارگاہ خداوندی میں جلد شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہیں۔

حدیث:- حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الاخر و دبر الصلوٰت المكتوبات. قال ترمذى' هذا حديث حسن. (ترمذى ج٢ ص١٨٨' كتاب الدعوات)

رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی دعاء اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ مقبول ہے؟ آپ نے فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد جو دعا مانگی جائے (وہ زیادہ قبول ہوتی ہے) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا!

حدیث:-

عن العرباض بن ساريه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى فريضة فله دعوة مستجابة و من ختم القرآن فله دعوة مستجابة. (معجم طبرانی ج١٨ ص٢٥٩ حديث٦٤٧)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جو آدمی فرض نماز پڑھے (اور اس کے بعد دل سے دعا کرے) تو اس کی دعا قبول ہوگی اور اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کرے اور دعا کرے تو اس کی دعا بھی قبول ہوگی۔

حدیث:-

عن جابر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى الليل لساعة لا يوافقها رجل مسلم يسأل الله فيها خيرا من امر الدنيا والاخرة الا اعطاه اياه وذلک كل ليلة. (صحیح مسلم ج١ ص٢٥٨)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ رات میں ایک خاص وقت ہے جو مومن بندہ اس وقت میں اللہ تعالیٰ سے دنیا یا آخرت کی کوئی خیر اور بھلائی مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرما دے گا اور اس میں کسی خاص رات کی خصوصیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہر رات میں ہوتا ہے۔

حدیث:-

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل ربنا تبارک و تعالىٰ كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الاخير يقول من يدعونى يستجيب له من

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جل شانہٗ آسمان دنیا کی طرف رات کے آخری حصہ میں نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی سائل

یسأ لینی فاعطیه من یستغفرنی فاغفرله. (صحیح مسلم ج۱ ص۲۵۸)

ہے میں اس کے سوال کو پورا کروں۔ کوئی گناہوں کی بخشش کا طلبگار ہے، میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔

حدیث: -عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا کان لیلة الجمعة فان استطعت ان تقوم فی ثلث اللیل الاخر فانها ساعة مشهودة والدعاء فیها مستجاب.

جمعہ کی شب کے آخری حصہ میں ایک ایسی مبارک گھڑی ہے۔ جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو اس وقت اٹھ کر اس سے فائدہ اٹھا لو۔ (ترمذی ج۲ ص۱۹۷، ابواب الدعوات، باب فی دعا النبیؐ)

حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا

ہر منفرد، امام اور مقتدی کے لیے دعا کرنا مستحب ہے احادیث معتبرہ اور مذاہب اربعہ کی روایات فقہیہ سے ثابت ہے۔ میں نے اس رسالہ کا خلاصہ لکھ دیا۔ تا کہ ان بے باک لوگوں کی زبانبدی ہو۔ جو دعا بعد نماز کو بدعت کہتے ہیں۔

(امداد الفتاوی ج۱ص ۵۶۰)

دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ

احادیث میں حاجات طلبی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا مسنون طریقہ اور اس کے آداب بھی مذکور ہیں۔

دعا کرنے کا پہلا ادب:

تو یہ ہے کہ بندہ اپنے دونوں ہاتھ سینے یا کندھے کے مقابل تک اٹھائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

المسألة ان ترفع یدیک حذو منکبیک-- والابتهال ان تمد یدیک جمیعاً. (ابوداؤد ج۱ ص۱۴۸ باب الدعاء۔ ابواب شهر رمضان)

اللہ تعالیٰ سے حاجت طلبی کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور دعا کے وقت نہایت درجہ کی عاجزی و مسکنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اللہ کے سامنے پھیلائے۔

ابن شہاب زہری کی مرسل روایت میں ہے۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه عند صدره في الدعا ثم يمسح بهما وجهه.

رسول اللہ ﷺ دعا میں اپنے سینے تک ہاتھ اٹھاتے' پھر ان کو اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ (مصنف عبدالرزاق ج۲ ص۲۴۷)

دوسرا ادب:

یہ ہے کہ سیدھے ہاتھوں سے دعا کی جائے' ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ کی جائے۔

حدیث :- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا دعاً جعل باطن كفه الى وجهه.

رسول اللہ ﷺ دعا میں دونوں ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلیاں چہرہ کی طرف رکھتے تھے۔ (طبرانی کبیر ج ۱۱ص ۳۴۴ حدیث ۱۲۲۳۴)

حدیث: - حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سألتهم الله فسألوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها. (ابوداؤد ج ١ ص ١٤٨، مستدرك حاكم ج١ ص٥٣٦)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو دعا میں اپنی ہتھیلیاں سامنے رکھ کر دعا کرو اور اپنے ہاتھ الٹے کر کے دعا نہ مانگو۔

حدیث: - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دعوت الله. فادع بباطن كفيك ولا تدع بظهورها.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اپنی ہتھیلیوں کو سامنے کر کے دعا کرو اور ہاتھوں کو الٹا کر کے دعا نہ مانگو (ابن ماجہ ص ۱۲۷۵ ابواب الدعا)

تیسرا ادب:

تیسرا ادب دعا کا یہ ہے کہ دعا والے بابرکت ہاتھ چہرہ پر پھیرے جائیں۔

حدیث: -

عن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا مديديه فى الدعا لم يرد هما حتى يمسح بهما وجهه.

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے تو انہیں چہرے پر پھیرنے سے پہلے نہیں لوٹاتے تھے۔ (مستدرک حاکم ج ۱ص ۵۳۶، ترمذی ج ۲ص ۱۷۴)

حدیث: -

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجہہ بیدیہ:

رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے تو ہاتھ بھی اٹھاتے اور دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرتے تھے۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۴۸)

چوتھا مسنون ادب:

چوتھا مسنون ادب یہ ہے کہ ہاتھوں کو ساتھ جوڑ کر دعا نہ کی جائے بلکہ درمیان میں معمولی سا فاصلہ رکھا جائے' علامہ قسطلانی لکھتے ہیں۔

وھذا یقتضی ان تکونا (ای یدین) متفرقتین مبسوطتین لا کھیئۃ الاغتراف. (مواہب لدنیہ ج۱۲ ص ۲۸ بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص ۱۲۹)

اس حدیث (یعنی مامن عبد یبسط الخ) کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ہاتھ علیحدہ پھیلے ہوئے ہوں۔ (یعنی درمیان میں معمولی فاصلہ ہو) ملا کر اس طرح نہ رکھیں۔ جس طرح لپ بھر پانی لینے میں ملائے جاتے ہیں۔

حدیث: -حضرت ابن عباس کی روایت کے آخری حصہ میں ہے:

فاذا فرغتم فامسحوا بہا وجوھکم. (ابوداؤد ج۱ ص۱۴۸ باب الدعا ابواب شہر رمضان)

جب تم دعا سے فارغ ہونے لگو تو دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرلو۔

چہرے پہ ہاتھ پھیرنے کی حکمت:

دعا کا پانچواں مسنون ادب چہرے پر ہاتھ پھیرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دعا کے اختتام پر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

حدیث: -عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

ثم اذا رددیدیہ فلیفرغ ذلک الخیر علی وجہہ. (المعجم طبرانی کبیر ج۱۲ ص ۳۲۳ حدیث ۱۳۵۵۷)

دعا سے فارغ ہوکر جب ہاتھ نیچے کرنا ہوں تو پہلے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ تاکہ یہ خیر و برکت چہرے پر بھی پہنچ جائے۔

قاضی مدینہ یحییٰ بن سعید الانصاری تابعی حضرت انس بن مالک، حضرت سائب بن یزید اور فقہاء سبعہ مدینہ اور کبار تابعین کا معمول اس طرح بیان کرتے ہیں۔

كانوا يدعون ثم يردون ايديهم على وجوهم ليردوا البركة. (مصنف عبدالرزاق ج۲ ص ۲۵۳ بحواله تحفة المطلوبه ص ۱۳۲)

یہ حضرات دعاؤں میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر آخر میں دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے تھے۔ تاکہ یہ خیر و برکت چہرہ پر بھی پہنچ جائے۔

صاحب مراقی الفلاح فرماتے ہیں:

''دعا کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرنے کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ دعا کے دوران جو برکات ہاتھ پر نازل ہوتی ہیں، ان سے چہرہ بھی فیض یاب ہو جائے، اور اس میں تکالیف دور ہونے نیز عنایات خداوندی حاصل ہونے کا نظریہ بھی پایا جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۷۳)

چھوٹوں سے دعا کی درخواست:

عمر اور مرتبہ میں اپنے سے چھوٹے آدمی سے بھی دعا کی درخواست کرنا سنت ہے۔

حدیث:۔

عن عمر بن الخطاب قال استاذنت النبی صلی الله علیه وسلم فی العمرة فاذن وقال اشركنا يا اخی فی دعائک ولا تنسنا فقال كلمه ما يسرنی ان لی بها الدنيا. (ابوداؤد ج۱ ص۱۴۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ جانے کی رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی، تو آپ نے مجھے اجازت عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا' بھیا ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شامل کرنا اور ہم کو بھول نہ جانا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھیا کا جو کلمہ کہا، اگر مجھے اس کے عوض ساری دنیا دے دی

جائے تو میں راضی نہ ہوں گا۔

پہلے اپنے لئے دعا:-

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی۔

کان اذا ذکر احدا فدعاله بدا بنفسه. (ترمذی ابواب الدعوات ج۲ ص ۱۷٦)

جب کسی کو یاد فرماتے اور اس کے لئے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ پھر اس شخص کے لئے دعا فرماتے۔

دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب کسی دوسرے شخص کے لئے دعا کرنی ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے مانگے' اس کے بعد دوسرے کے لئے۔ اگر صرف دوسرے کے لئے مانگے گا تو اس کی حیثیت محتاج سائل کی نہ ہو گی۔ بلکہ صرف ''سفارشی'' کی سی ہو گی اور یہ بات دربار الٰہی کے کسی منگتا کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا بھی یہی دستور تھا کہ جب آپ کسی دوسرے کے لئے دعا فرمانا چاہتے تھے تو پہلے اپنے لئے مانگتے۔ عبدیت کاملہ کا تقاضا یہی ہے۔

خفی دعا افضل ہے:

مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری نے ایک سوال کے جواب میں بڑی محققانہ بحث فرمائی ہے۔ جسے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

سوال:- بعد نماز پنجگانہ امام کے لئے مستحب اور مسنون جہراً دعا مانگنا ہے یا سراً؟ عام طور پر لوگ جہراً دعا کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ امام کی دعا پر آمین آمین کہنے کو فضیلت کی چیز سمجھتے ہیں' جو امام سراً دعا مانگتا ہے اس سے ناخوش ہوتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ ہم کو آمین کہنے سے محروم کیا جاتا ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا و توجروا

الجواب:- فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی کے مل کر دعا مانگنے کی بڑی فضیلت ہے اور اس کا مسنون اور افضل طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آہستہ دعا مانگیں یہ طریقہ اخلاص سے پر' خشوع و خضوع' عاجزی والا و نیز دل پر اثر انداز قبولیت کے قریب اور ریاکاری سے دور ہے۔ دعا میں اصل اخفاء ہے۔

كما قال الله تعالٰی اُدْعُوْا رَبُّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً اِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْن (قرآن مجید)

یعنی اے بندو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرتے رہو۔ (زور سے دعا کرنا حد سے تجاوز کرنا ہے اور) بے شک خداوند قدوس حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

مذکورہ آیت میں اللہ عزوجل نے دعا کے دو آداب بیان فرمائے (۱) دعا عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ ہونی چاہئے۔ (۲) دعا آہستہ آہستہ مانگنی چاہئے۔

حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی طریقہ تھا کما قال الله تعالی اِذْ نَادیٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا. یعنی (زکریا علیہ السلام نے) پکارا اپنے رب کو چپکے چپکے۔

نیز حدیث شریف میں ہے۔ خير الدُّعَاء الخفي. بہتر دعا خفی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے۔

يا ايها الناس اربعوا علٰی انفسكم انكم ليس تدعون اصم ولا غائبا انكم تدعون سميعاً و قريباً و هو معكم. (بخاری شریف ج۲ ص۶۰۵، مسلم شریف ج۲ ص۳۴۶)

اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم اس ذات کو نہیں پکار رہے ہو جو بہری اور غائب ہے تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکار رہے ہو اور وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔

تفسیر کبیر میں علامہ امام رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

واعلم ان الاخفاء معتبر فی الدعاء يدل عليه وجوه (الاوّل) هذه الأية (ای ادعوا ربكم الخ) فانها تدل علی انه

علامہ رازیؒ کے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ دعاء میں اخفاء ہی قابل عمل ہے اور اس کی چند دلیلیں ہیں (پہلی دلیل) مذکورہ آیت ادعوا ربکم

تعالٰی امر بالدعاء مقروما بالاخفاء و ظاهر الامر للوجوب فان لم یحصل الوجوب فلا اقل من کونه ندباً ثم قال تعالٰی بعده انه لا یحب المعتدین والاظهر ان المراد انه لا یحب المعتدین فی ترک هذین الامرین المذکورین وهما التضرع والاخفاء فان الله تعالٰی لا یحبه و محبة الله عبارة عن الثواب فکان المعنی ان من ترک فی الدعاء التضرع والاخفاء فان الله لا یثیبه البتة ولا یحسن الیه و من کان کذلک کان من اهل العقاب لا محالة فظهران قوله تعالٰی انه لا یحب المعتدین کالتهدید الشدید علی ترک التضرع والاخفاء فی الدعا.

الی قوله (انه لا یحب المعتدین) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالٰی نے بندوں کو آہستہ آہستہ دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے اور صیغۂ امر ظاہراً وجوب کے لئے ہوتا ہے ورنہ کم از کم ندب کے لئے تو ہوگا ہی پھر بعد میں خداوند تعالٰی نے فرمایا انه لا یحب المعتدین اور اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰی مذکورہ دو امر (تضرع و اخفاء) میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور آیت میں لا یحب سے لایثیبہ مراد ہے اب آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ دعا میں تضرع اور اخفاء کو چھوڑ دیں۔ تو اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ ثواب کے مستحق نہیں ہوں گے بلکہ سزا کے حقدار ہوں گے۔ (تفسیر کبیر ج۴ ص ۳۴۷)

تفسیر بیضاوی میں:

فان الاخفاء دلیل الاخلاص (ص ۲۹٤)

آہستہ آہستہ دعا کرنا اخلاص کی دلیل (علامت) ہے (اور خدا تعالٰی کو اخلاص والا عمل از حد محبوب ہے)۔

تفسیر مہائمی میں ہے:

والافضل فی الدعاء الاخفاء فانّ الاخفاء دلیل الاخلاص.

دعاء میں اخفاء افضل ہے۔ اس لئے کہ یہ طریقہ اخلاص سے قریب ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

ادعوا ربکم الخ ای متضرعین متذللین مخفین الدعاء لیکون اقرب الی الاجابة لکون الاخفاء دلیل الاخلاص والاحتراز عن الریاء.

ادعو ربکم الخ یعنی خشوع، خضوع، عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کرو کہ یہ قبولیت کے قریب ہے۔ اس لئے کہ سراً دعا کرنا اخلاص کی علامت ہے اور ریاکاری سے دوری کی دلیل ہے۔

(ج۳ص ۱۷۷)

تفسیر فتح البیان میں ہے:

والخفیة الاسرار به فان ذلک اقطع العرق الریاء.

(ج۲ ص۴۰)

(ایت آدعوا ربکم تضرعاً خفیه میں) خفیہ کے معنی سراً دعا کرنے کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ (سراً دعا کرنا) ریاکاری کی رگ کو کاٹنے کے لئے بہت ہی مؤثر ہے۔

اور تفسیر مظہری میں ہے:

ویدل علی کون ذکر السر افضل ومجمعا علیه من الصحابة من تبعهم قول الحسن ان بین دعوة السر و دعوة العلانیة سبعون ضعفا ولقد کان المسلمون یجتهدون فی الدعاء وما یسمع

سری ذکر افضل ہے۔ صحابہ اور تابعین کا اسی پر اتفاق رہا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ سری دعاء اور جہری دعا میں ستر درجہ کا فرق ہے۔ مسلمان بہت لگن سے دعا کرتے تھے۔ مگر ان کی آواز قطعاً سنائی نہیں دیتی تھی۔ صرف لبوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی تھی۔

لهم صوتا الاهمسا بينهم و بين ربهم و ذلک ان الله سبحانه و تعالٰی يقول ادعوا ربکم تضرعًا خفيةً و ان الله ذکر عبداً صالحًا و رضی فعله فقال اذ نادیٰ ربه نداءً خفيا و ايضاً يدل علی فضل الذکر الخفی حديث سعد بن ابی وقاص قال رسول الله صلی الله عليه وسلم خير الذکر الخفی و خير الرزق ما يکفی اھ.

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعو ربکم تضرعا و خفیۃ اور عبد صالح (حضرت زکریا علیہ السلام) کے تذکرہ میں فرمایا۔ اذا نادیٰ ربه نداء خفيا. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین ذکر دعاء خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔ (ترجمہ تفسیر مظہری ج ۴ ص ۳۱۷ هكذا فی تفسیر روح المعانی ج۸ص۱۳۹)

اسی وجہ سے امت کے ائمہ اربعہ میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ دعا سراہی افضل ہے۔ چنانچہ امداد الفتاوی میں "مسلک السادات الی سبیل الدعوات" (جس کو علامہ فاضل شیخ محمد علی بن شیخ حسین مرحوم مفتی مالکیہ مقیم مکہ مکرمہ نے ۱۳۲۱ھ میں تالیف فرمایا) کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں۔

اعلم انه لا خلاف بان المذاهب الاربعة فی ندب الدعاء سر اللامام والفذ واجاز المالكية والشافعية جهر الامام به لتعليم المامومين اوتامينهم علی دعائه. (ج۱ ص ۵٤۹)

خوب سمجھ لیجئے کہ مذاہب اربعہ (حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ) میں اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ (نماز کے بعد) آہستہ دعا مانگنا امام اور منفرد کے لئے مستحب ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ امام کے لئے اس کی اجازت دیتے ہیں کہ دعا جہراً پڑھے تاکہ مقتدیوں کو تعلیم ہو یا اسکی دعا پر آمین کہہ سکیں۔

اسی طرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما الدعاء فيسربه بلا خلاف. (مسلم ج۱ ص۲۱۱)

یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دعا سرا کرنی چاہئے۔

فتاوی سراجیہ میں ہے:

يستحب فی الدعاء الاخفاء ورفع الصوت بالدعاء بدعة

یعنی مستحب یہ ہے کہ دعا سراً مانگی جائے بلند آواز سے دعا مانگنا بدعت ہے۔ص ۴۷

فتاوی بزازیہ میں ہے:

يدعو الامام جهرًا لتعليم القوم ويخافته القوم اذا تعلم القوم و يخافت هو ايضًا و ان جهر فهو بدعة. (فتاوی بزازیه جلد اوّل مع الهندیه ج٤ ص٤٣)

امام مقتدیوں کو سکھلانے کے لئے جہراً دعا کرے اور جب مقتدی سیکھ جائیں تو مقتدی اور امام دونوں آہستہ دعا کریں اگر زور سے دعا کی تو یہ بدعت ہے۔

معلوم ہوا کہ جہراً دعا مانگنے پر مداومت نہیں ہونی چاہئے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والمختار ان الامام والماموم يخفيان الذكر الا ان احتاج الى التعليم (فتح الباری ج۲ ص۳۶۹)

یعنی مختار طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی ذکر (دعا) آہستہ آواز سے کریں' ہاں جب دعا کے سکھانے کی ضرورت ہو پھر (سیکھنے تک) مضائقہ نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

والسنة ان يخفى صوته بالدعاء كذا فى الجوهرة النيرة ج۱ ص ۱٤۸ الباب الخامس فى كفية اداء الحج۔

یعنی سنت طریقہ یہ ہے کہ سراً دعا مانگے۔

البحر الرائق میں ہے:

لقوله تعالٰی انه لایحب المعتدین ای الجاهرین بالدعاء. (ج ۲ ص ۱۹۲)

یعنی فرمانِ خداوندی "انه لا یحب المعتدین" کا مطلب یہ ہے کہ زور زور سے دعا کرنے والوں کو خدا تعالٰی پسند نہیں فرماتے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

وتری کثیراً من اهل زمانک یعتمدون الصراخ فی الدعاء خصوصاً فی الجوامع حتی یعظم اللغط و شتد وتستک المسامع و تستد ولا یدرون انهم جمعوا بین بدعتین رفع الصوت فی الدعاء و کون ذلک فی المسجد وروی ابن جریر عن ابن جریج ان رفع الصوت بالدعاء من الاعتداء المشار الیه بقوله سبحانه انّه لا یحب المعتدین.

تم بہت سے اماموں کو دیکھو گے کہ وہ دعا زور زور سے مانگتے ہیں خاص کر جامع مسجدوں میں حتی کہ اتنا چیختے ہیں کہ جس کی وجہ سے (گویا) کان بہرے اور بند ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ بدعتوں کو جمع کر رہے ہیں (۱) زور سے دعا مانگنا (۲) مسجد میں یہ حرکت کرنا۔ ابن جریر نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ دعا میں آواز بلند کرنا اس اعتداء (حد سے تجاوز کرنا) میں سے ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالٰی نے اپنے اس قول انه لا یحب المعتدین سے اشارہ فرمایا ہے۔

(ج ۸ ص ۱۳۹ سورۂ اعراف)

خلاصۂ کلام یہ کہ مذکورہ محدثین، مفسرین اور فقہاء کے اقوال سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ سراً دعا مانگنا، امام، مقتدی اور منفرد ہر ایک کے لئے افضل اور مسنون ہے۔ امام کا زور سے دعا مانگنے کی عادت بنا لینا خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔ اماموں کو چاہئے کہ سنت کی عظمت اور اہمیت کو پہچانیں۔ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ عوام اور خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کریں۔

اقوال مذکورہ کے علاوہ اکابرین کے اقوال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

''نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہی ہے لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مکروہ بہرحال مکروہ ہے۔ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے اور اولویت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے۔''

(النفائس المرغوبہ ص ۵۰۴)

اخیر میں مفتی اعظم (پاکستان) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے۔ سب سے بڑا مفسدہ یہ ہے کہ امام بآواز دعائیہ کلمات پڑھتا ہے اور عام طور پر بہت سے لوگ مسبوق ہوتے ہیں۔ جو باقی ماندہ نماز کی ادائیگی میں مشغول ہیں۔ ان کی نماز میں خلل آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کسی سے یہ صورت منقول نہیں کہ نماز کے بعد وہ (امام) دعا کرے اور مقتدی صرف آمین کہتے رہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ طریقۂ مروجہ قرآن کے بتلائے ہوئے طریقہ کے بھی خلاف ہے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کی سنت کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے عام حالات میں اس سے اجتناب کرکے امام و مقتدی سب آہستہ آہستہ دعاء مانگیں۔ ہاں کسی خاص موقعہ پر جہاں مذکورہ مفاسد نہ ہوں کوئی ایک جہراً دعاء کرے اور دوسرے آمین کہیں۔ اس میں بھی مضائقہ نہیں۔ (احکام دعا ص ۱۱)

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

بدعت کی جڑ یہ ہے کہ اپنی طرف سے کوئی مصلحت سمجھ کر خلاف سلف صالحین و نصوص واردہ کوئی فعل اختیار کرلیا جائے۔ بدعت دفعۃً نہیں آتی۔ اسی طرح آہستہ آہستہ آتی ہے۔ اہل فہم پہلے سے ہی سمجھ جاتے ہیں اور روک دیتے ہیں۔ دوسرے لوگ بعد میں متنبہ ہوتے ہیں۔ (الورد الشذی علی جامع الترمذی ص ۷۰)

اماموں کو چاہئے مذکورہ اقوال میں غور و تدبر کریں۔ مقتدیوں کو بھی امام کو جہراً دعا کرنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کی دعا سنتا ہے۔ عربی میں یاد نہ ہو تو فارسی میں اردو میں گجراتی وغیرہ میں جو اس کی زبان ہو۔ اسی زبان میں دعا مانگے خدا تعالیٰ ہماری عبادات کو بدعات اور مکروہات سے محفوظ رکھے۔ آمین

مساجد کے امام مقتدی اور مقتدر علماء غفلت برتتے رہے تو یہ بدعت جڑ پکڑ جائے گی اور سنت کی نورانیت اور دعا کی برکات سے امت محروم ہو جائے گی۔

(فتاوی رحیمیہ ج۴ص ۳۲۵ تا ۳۳۲)

خفی دعا ستر گناہ افضل ہے:

محقق عصر حاضر شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت امام حسن بصریؒ کے اس ارشاد کہ مسلمان پوری وسعت اور ہمت سے دعا کیا کرتے تھے لیکن ان کی آواز نہیں سنی جاتی تھی اور قرآن کریم کی دو آیتوں (اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الآية اور اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا) سے ذکر بالسر پر استدلال کا تذکرہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۴۱ طبع مصر تفسیر روح المعانی ج ۸ ص ۱۳۹ طبع مصر، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۲۱ طبع مصر اور تفسیر کبیر ج ۱۳ ص ۱۳۱ طبع مصر میں بھی موجود ہے اور تفسیر کبیر میں یہ بھی مذکور ہے۔

الحجة الرابعة قوله عليه السلام دعوة فی السر تعدل سبعين دعوة فی العلانية و عنه عليه السلام خير الذكر الخفی و خير الرزق ما يكفی.

چوتھی حجت آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ آہستہ ایک دفعہ کی دعا بلند آواز سے ستر مرتبہ دعا کے برابر ہے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔ (ج۱۳ص۱۳۱)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کے بلند آواز سے دعا پر ستر گنا ثواب زیادہ ہونے پر صرف حضرت حسن بصریؒ کا قول و ارشاد نہیں بلکہ بقول امام رازیؒ اس

کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی حدیث بھی موجود ہے اور یہ وہی حدیث ہے جس کا ذکر تفسیر مظہری کے حوالہ سے پہلے ہو چکا ہے۔

(د) حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اس آیت کریمہ سے اخفاء دعاء پر استدلال اس قدر واضح ہے کہ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر فخر الدین الرازی الشافعیؒ (المتوفی ٦٠٦ھ) نے فقہی مسلک کے اختلاف اور منطقی اور فلسفی ہونے کے باوجود امام صاحبؒ کے استدلال کو صرف صحیح اور درست ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ سپر ڈال کر ان کے ہمنوا ہو گئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة رحمه الله تعالٰی اخفاء التأمین افضل وقال الشافعی رحمه الله تعالٰی اعلانه افضل و احتج ابو حنیفة رحمه اللّٰه تعالٰی علی صحة قوله قال فی قوله امین وجهان احدهما انه دعاء والثانی انه من اسماء اللّٰه تعالٰی فان کان دعاءً وجب اخفائه لقوله تعالٰی اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تضرعاً وَّ خفیة و ان کان اسما من اسماء الله تعالٰی و جب اخفائه لقوله تعالٰی واذکر ربک فی نفسک تضرعا و خفیة فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبیة و نحفی	امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آہستہ آمین کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار کرنا افضل ہے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے کہ آمین میں دو وجہیں ہیں پہلی یہ کہ وہ دعا ہے اور دوسری یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے پس اگر آمین دعا ہے تو واجب ہے کہ آہستہ پڑھی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ پکارو اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہو تب بھی اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ذکر کر اپنے رب کا اپنے دل میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے سو اگر وجوب ثابت نہ ہو تو استحباب سے کیا کم

بهذا القول نقول . (تفسیر کبیر ج۱۳ ص ۱۳۱ طبع مصر)

ہو گا؟ اور ہم بھی اسی قول کے قائل ہیں۔

اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ امام فخر الدین الرازیؒ کے نزدیک حضرت امام ابو حنیفہؒ کا دونوں آیتوں سے اس بات پر استدلال صحیح ہے کہ دعا بھی آہستہ ہو اور ذکر اللہ بھی آہستہ ہو اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ امام رازیؒ آہستہ آمین کہنے کے حق میں ہیں اور اس مسئلہ میں وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک اور دلیل کو **نحن بِهٰذَا القولِ نَقُوْلُ** کہتے ہوئے ترجیح دیتے ہیں۔

(ہ) حضرت عبد اللہ بنؓ مسعود کے بعد جس طرح حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء احناف کثر اللہ جماعتہم حتیٰ کہ حضرت امام رازی الشافعیؒ بھی اس آیت کریمہ سے ذکر جہر اور جہر بالدعاء کو حدود شرع سے متجاوز سمجھتے ہیں' اسی طرح مشہور غیر مقلد عالم قاضی محمدؒ بن علی الشوکانیؒ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) بھی بلند آواز سے دعاء کرنے کو حدود شرعیہ سے متجاوز سمجھتے ہیں' چنانچہ وہ اس آیت کریمہ کے آخری حصہ **اِنَّهٗ لا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ** کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و من الاعتداء فی الدعاء ان یسأل الداعی ما لیس له کالخلود فی الدنیا او ادراک ماهو محال فی نفسه او فی الآخرة او یرفع صوته بالدعاء ما رخابه (تفسیر فتح القدیر ج۲ ص ۲۱۳ طبع مصر)

اور دعا میں تجاوز کرنا یہ بھی ہے کہ دعاء کرنے والا ایسی چیز کا مطالبہ کرے جو اس کو حاصل نہیں ہو سکتی مثلاً یہ کہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کی دعاء کرے یا ایسی چیز کے حاصل کرنے کی دعاء کرے جو فی نفسہ محال ہو یا آخرت میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درجہ کو پہنچنے کی دعاء کرے یا بلند آواز سے چلا کر دعاء کرے۔

آخر کے خط کشیدہ الفاظ اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل صاف اور واضح ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کو بھی قاضی شوکانیؒ کا یہ حوالہ پیش نظر رکھنا چاہیے جن کے

علم و تحقیق پر وہ اعتماد کرتے ہیں۔ الغرض قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ذکر بالجہر اور بلند آواز سے دعاء کرنے کی نفی کرتی ہے اور اس سے ذکر بالجہر کی بدعت ہونے پر استدلال ماوشما کا نہیں تاکہ اس میں کیڑے نکالے جائیں بلکہ حضرت ابن مسعودؓ اور فقیہ امت حضرت امام ابو حنیفہؒ اور دیگر اکابر فقہاء احناف کا ہے اب جس کا جو جی چاہے کرے اور جس کی بات چاہے مانے کیونکہ

نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا

حافظ ابن القیم (ابو عبداللہ محمدؒ بن ابی بکرؒ) المتوفی ۷۵۱ھ آہستہ دعاء کرنے کے بارے میں دس فوائد اور حکمتیں بیان کرتے ہیں' جن کا نہایت مختصر سا خلاصہ یہ ہے ❶ آہستہ دعاء کرنا ایمان کی بڑی عظمت ہے (اعظم ایمانا) ❷ اس سے ادب کا بہت بڑا پہلو نمایاں ہوتا ہے (اعظم فی الادب) ❸ عاجزی اور خشوع میں یہ بہت بڑا دخل رکھتا ہے ❹ اخلاص میں اس کا بہت بڑا دخل ہے۔ ❺ اس سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں جمعیت قلب ہوتی ہے ❻ آہستہ دعاء کرنے والے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب کا تعلق نمایاں ہوتا ہے ❼ یہ دوام طلب کی طرف بہت داعی ہے (ادعی الی دوام الطلب) ❽ یہ خشوع کو قطع کرنے والے اسباب اور مشوشات سے بعید تر ہے۔ ❾ حاسد کے مکر سے بعید تر ہے ❿ دعاء چونکہ ذکر ہے اور اس کا اخفاء اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے ثابت ہے' لہٰذا دعاء بھی آہستہ ہو۔ (محصلہ بدائع الفوائد ج ۳ ص ۶ تا ۹۔ حکم ذکر بالجہر ص ۲۳ تا ۲۵)

قرآن سے نماز کے بعد دعا کا ثبوت:

فرض نماز کے بعد کا وقت ایسا مبارک اور مقدس ہے کہ اس میں اللہ کے حضور جو دعا کی جاتی ہے۔ اس کی قبولیت کا قوی امکان ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ اپنے محبوب ﷺ کو ان مبارک اوقات میں دعا کی مشغولیت کا حکم فرماتے ہیں۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ. (سورہ انشراح)

جب آپ فارغ ہوں تو محنت کریں۔ اور اپنے رب کے ساتھ دل لگائیں۔

جلیل القدر ائمہ تفسیر جیسے ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، امام قتادہؒ، امام ضحاکؒ، امام مقاتلؒ، امام کلبیؒ اور امام مجاہد رحمہم اللہ تعالیٰ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں ارشادفرماتے ہیں:

فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فَانْصَبْ اِلٰى رَبِّکَ فِي الدُّعَاءِ فَارْغَبْ، اِلَيْهِ فِي الْمَسْئَلَتِي يُعْطِيْکَ.	جب آپ فرض نماز سے فارغ ہو جائیں تو دعا مانگنے میں اپنے آپ کو محنت میں ڈالیں اور سوال کرنے میں اس کی طرف رغبت کریں۔ (تفسیر بغوی ج۴ ص ۵۰۳' معالم التنزیل مع اللباب التاویل ج۷ص ۲۲۰)

حضور انور ﷺ نے بھی فرض نمازوں کے بعد کے اوقات کو دعا کی قبولیت کے لئے موثر قرار دیا ہے۔اوراس وقت دعا کرنے کی ترغیب دی اور تلقین فرمائی ہے اور خود بھی ان مبارک اوقات میں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا نظر آتے ہیں۔فرض نمازوں کے بعد سید الابرار ﷺ کی دعاؤں پر مشتمل مقدس احادیث کی ایمان افروز جھلک پیش کی جاتی ہے۔

فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے

رسول اللہ ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد مختلف اذکار اور متعدد دعائیں صحیح مرفوع احادیث سے ثابت ہیں۔

حدیث:- حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے والی شام سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مکتوب لکھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد کیا پڑھتے تھے' انہوں نے جواباً لکھا۔

فرض نماز کے فوراً بعد دعا:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا فرغ من الصلوٰة وسلم قال: لا اله الا الله وحده لا شريک له' له الملک وله الحمد' وهو على كل شيء قدير. اللهم لامانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد منک الجد.

رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے **لا اله الا الله** الخ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸' سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۸ باب مایقول اذا اسلم' نسائی ج ۱ ص ۱۹۷ کتاب السھو)

صحیح بخاری میں ہے۔ **ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلٰة مکتوبة** (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷) اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ کا دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ علاوہ ازیں ''اذا اسلم'' سے یہ بھی صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد اور سنتوں سے پہلے آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے۔

حضرت ابن زبیرؓ کی روایت فرض نماز کے بعد دعا:

(۲) حدیث:

عن ابی الزبیر قال سمعت عبداللہ بن الزبیر یخطب علی ھذا المنبر وھو یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سلم فی دبر الصلوٰۃ او الصلوات لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ لہ الملک، ولہ الحمد، وھو علی کل شیئ قدیر. لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ. لا الہ الا اللّٰہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل، ولہ الثناء الحسن لا الہ اللّٰہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون.

(صحیح مسلم ج۱ ص ۲۱۸، ابوداؤد ج۱ ص ۲۱۸ ما یقول الرجل اذا سلم)

ابو زبیر تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، وہ اس منبر پر خطبہ کے دوران فرما رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد نماز ختم ہونے پر یہ دعا پڑھتے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔ اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہ سے بچنے کی توفیق اور نیکی کرنے کی طاقت سب اللہ ہی کے ارادہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہم سب اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ سب نعمتیں اسی کی ہیں۔ فضل اور احسان اسی کا ہے۔ اچھی تعریف بھی اسی کے لئے ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم پورے اخلاص کے ساتھ اس کی بندگی کرتے ہیں، اگرچہ منکروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

صحیح مسلم میں اس روایت میں یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔

وقال ابن الزبیر: کان رسول

راوی حدیث، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

الله صلى الله عليه وسلم يهلل بهن دبر كل صلاة.
(صحیح مسلم ج۱ ص۲۱۸)

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ کلماتِ تہلیل ہر (فرض) نماز کے بعد پڑھتے تھے۔

مشکوٰۃ شریف میں اسی حدیث میں راوی کا بیان ہے۔

كان اذا سَلَّمَ مِنْ صلاتِهِ يَقُوْلُ بصوتهِ الاعْلٰى. (رواه مسلم)

علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

رجالہ ثقات۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۳۔ مشکوٰۃ ج۱ ص۹۵ باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

"دبر كل صلاة مفروضة"(التحفه: ۲۳' بحواله التحفة المطلوبه ص ۱۱)

الشیخ علامہ خلیل احمد سہارنپوری اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے۔ (بذل المجہود ج۲ ص۳۵۷)

حضرت علیؓ کی روایت فرض نماز کے بعد دعا:

حدیث:-

عن علي ابن ابي طالب قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من الصلوة قال. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِه مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ. (سنن ابو داؤد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو اس طرح دعا کرتے تھے۔ اللھم اغفرلی الخ اے اللہ! مجھے بخش دے جو میں نے پہلے گناہ کئے اور جو بعد میں کئے اور جو میں نے پوشیدہ کئے اور جو میں نے اعلانیہ کئے اور جو میں نے حد سے تجاوز کی اور جسے تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے کرنے

ج۱ ص۱۵۰ ابواب شہر رمضان باب الدعاء) والا ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

امام ترمذی نے یہ روایت بہت لمبی بیان کی ہے۔ جس کی ابتدا اس طرح ہے۔
عن رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام الی الصلٰوة المکتوبة الخ اور آخر میں **وهذا حدیث حسن**. (جامع ترمذی ج۲ ص ۱۸۰ کتاب الدعوات)

محدث ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں "**کتاب الصلوٰة' فصل فی القنوت**" کے تحت "**ذکر ما یستحب للمرء ان یسأل تعالٰی فی عقیب الصلوة**" کے عنوان سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔ (صحیح ابن حبان ج۵ ص۳۷۲' مجلس عملی سراجی بحواله تحفة المطلوبه ص۱۲)

اس روایت کی ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزهد میں یہ الفاظ ہیں۔

حدیث:

عن عبدالعزیز بن ابی رواد قال حدثنی علقمه بن مرشد و اسماعیل بن امیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا فرغ من صلٰوته رفع یدیه وضمهما وقال: رب اغفرلی ماقدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم به منی. انت المقدم و انت المؤخر لا اله الا انت لک

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور دونوں کو ملاتے اور یہ دعا مانگتے تھے۔ **رب اغفر لی** الخ۔ (کتاب الزهد والرقائق ص۴۰۵)

الملک ولک الحمد.

حدیث:

عن البراء انه صلی الله علیه وسلم کان یقول بعد الصلاة: رب قنی عذابک یوم تبعث عبادک.

رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد کہتے تھے۔ رب قنی الخ۔
(صحیح مسلم ج ص ۲۴۷)

سلام کے بعد کلام سے پہلے دعا:

حدیث:

عن مسلم بن الحارث التمیمی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انه اسر الیه فقال اذا انصرفت من صلاۃ المغرب فقل (وزاد فی روایة قبل: ان تکلم أحدا) اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ' سَبْعَ مرَّاتٍ' وَاِذا صَلَّیت الصُّبْحَ فقل. کذلک

مسلم بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سرگوشی کے طور پر مجھے فرمایا کہ تم نماز مغرب کے بعد کلام کرنے سے پہلے سات مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ اللھم اجرنی من النار اور اسی طرح نماز فجر کے بعد بھی پڑھو۔ (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۶ کتاب الادب باب مایقول اذا اصبح)

علامہ ظفر احمد عثانی مذکورہ تینوں روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''حضرت علیؓ اور حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دونوں روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد دعا کیا کرتے تھے اور تیسری روایت جو مسلم بن حارث سے مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا حکم ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا کی جائے۔

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۴)

آپ ؐ ہمیشہ فرائض کے بعد دعا کرتے تھے:

حدیث:

عن ابو امامة قال مادنوت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی دبر کل صلاة مکتوبة ولا تطوع الا سمعتهٗ یقول: اللهم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلها. اللهم انعشنی واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق' انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سیئها الا انت. (عمل الیوم واللیلة ابن سنی ص۱۰٤)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں میں جب کبھی آپ ؐ کے پاس گیا' آپ کو ہر فرض اور نفل نماز کے بعد یہ دعا مانگتے ہوئے سنا اللھم اغفر الخ۔ اے اللہ! میرے سب گناہ اور تمام خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ! مجھے نیک اعمال اور عمدہ اخلاق کے لئے سرگرم اور مجبور فرما اور ان کی طرف مجھے ہدایت عطا فرما کیونکہ نیکی کی طرف ہدایت اور برائی سے حفاظت تو ہی فرما سکتا ہے۔

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

رجال رجال الصحیح غیر الزبیر بن خریق وهو ثقة.

(مجمع الزوائد ج۱ ص۱۱۲)

علامہ ہیثمیؒ نے طبرانی صغیر کے حوالہ سے یہ دعائیہ کلمات حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی بیان کئے ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما صلیت خلف نبیئکم صلی الله علیه وسلم الا سمعته یقول حین ینصرف: اللهم انعشنی

میں نے جب بھی رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو سلام پھیرنے کے بعد نمازیوں کی طرف رخ کر کے

واجبرنی واهدنی لصالح الاعمال والاخلاق. انه لا یهدی لصالحها ولا یصرف سیئها الا انت. قال الهیثمی: اسناده جید.

یہ دعا پڑھتے سنا۔ اللهم اغفرلی الخره.

(مجمع الزوائد ج۱ ص ۱۱۱)

حدیث:

عن عبدالرحمن بن غنم عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال قبل ان ینصرف ویثنی رجله عن صلاة المغرب والصبح، لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد بیده الخیر، یحیی ویمیت وهو علی کل شیئ قدیر عشر مراة کتب له بکل واحدة عشر حسنات، و محیت عنه عشر سیئات، ورفع له عشر درجات، وکانت حرزا من کل مکروه، و حرزا من الشیطان الرجیم، ولم یحل لذنب یدرکه الا الشرک فکان من أفضل الناس عملا الا رجلا یفضله یقول أفضل مما قال.

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن غنم رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جس آدمی نے نماز سے اپنا رخ پھیرنے سے پہلے اور اپنا پاؤں دہرا رکھتے ہوئے نماز مغرب اور نماز فجر کے بعد یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے۔ لا اله الا الله وحده لا شریک له الخ تو اللہ تعالیٰ اسے ہر کلمہ کے سبب جو اس نے ان کلمات سے پڑھا۔ دس نیکیاں لکھیں گے اور اس کے دس گناہ مٹائیں گے اور اس کے دس درجے بلند کریں گے۔ اور وہ ان دس ناپسندیدہ امور اور شیطان سے حفاظت میں رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے علاوہ اسے کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور تمام لوگوں میں وہ ممتاز اور افضل شمار ہوگا البتہ اگر کسی شخص نے اس سے بھی کوئی عمدہ عمل ادا کیا۔ (مسند امام احمد ج۴ ص ۲۲۷ طبرانی کبیر ج۲۰ ص ۶۵)

امام منذری اس روایت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"ورجاله رجال الصحيح... وقد روى هذا الحديث عن جماعة من الصحابة رضى الله عنهم"

اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور صحیح ہیں اور اس حدیث کو صحابہ کرام کی ایک جماعت نے (یعنی بہت سے صحابہ نے) بیان کیا ہے۔(الترغیب والترھیب ج۱ص ۳۰۷)

حدیث:

عن زيد بن ارقم قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول دبر صلاته اللهم ربنا و رب كل شيئ انا شهيد انک انت الرب وحدک لا شریک لک. الخ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ طویل دعا مانگتے تھے۔ (ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰ باب یقول الرجل اذا سلم)

طویل ذکر ودعا:

عن انسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لان اقعد مع قوم يذكرون الله من صلاة الغداة حتى تطلع الشمس احب الى من ان اعتق اربعة من ولد اسمعيل. ولان اقعد مع قوم يذكرون الله من صلاة العصر الى ان تغرب الشمس احب الى من ان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز فجر سے طلوع آفتاب تک بیٹھنا، مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ اولاد اسماعیل میں سے چار غلاموں کو آزاد کروں۔ اور اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ نماز عصر سے غروب آفتاب تک بیٹھنا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ چار غلاموں کو آزاد کر دوں۔ (سنن

اعتق اربعة. ابوداؤد ج۲ ص۷۹ کتاب العلم)

علامہ علی بن سلطان القاری ارشاد فرماتے ہیں:

قال قاضی دل حدیث انس ای الاتی علی استحباب الذکر و فضله بعد صلاة الصبح وبعد العصر الی الطلوع و الغروب.

قاضی نے فرمایا: حضرت انسؓ کی حدیث دلالت کرتی ہے کہ نماز فجر سے طلوع آفتاب تک اور نماز عصر سے غروب آفتاب تک ذکر و دعا میں مشغول رہنا مستحب اور افضل ہے۔

قال ابن حجر ای کان یفعله فی بعض الاحیان و فی بعضها کان یقوم عقب سلامه. (مرقاة ج۲ ص۳۵۷)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی ذکر اور دعا میں مشغول ہونا چاہیے اور کبھی سلام پھرنے کے بعد اٹھ جانا چاہیے

حدیث:

عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال ما صلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بنا الا قال حین اقبل علینا بوجهه. اللهم انی اعوذبک من کل عمل یخزینی واعوذبک من کل صاحب یردینی. واعوذبک من کل فقر ینسینی و اعوذبک من کل غنی یطغیسنی.

جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ کر ہمارے طرف رخ پھیر لیتے تو یہ دعا پڑھتے تھے اللهم انی الخ۔ (رواہ البزار و ابو یعلی۔ السعایہ ج۲ ص۲۰۷)

عن ابی زرٍ رضی اللّٰه تعالٰی عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال من قال فی دبر صلاة الفجر وهو ثان رجلیه قبل ان یتکلم، لا اله الا اللّٰه وحده لا شرک له، له الملک، وله

الحمد، يحي و يميت وهو على كل شيئ قدير. عشر مرات كتب الله له عشر حسنات، محا عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات، وكان يومه ذلك كله في حرز من كل مكروه و حرس من الشيطان، ولم ينبغ لذنب ان يدركه في ذلك اليوم الا الشرك بالله تعالیٰ. (ترمذی ج۲ ص۱۸۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں: **هذا حديث حسن صحيح غريب** (ترمذی ج۲ ص۱۸۵) امام منذری فرماتے ہیں کہ امام نسائی نے بھی یہ حدیث حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے۔

من قالهن حين ينصرف من صلاة العصر اعطى مثل ذلك في ليلته. (الترغيب ج۱ ص۳۰۳)

قبلہ رخ بیٹھ کر دعا:

علامہ ظفر احمد عثمانی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ روایت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گذشتہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد طویل ذکر مستحب ہے اور اس حدیث ابوذرؓ سے بھی یہ دلالت ہوتی ہے کہ امام اور مقتدی قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ **من قال في دبر صلاة الفجر وهو ثان رجليه** الخ۔ یہ ارشاد ہر کسی کے لئے عام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ذکر اور دعا دونوں اس میں شامل ہیں۔

پھر جب قبلہ رخ بیٹھ کر ذکر کرنا افضل ہے تو قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کرنا اس سے زیادہ افضلیت رکھتی ہے کیونکہ **الدعا هو العبادة.** دعا تو عبادت ہے۔

قلت والحاصل ان ماجرى	میں کہتا ہوں کہ ہمارے (برصغیر کے)
به العرف في ديارنامن ان	شہروں میں یہ جو معروف عادت ہے کہ

الامام یدعو فی دبر بعض الصلوت مستقبلا للقبلة' لیس ببدعة' بل له اصل فی السنة.

فرض نمازوں کے بعد قبلہ رو ہو کر امام دعا مانگتا ہے۔ یہ دعا بدعت نہیں بلکہ یہ دعا سنت سے ثابت ہے۔(اعلاء السنن ج۳ ص۱۹۹)

نماز فجر' عصر کے بعد خاص دعا:

عن ابی امامة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قال دبر صلاة الغداه لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له' له الملک' وله الحمد یحي و یمیت یده الخیر' وهو علی کل شیئ قدیر. مائة مرة. قبل ان یثنی رجلیه کان یومئذ من افضل اهل الارض عملا الامن قال مثل ما قال اوزاد علی ما قال.

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد پاؤں مبارک موڑنے سے پہلے یہ دعا مانگتے تھے۔ لا اله الا اللّٰه الخ۔ (طبرانی کبیر ج۸ ص۲۸۰ حدیث ۸۰۷۵)

امام منذری فرماتے ہیں۔

رواہ طبرانی فی الاوسط باسناد جید: و رواہ فیه: ورواہ فی الکبیر ایضا من حدیث ابی الدرداء (الترغیب ج۱ ص۲۰٦)

عن ابی درداء رضی اللّٰه عنه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قال بعد صلاة الصبح وهو ثان

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص

رجليه قبل ان يتكلم لا اله الا اللّٰه وحده لا شريک له له الملک وله الحمد يحي ويميت بيده الخير وهو على كل شيئ قدير. عشر مرات. كتب اللّٰه له بكل مرة عشر حسنات ومحا عنه عشر سيئات. ورفع له عشر درجات. و كن له في يومه ذلک حرزا من كل مكروه. و حرساً من الشيطان الرجيم. و كان له بكل مرة عتق رقبة من ولد اسماعيل. ثمن كل رقبة اثنا عشر الفاً. ولم يلحقه يومئذ ذنب الا الشرک باللّٰه و من قال ذلک بعد صلاة المغرب كان له مثل ذلک.

نماز فجر کے بعد پاؤں موڑنے اور کلام کرنے سے پہلے یہ دعا مانگے۔ لا اله الا الله وحده لا شريک لہ الخ۔

حدیث:

عن كعب بن حجرة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال معقبات لا يخيب قائلهن او فاعلهن دبر كل صلوٰة مكتوبة' ثلاثا و ثلثين تسبيحة وثلاثا و ثلثين تحميدة و اربعا ثلثين تكبيرة

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دعائیں اوراذکار آگے پیچھے آنے والی ہیں۔ فرض نمازوں کے بعد ان کو پڑھنے والا کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔

(صحیح مسلم ج۱ص ۲۱۹)

حدیث:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یقول اذا صلی الصُّبح حِیْنَ یُسَلِّمُ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ علمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعاً وَ عَمَلاً مُتَقَبَّلاً.

رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ کر سلام پھیرتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے نفع دینے والا علم، وسیع رزق اور مقبول عمل کا طلبگار ہوں۔(مسند امام احمد ج۶ ص۳۰۵)

فرائض کے بعد دعا کی فضیلت:

حضرت جعفر صادق سے روایت ہے:

الدعاء بعد المکتوبة افضل من الدعاء بعد النافلة. کفضل المکتوبة علی النافلة.

فرض نماز کے بعد دعا زیادہ افضل ہے نفل نماز کے بعد کی دعاء سے، جس طرح فرض نماز کی فضیلت نوافل پر بڑھ کر ہے۔(فتح الباری ج۱۱ ص۱۳۴)

علامہ ظفر احمد عثمانی نے اس روایت کو طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ (فتح الملہم ج۲ ص۱۷۵)

حدیث:

عن اسماً بن الحکم قال: سمعت علیاً رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه: قال حدثنی ابوبکرؓ و صدق ابوبکرؓ انه قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ما من عبد یذنب ذنبا فیحسن الطهور

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے سچ فرمایا: کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ جب کوئی بندہ گناہ کرے۔ پھر اچھی طرح وضو کرکے کھڑا ہو اور دو رکعت

ثم يقوم فيصلى ركعتين ثم يستغفر اللّٰه. الا غفر اللّٰه له. ثم قرأهذه الاية: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَروا لِذُنُوْبِهِمْ.

نماز پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے' تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الخ۔

(ابوداؤد ج۱ ص۱۵۱ باب الاستغفار۔ مسند امام احمد ج۱ ص۹'۱۰)

بحرالعلوم علامہ عبدالحی لکھنوی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

فظاهر الاخبار المذكوره تعقيب المكتوبة بالذكر من غير فصل' يؤيده ما رواه ابوداؤد وغيره عن الازرق (سعایہ ج۲ ص۲۶۱)

حدیث:

عن الازرق بن قيس قال صلى بنا امام لنا يكنى ابار مثة فقال صليت هذه الصلٰوة او مثل هذه الصلٰوة مع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال وكان ابوبكر و عمر يقومان فى الصف المقدم عن يمينه وكان رجلاً قد شهد الكتبيرة الاولٰى من الصلوة فصلى نبى اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ثم سلم عن يمينه و عن يساره حتى رأينا بياض خديه ثم انفتل كانفتال ابى

ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک امام جن کی کنیت ابو رمثہ تھی' ہمیں نماز پڑھائی' پھر انہوں نے کہا کہ میں نے یہی نماز یا اس جیسی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی تھی اس نے کہا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہلی صف میں حضور ﷺ کے دائیں ہاتھ کھڑے ہوتے تھے اور ایک آدمی نماز کی پہلی تکبیر میں حاضر تھا۔ پس اللہ کے نبی نے نماز پڑھائی پھر اپنے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا۔ حتیٰ کہ ہم نے آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھ لی۔ پھر حضور ﷺ نے منہ مبارک پھیرا۔ جس

رمثة یعنی نفسه فقام الرجل الذی ادرک معه الکتبیرة الاولٰی من الصلوة یشفع فوثب الیه عمر فاخذ بمنکبه فهزه ثم قال اجلس فان لم یهلک اهل الکتاب الا انهم لم یکن بین صلوتهم فصل' فرفع ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بصره وقال اصاب اللّٰه بک یا ابن الخطاب. (ابوداؤد ج۱ ص ۱۰۱ کتاب الصلوۃ)

طرح ابو رمثہ نے پھیرا ہے۔ یعنی وہ خود۔ پس وہ آدمی اٹھا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کی پہلی تکبیر پائی تھی۔ تاکہ دو نفل پڑھے۔ پس حضرت عمرؓ تیزی سے اس کی طرف لپکے' اس کا کندھا پکڑ کر اسے ہلایا۔ پھر کہا بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے برباد ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ ہوتا تھا' حضور نبی کریم ﷺ نے نگاہ اٹھائی اور ارشاد فرمایا۔ اے خطاب کے بیٹے اللہ نے تجھ سے درست کام کرایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان وقفہ ضرور ہونا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد دعا مانگتے اور پھر سنتیں ادا فرماتے تھے۔

فرائض کے بعد دعا کا حکم:

حدیث:

عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اخذ بیده و قال یا معاذ واللّٰه انی لاحبک و اللّٰه انی لاحبک. فقال اوصیک یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلوة تقول: اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ.(ابوداؤد ج۱

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: اے معاذ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا مانگتے رہنا اور اسے کبھی نہ چھوڑنا۔ اَللّٰهُمَّ

ص ۱۵۱ کتاب الصلوٰۃ باب الاستغفار) اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ.

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ابن حبان نے اپنی صحیح اور حاکم نیشاپوری نے مستدرک ج ۳ ص ۲۷۳ میں مذکورہ حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳)

مستدرک اور مسند امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقلت له بابی و امی یا رسول و انا واللّٰه احبک. (مستدرك حاکم ج۳ ص ۲۷۳ کتاب معرفة الصحابه مسند ج۵ ص ۲۴۵، ۲۴۷)

علامہ ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں: **رواه احمد بسند قوی.**

(اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۷)

علامہ زیلعی فرماتے ہیں: **قال نووی فی الخلاصة. اسناده صحیح**

(نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۳۵ طبع لاہور)

دُبُر صَلٰوۃ کا مصداق:

نماز کے بعد ماثورہ دعاؤں اور اذکار والی احادیث میں لفظ "**دبر صلوٰۃ**" "**خلف کل صلوٰۃ**" اور "**اثر کل صلوٰۃ**" وارد ہوا ہے، جس کی مراد میں محدثین اور فقہاء کرام کے اقوال مختلف ہیں جنہیں قدرِ اختصار سے بیان کیا جاتا ہے۔

فقیہ جلیل علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی فرماتے ہیں:

فی دبر کل صلوٰۃ. یشتمل الفرض والنفل، لکن حمله اکثر العلماء علی الفرض، فانه ورد فی حدیث کعب بن عجرة عند مسلم التقیید بالمکتوبة.

(مراقی الفلاح ص ۱۷۲)

نماز کے بعد کا لفظ، نماز فرض اور نفل دونوں پر مشتمل ہے۔ لیکن اکثر علماء نے اس سے فرض نماز مراد لی ہے، چنانچہ کعب بن عجرہ کی روایت جسے امام مسلم نے بیان کیا ہے۔ اس میں فرض نماز کی صراحت پائی جاتی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

والمراد به بعد السلام اجماعاً. اس سے مراد سلام کے بعد ہی ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔
(فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳)

مزید لکھتے ہیں:

خَلفَ کُلِّ صَلاۃٍ. بخاری شریف کی کتاب الدعوات میں "**دبر کل صلاۃ**" آیا ہے اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں "**اثر کل صلاۃ**" مروی ہے۔ ممکن ہے کہ "**دبر**" یہ لفظ "**خلف**" کی تفسیر ہو۔ اور لفظ "**صلوۃ**" فرض اور نفل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن اکثر علماء نے "**صلوۃ**" کا اطلاق فرض نماز پر کیا ہے۔ کیونکہ حضرت کعب بن عجرہ کی روایت جو امام مسلم نے بیان کی ہے۔ اس میں "**بالمکتوبة**" کی قید پائی جاتی ہے۔ گویا کہ مطلق کو مقید پر حمل کیا گیا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۲۸)

اور یہی قول علامہ بدر الدین عینی نے اختیار فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ج ٦ ص ۱۳۰۔

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

اور اس صورت میں تمام احادیث جن میں **دبر الصلوات المکتوبات** کا لفظ ہے اور وہ احادیث جن میں **اذا سلم یا اذا انصرف** کا لفظ ہے۔ ان سے یہی مراد لینا بہتر ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔ اور ان کی وہ تاویل جو علامہ ابن الہمام نے کی ہے بالکل غیر ضروری ہے اور اسی وجہ سے علامہ طحطاوی علامہ حلبی اور دوسرے محققین حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا اور اذکار ماثورہ کی معتبر روایتوں کو **اللھم انت السلام** الخ والی روایت کے ساتھ غیر معارض اور غیر منافی قرار دے کر ان کے پڑھنے کی اجازت دی۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۳۲۵)

توقف کی مقدار

ام المومنینؓ کی روایت:

عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللّٰهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام.

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر بقدر اس کے کہ کہتے۔ اللھم انت السلام الخ۔
(صحیح مسلم ج۱ ص ۲۱۸)

ابن حجر کی حکیمانہ توجیہ:

علامہ ابن حجر عسقلانی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "لم یقعد الا مقدار مایقول" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

والجواب ان المراد بالنفی المذکور نفی استمراره جالسًا علی هیئته قبل السلام الا مقدار ما ذکر فقد ثبت انه کان اذا صلی اقبل علی اصحابه. (فتح الباری ج۱۱ ص۱۳۳ کتاب الدعوات)

رسول اللہ ﷺ اسی سابق ہیئت پر بس اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے۔ جتنی دیر میں یہ دعا اللھم انت السلام الخ پڑھی جا سکتی تھی۔ اس کے بعد نمازیوں کی طرف کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانب رخ مبارک پھیر کر دعا فرمایا کرتے تھے۔

علامہ ابن حجر کی اس توجیہ کی تائید گذشتہ متعدد روایات سے ہوتی ہے اور

حضرت سمرہ بن جندب کی روایت بھی صریح الدلالت ہے۔

عن سمرة بن جندب قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى صلوٰة اقبل علينا بوجهه.	رسول اللہ ﷺ جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف رخ پھیر لیتے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۱۱۷ باب يستقبل الامام الناس اذا سلم)

<u>حدیث</u>: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں:

كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم احببنا ان نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه. قال سمعت يقول: رب قنى عذابك يوم تبعث عبادك. (صحیح مسلم ج۱ ص ۲۴۷)

علامہ عسقلانی کی تصریح اور مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مراد "اللهم انت السلام" کے علاوہ کسی اور دعا پڑھنے کی نفی کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ آپ سلام پھیر کر نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر بس اتنی دیر بیٹھتے جتنی دیر "اللهم انت السلام" پڑھا جا سکے۔ اور پھر آپ نمازیوں کی طرف رخ فرما کر دعا مانگتے۔

<u>امام الہند کی توجیہ</u>:

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی یہی توجیہ فرمائی ہے:

اما قول عائشه كان اذا سلم لم يقعد الا مقدار مايقول اللهم انت السلام فيحتمل وجوهًا منها انه كان لا يقعد بهئية الصلوة الا هذا المقدار ولكنه كان يتيامن اويتياسر او يقبل على القوم	رہا حضرت عائشہ کا یہ قول کہ جب آپ سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے کہ اللهم انت السلام الخ پڑھیں۔ تو اس قول کے کئی احتمالات ہیں۔ من جملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نماز کی ہیت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ دائیں یا بائیں

بوجهه فیاتی بالاذکار لئلایظن الظان ان الاذکار من الصلوٰة. (حجة اللّٰه البالغة ج۲ ص۳۱)

جانب مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف رخ فرما لیتے تھے۔ تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں۔

علامہ ابن قیم کی تائید:

اس سے زیادہ حیرت افزا اور تعجب انگیز تصریح علامہ ابن قیم کی ہے۔ جنہیں ایک طرف فرض نماز کے بعد متصلاً دعا کی مشروعیت ہی کا انکار ہے۔ اور دوسری طرف اس کے مسنون ہونے کی توجیہ فرما رہے ہیں۔ موصوف رقمطراز ہیں۔

کان صلی اللّٰه علیه وسلم اذا سلم. استغفر ثلاثا. و قال اللهم انت السلام الخ ولم یمکث مستقبل القبله الا مقدار مایقول ذلک. بل یسرع الانفتال الی المامومین وکان یتنفل عن یمینه و عن یساره.

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور اللهم انت السلام الخ والی دعا پڑھنے کے بقدر قبلہ رو بیٹھتے پھر فوراً نمازیوں کی طرف رخ پھیر لیتے۔ کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ (زادالمعاد ج۱ ص۲۹۵)

علامہ موصوف نے خود تسلیم کرلیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مراد فرض نماز کے سلام کے بعد سابقہ ہیت پر قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کی مقدار کو بیان کرنا ہے نہ کہ اس کے علاوہ دیگر مسنون دعائیں پڑھنے کی نفی کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد ج ص ۲۹۷ پر ان دعاؤں کو بھی بیان کیا ہے جو فرض نماز کے بعد پڑھنا مسنون ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں حضور اقدس ﷺ کا نماز کے بعد اللهم انت السلام کی مقدار توقف کرنے کا ذکر ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس دعا کا پڑھنا لازم ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور

دعا پڑھنا مکروہ، ممنوع یا خلافِ سنت ہے۔ کیونکہ اس روایت میں اتنی مقدار کی تصریح ہے۔ لیکن بالخصوص ان ہی الفاظ کی تصریح ہرگز نہیں ہے۔

اور ام المومنین کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس دعا یعنی **اللھم انت السلام** کی حقیقی مقدار کے مساوی اور برابر ہونا شرط ہے۔ بلکہ اس سے تقریبی مساوات مراد ہے، یعنی امام خواہ **اللھم انت السلام** پڑھے یا کوئی اور دعا جو تقریباً اس کے مساوی ہو۔ یا **اللھم انت السلام** کے ساتھ کوئی چھوٹی چھوٹی اور دعائیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بھی پڑھ لے۔ یہ سب بلا کراہیت جائز ہے۔

علامہ حلبی کی توضیح:

چنانچہ علامہ حلبی شرح منیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار کہ **اللھم انت السلام** الخ پڑھیں۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ خاص یہ ہی دعا پڑھتے تھے۔ بلکہ مقصود یہ ہے، کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے جس میں یہ دعا یا اتنا ہی کوئی اور ذکر پڑھا جا سکے۔ اور اس سے بھی تقریبی مقدار مراد ہے اور اس صورت میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت اس حدیث کے مخالف نہ ہوگی۔ جو بخاری اور مسلم میں مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر، اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت، ولا ینفع ذالجد منک الجد.

اور اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت اس روایت کے خلاف نہ ہوگی جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو آواز بلند یہ دعا پڑھتے۔

لا اله الا اللّٰہ وحدہ لا شریک له، له الملک وله الحمد وھو علی کل شیئ قدیر. ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ، ولا نعبد الا ایاہ له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن، لا اله الا اللّٰہ، مخلصین له الدین ولو کرہ الکفرون.

اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا ان حدیثوں کے مخالف نہ ہونا اس لئے ہے کہ حضرت عائشہ کی روایت میں مقدار سے مراد تقریبی اور تخمینی مقدار ہے حقیقی نہیں۔ (کبیری شرح منیہ ص ۳۴۲)

امام ابن ہمام کی رائے گرامی:

امام ابن الہمام المتوفی ۸۶۱ھ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ومقتضی العبارة حینئذ ان السنة ان یفصل بذکر قدر ذلک. وذلک یکون تقریباً فقد یزید قلیلا و قد ینقص قلیلا. (فتح القدیر ج۱ ص۳۸٤)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا مقتضی یہ ہے کہ فرض وسنت میں فاصلہ کیا جائے۔ کسی ذکر و دعا کے ساتھ جو بمقدار اللھم انت السلام الخ کے ہو۔ اور یہ مساوات تقریبی ہے۔ پس کبھی اس سے کم ہو جائے اور کبھی زیادہ ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

صاحب مراقی الفلاح نے علامہ ابن ہمام کا قول نقل کرنے کے بعد فرمایا:

قلت ولعل المراد غیر ماثبت ایضا بعد المغرب وھو ثان رجله لا اله الا اللّٰہ الخ عشرا وبعد الجمعة من قرأة الفاتحة والمعوذات

میں کہتا ہوں کہ غالباً علامہ کی مراد یہ ہے کہ اللھم انت السلام کی طرح اور جو ذکر ثابت ہے وہ بھی سنتوں سے پہلے پڑھنا مستحب ہے جیسے کہ ایک حدیث میں نماز مغرب کے بعد اسی طرح بیٹھے ہوئے

سبعًا سبعًا. (مراقی الفلاح ص ۱۷۰)

لا اله الا الله الخ دس مرتبہ پڑھنا ثابت ہے اور دوسری حدیث میں نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سورۂ فاتحہ اور معوذات سات سات مرتبہ پڑھنا ثابت ہے۔ انتہی

پس صاحب مراقی الفلاح کی اس تصریح سے ثابت ہوگیا کہ ان کے نزدیک فرض نماز کے سلام کے بعد **اللهم انت السلام** کے علاوہ اوراذکار ثابتہ ماثورہ پڑھنا بھی جائز ہے اوران کی وجہ سے جو تاخیر اداء سنت میں ہوگی وہ تاخیر مکروہ یا خلافِ اولیٰ نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی کی تصریح:

اس پر مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا:

و فی روایة عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یقعد الا مقدار مایقول اللهم انت السلام الخ وهی تفید کالذی ذکره المؤلف انه لیس المراد انه کان یقول ذلک بعینه بل کان یقعدز ما نایسع ذلک المقدار ونحوه من القول تقریباً. (حاشیہ طحطحاوی برمراقی الفلاح ص ۱۷۱)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار جس میں **اللهم انت السلام** پڑھ سکیں۔ یہ روایت یہی بتلاتی ہے جو مؤلف نے ذکر کیا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضور **اللهم انت السلام** ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے تھے کہ اس میں **اللهم انت السلام** یا اسی کی تقریبی مقدار کا اور کوئی ذکر پڑھا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور انور ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ضرور **اللهم انت السلام**

پڑھتے تھے بلکہ اتنی مقدار کا ذکر پڑھتے تھے خواہ یہی پڑھتے ہوں یا اور کوئی ذکر و دعا۔

محدث دہلوی کی تصویب:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

باید دانست کہ تقدیم رواتب منافی نسیت' کہ درباب بعض ادعیہ و اذکار درحدیث واقع شدہ است. صرح بہ الشیخ ابن الھمام' و تعجیل قیام نسبت مغرب منافی نسیت. مرخواندن آیۃ الکرسی وامثال آنرا. چنانچہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر.

معلوم ہونا چاہئے کہ بعض احادیث میں اذکار اور دعاؤں کا ذکر آیا ہے۔ انہیں سنتوں سے پہلے پڑھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ شیخ ابن ہمام نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اسی طرح نماز مغرب کے بعد آیت الکرسی یا اسی طرح کوئی اور ورد یا دعا پڑھنا سنتوں کے لیے جلدی اٹھنے کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد لا الہ الا اللّٰہ الخ دس مرتبہ پڑھی جائے۔(اشعۃ اللمعات ج١ ص٤١٨)

فصل دو رکعت کے برابر جائز ہے:

قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی فقاہت و ثقاہت مسلم اور ان کا قول ''قولِ فیصل'' کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور بقول محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری''وشیخ مشائخنا رشید احمد الکنکوھی قدس سرہ افقہ عندی من الشامی'' ترجمہ: میرے نزدیک شیخ المشائخ رشید احمد گنگوہی قدس سرہ علامہ شامی سے بڑھ کر فقیہ ہیں۔(فیض الباری ج۲ص۲۴۱)

چنانچہ محدث گنگوہی ارشاد فرماتے ہیں:

قد تاهت العلماء بحديث عائشةؓ هذا فاضطروا الى تاويلات فيما ورد انه صلى الله عليه وسلم كان يقول ازيد من هذا وحكموا ان الزيادة على هذا المقدار في الجلوس بعد الفريضة قبل اداء السنن لا تجوز الا ان بعضهم لما تنبه على صحة الروايات المثبتة للزيادة في الجلوس قال لا تجوز الزيادة في الجلوس على مقدار الركعتين، وهذا هو القول النجيح الذي لا يتعدى عن الحق الصريح فان حديث عائشةؓ يمكن ان يقال فيه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول هذه الكلمات احيانا فاتفقت الروايات و كل ماورد عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يقولها بعد الصلوٰة لا يتعدى عن مقدار الركعتين.

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کی وجہ سے علماء سوچ میں پڑ گئے اور اسی وجہ سے ان روایات میں مختلف تاویلات کرنے لگے۔ جن میں اس مقدار سے زیادہ دیر تک بیٹھنا بیان ہوا ہے۔ اور یہ فیصلہ طے پایا کہ فرض نماز کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دیر بیٹھنا جائز نہیں لیکن ان میں سے بعض کو جب ان صحیح احادیث پر تنبیہ ہوا جن میں اللھم انت السلام الخ کے علاوہ اور بھی اذکار و ادعیہ مذکور ہیں، تو انہوں نے یہ طے کیا کہ فرائض کے بعد سنن سے پہلے دو رکعت کی مقدار سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں اور یہ نہایت کامیاب اور صحیح قول ہے کیونکہ اسی وجہ سے روایات میں تطبیق کی صورت پیدا ہوسکتی ہے۔

(الکوکب الدری ج۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱)

تجزیہ:- مفتی ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ مذکورہ روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ان عبارتوں سے یہ امور بصراحت ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرضوں کے بعد اور سنتوں سے پہلے بالتخصیص اللھم انت السلام و منک السلام الخ ہی پڑھنا چاہئے' بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا بھی ہو جائز ہے۔

(۲) مقدار سے مراد بھی تقریبی اور تخمینی مقدار ہے۔ جس میں تھوڑی سی کمی وبیشی کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) علامہ حلبی کی شرح منیہ کی عبارت اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ' لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر. ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ. لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون. یا دوسری دعا جو مغیرہ بن شعبہ کی روایت میں ہے۔ یا آیۃ الکرسی یا لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر۔ دس بار۔ یہ سب اس تقریبی مقدار میں داخل ہیں۔ اور اتنی بڑی دعائیں پڑھنے سے سنتوں کی تعجیل کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ (النفائس المرغوبہ ص۲۳'۲۴)

فرض نماز کے بعد استغفار:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِہٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلٰثاً وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ کلمہ استغفار پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور اس کے بعد کہتے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ

وَالْاِکْرَامِ. (رواہ مسلم ج۱ ص۲۱۸)	وَالْاِکْرَامِ— اے اللہ! تو ہی سالم ہے (اور محفوظ و منزہ ہے ہر عیب و نقص سے، حوادث و آفات سے، ہر قسم کے تغیر و زوال سے) اور تیری ہی طرف سے اور تیرے ہی ہاتھ میں ہے سلامتی (جس کے لئے چاہے اور جب چاہے سلامتی کا فیصلہ کرے اور جس کے لئے نہ چاہے نہ کرے) تو برکت والا ہے۔ اے بزرگی و برتری والے تعظیم و اکرام والے

استغفار کی کیفیت:

راوی حدیث حضرت اوزاعیؒ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد استغفار کس طرح کرتے تھے انہوں نے کہا آپ تین مرتبہ کہتے تھے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ (صحیح مسلم ج۱ ص۳۱۸)

امام حسن بن عمار الشرنبلالی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ نماز کے بعد تین دفعہ استغفار کرنے سے اس آدمی کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگ گیا ہو۔ استغفار کے الفاظ یہ ہیں۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ.

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۷۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ودر بعض الروایات آمده است که مے گفت سه بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ	اور بعض روایات میں آیا ہے کہ استغفار اس طرح پڑھی جائے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ. (اشعة اللمعات ج۱ ص۴۱۹)

دعاء ماثورہ میں اضافہ:

جو دعائیں قرآن مجید اور احادیث کی پڑھی جائیں' ان کے الفاظ میں کمی یا اضافہ جائز نہیں ہے۔ بعینہ وہی الفاظ ادا کئے جائیں' نبی مکرم ﷺ نے کمی بیشی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک دعاء تعلیم فرمائی۔ جس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

اٰمَنْتُ بِکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ بِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ.

میں ایمان لایا اس کتاب پر جو تو نے اتاری اور تیرے نبی پر ایمان لایا جسے تو نے مبعوث فرمایا۔

بعد میں کسی وقت رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے وہ دعاء سنی تو اس نے "نبیک" کی جگہ "برسولک" پڑھا' تو آپ نے اس سے کہا میں نے نبیک بتایا تھا۔ لہٰذا نبیک پڑھا جائے۔ (مسند امام احمد ج٤ ص ٢٩٣' صحیح مسلم ج٢ ص ٣٤٨ کتاب ذکر' جامع ترمذی ج٢ ص ١٧٧ کتاب الدعوات باب ماجاء فی الدعا اذا اوی الی فراشه)

بنابریں جو دعاء نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ میں بھی اضافہ جائز نہیں۔

حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. (صحیح مسلم ج۱ ص۲۱۸)

علامہ علی بن سلطان القاری ارشاد فرماتے ہیں:

فرض نماز کے بعد مسنون دعاؤں میں اپنی طرف سے ان الفاظ کے اضافہ کی عادت خلاف سنت ہے۔

جب کہ علامہ جزری فرماتے ہیں: وَمِنْکَ السَّلامُ کے بعد مذکورہ الفاظ کی زیادتی کی گئی ہے۔ یہ حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ بے اصل ہے اور واضعین کی ایجاد ہے۔

قال الشیخ الجزری فی تصحیح المصابیح واما مایزاد بعد قوله و منک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دارک دارالسلام' فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص. (مرقاۃ المصابیح ج۲ ص ۳۵۸ مکتبہ امدادیہ ملتان)

امام جزری کا یہ قول شرنبلالی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۷۰)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں اس حدیث میں استغفار کے بعد جو چھوٹی سی دعا حضرت ثوبانؓ نے رسول اللہؐ سے نقل کی ہے صحیح روایات میں صرف اتنی ہی وارد ہوئی ہے۔ یعنی اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام. عوام میں اس دعا کے اندر ومنک السلام کے بعد جو اضافہ مشہور ہے۔ والیک یرجع السلام حینا ربنا باالسلام وادخلنا الجنة دارالسلام. محدثین نے تصریح کی ہے کہ یہ بعد کا اضافہ ہے رسول اللہؐ سے یہ ثابت نہیں ہے۔ (معارف الحدیث ج ۳ ص ۳۱۲)

مفتیٔ ہند مفتی کفایت اللہ دھلویؒ سے یہ سوال کیا گیا کہ دعا کے ان الفاظ میں اضافہ ممکن ہے یا نہیں۔ سوال اور جواب حسب ذیل مرقوم ہیں۔

سوال: - نماز کے بعد جو دعاء مسنون اللھم انت السلام میں جو جملہ حینا ربنا باالسلام عوام پڑھا کرتے ہیں آنجناب کو معلوم ہے کہ حدیثوں میں اس دعا میں یہ جملہ نہیں ہے حینا بمعنی احیینا ہمیں زندہ رکھ۔ لیتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت جناب کی تحقیق میں کتب سنت سے ملتا ہے ثانیًا یا فی نفسه اس قسم کا جملہ حینا کے ساتھ باالسلام کا ہونا عربیت میں صحیح اور ثابت ہے؟

الجواب: -حینا ربنا باالسلام روایتًا تو ثابت نہیں مگر معنیً اور عربیت کے لحاظ سے

غلط نہیں ہے۔

قال الفراء حیک الله و ابقاک الله.

وَ حَیَّکَ اللّٰہ اَیْ مَلکَک اللّٰہُ وحَیَّاکَ اللّٰہ اَیْ سَلمه عَلَیْکَ
(اللسان العرب)

و فی موضع آخر یقال احیاہ اللّٰہ وحَیّاہُ بمعنی واحد.

اس تصریح سے ثابت ہوا کہ حینا ربنا بالسلام کے معنی احینا و ابقنا کے صحیح ہیں، و فی المرتبة تحینی بالسلام اخر عمر الخ (کفایت المفتی ج۳ص ۲۸۵)

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

نماز کے بعد یہ الفاظ ثابت ہیں:

اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام. (کذافی المشکوۃ ص ۸۸)

اگر لفظ وتعالیت بھی ملا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسے مسنون اور ماثور اعتقاد نہ کرے۔ (کفایت المفتی ج۳ص ۲۸۶)

فرائض کے بعد آیۃ الکرسی:

حدیث: -رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قرأ آیة الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبة. لم یمنعه من دخول الجنة الا الموت. (معجم کبیر طبرانی ج۳ ص۸٤۔الترغیب ج۲ ص۴۵۳)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی تو اسے جنت میں داخل ہونے میں موت کے سوا کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

حدیث: حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قرأ آیة

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے، تو وہ

الکرسی فی دبر الصلوٰۃ المکتوبۃ کان فی ذمۃ اللّٰہ الی الصلاۃ الاخری.

آدمی دوسری نماز پڑھنے تک اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ (الترغیب والترھیب ج۲ ص ۴۵۳)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں:

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی اور آیت شھد اللہ اور قل اللھم ملک الملک سے بغیر حساب. تک پڑھا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرمائیں گے اور جنت میں جگہ دیں گے اور اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے۔ جن میں کم حاجت اس کی مغفرت ہے۔ (تفسیر معارف القرآن ج۲ ص۳۵)

معوذات کا ورد:

عن عقبۃ ابن عامر قال امرنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اقرأ بالمعوذات فی دبر کل صلوٰۃ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا مجھے حکم دیا۔ (ابوداؤد ج۱ ص ۱۵۲ باب الاستغفار)

ان تمام احادیث مبارکہ میں فرض نمازوں کے بعد مختلف اذکار اور دعاؤں کا ذکر ہے۔ بعض صحیح الاسناد احادیث میں صراحۃً "دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ" کے الفاظ ہیں۔ جن سے "دعاء بعد المکتوبۃ" کا ثبوت محتاج بیان نہیں۔ اور بعض احادیث میں "دبر کل صلاۃ" کے الفاظ بھی دعاء بعض الفرائض ہی مراد ہے اور بعض احادیث میں "بعد ماسلم" اور "قبل ان یثنی رجلیہ" کی صراحت بھی اس بات کا واضح اور غیر مبہم ثبوت ہے۔ کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کا سنت ہونا قولاً وفعلاً ثابت ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام جوان احادیث کے چشم دید راوی اور گواہ ہیں۔ جب وہ بھی تصریح فرمارہے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے یہ دعائیں مانگتے ہوئے سنی ہیں۔ تو پھر ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں آخر کون سی چیز رکاوٹ ہے۔

مذکورہ احادیث کے علاوہ بھی بے شمار دیگر صحیح احادیث بھی ہیں۔ جن کا ذکر طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔ ان واضح اور ٹھوس شواہد کے باوجود فرض نماز کے بعد دعا کو بدعت یا حرام قرار دینا۔ بقول حضرت تھانوی یقیناً ''سخت جہالت ہے۔''

عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا:

دعا میں ہاتھ اٹھانا اور اختتامِ دعا پر ہاتھ منہ پر پھیرنا رسول اللہ ﷺ سے بتواتر ثابت ہے اور دعا میں ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں سے ہے اور یہ عمل مسنون' مستحب اور مرغوب ہے۔

حدیث:

عن انسؓ قال' قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ رحیم کریم' یستحی من عبد ان یرفع الیہ یدیہ ثم لایضع فیھما خیرا.
(مستدرک ج۱ ص ۲۹۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بے حد رحیم وکریم ہے' اس بندے سے حیا کرتا ہے جو اس کی طرف ہاتھ اٹھائے' پھر اس کے ہاتھوں میں کوئی خیر عطا نہ کرے۔

حدیث:

عن سلمانؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ حی کریم یستحی

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے' جب

من عبد ان يبسط اليه يديه ثم يردهما خائبتين.
(مستدرك ج۱ ص۴۹۷)

بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔

حدیث:

عن سلمانؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما رفع قوم اكفهم الى الله تعالى يسئالونه شياءً الا كان حقاً على الله ان يضع في ايديهم الذى سئالوا.
(طبرانی کبیر ج٦ ص٢٥٤)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی جماعت اپنی ہتھیلیوں کو (ہاتھوں کو) اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کے ہاتھوں میں ان کی مطلوبہ چیز عنایت کرے گا۔

حدیث:

قال ابو موسى دعا النبى صلى الله عليه وسلم ثم رفع يديه ورايت بياض ابطيه.
(صحيح بخارى ج۲ ص۹۳۸ باب رفع الايدى فى الدعا)

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگنے کے لئے دونوں ہاتھ اس قدر بلند فرمائے کہ میں نے آپ ﷺ کے مبارک بغلوں کی سفید چمک کو دیکھا۔

حدیث: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفع يديه فى الدعا لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه. (ترمذى ج۲ ص۱۷٦ باب رفع الايدى عند الدعا)

رسول اللہ ﷺ جب دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نہ رکھتے جب تک اپنے چہرہ انور پر نہ پھیر لیتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر دعا کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور فارغ ہو کر منہ پر پھیرنا سنت ہے۔

حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ وسمح وجھہ بیدیہ. (ابوداؤد ج۱ ص۱٤۹ باب الدعا ابواب شھر رمضان)

رسول اللہ ﷺ جب دعا کرتے، تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور پھر دعاء کے بعد دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیر لیتے۔

حدیث: حضرت مالک بن یسار عوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا سألتم اللّٰہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسألوہ بظھورھا (ابوداؤد ج۱ ص۱٤۸ باب الدعا ابواب شھر رمضان)

جب تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، تو ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلیوں سے کرو۔ اور الٹے ہاتھوں سے دعا نہ کرو۔

علامہ جزری بیان کرتے ہیں:

ان من آداب الدعاء رفع الیدین (حصن حصین ص۱۱)

بے شک ہاتھ اٹھانا دعا کے آداب میں شامل ہے۔

حدیث: علامہ جلال الدین سیوطی، حضرت براء بن عازب سے روایت بیان کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصابتہ شدۃ فدعا ورفع یدیہ حتی یری بباض ابطیہ. (فض الدعاء ص۸۱

حضور اقدس ﷺ کو جب بھی کسی مشکل صورت حال کا سامنا ہوتا۔ تو آپ دعا میں مشغول ہو جاتے اور دعا کے لیے ہاتھوں کو اس قدر بلند کرتے کہ آپ

بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص۳۶) کے بغل مبارک کی سفیدی نظر آ جاتی۔

حافظ جلال الدین سیوطی اصول حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ احادیث رفع یدین فی الدعاء معنا متواتر ہیں، پھر تواتر معنوی کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومنه ما تواتر معناه كاحاديث رفع اليدين فى الدعاء، فقد روى عنه صلى الله عليه وسلم نحو مأة حديث فيه رفع يديه فى الدعاء. (تدریب الراوی ج۲ ص۱۸۰ مطبوعہ کراچی)

حدیث:

عن انس قال كان برسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه فى الدعاء حتى يرى بياض ابطيه. (مسند امام احمد ج۳ ص۲۱۶-۲۲۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی یہاں تک کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔

حدیث:

عن جابر بن عبدالله ان النبى اتى مسجداً يعنى الاحزاب. فوضع رواءه وقام، ورفع يديه مدّا يدعو عليهم ولم يصل، قال، ثم جاء ودعا عليهم، وصلى. (مسند امام احمد ج۳ ص۳۹۳)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک روز مسجد احزاب میں تشریف لے گئے وہاں اپنی چادر مبارک بچھائی اس پر دیر تک کھڑے رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے رہے۔ لیکن اس وقت آپ نے نماز ادا نہیں فرمائی پھر دوبارہ آپ وہاں تشریف لے گئے تو اسی طرح آپ نے دعا فرمائی اور نماز پڑھی۔

حدیث:

فاستقبل نبی اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم القبلة' ثم مدیدیه فجعل یهتف بربه' اللهم انجزلی ماوعدتنی' اللهم آت ماوعدتنی اللهم ان تهلک هٰذه العصابة من اهل الاسلام لا تعبد فی الارض.	رسول اللہ ﷺ قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں۔ خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے خدایا! جو وعدہ تھا' عطا فرما۔ خدایا! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی' تو پھر زمین پر تیری پرستش نہ ہو گی۔ (صحیح مسلم ج۲ ص۹۳ باب الامداد بالملئکة فی غزوة بدر' کتاب الجهاد)

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

و فیه استحباب استقبال القبلة فی الدعاء ورفع الیدین فیه و انه لاباس برفع الصوت فی الدعاء.	اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے اور بلند آواز سے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (حاشیہ صحیح مسلم ج۲ ص۹۳)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثم ذَکَرَ الرجل یطیل السفراشعث' اغبر یمدیدیه إلی السماء یَا رَبِّ یَا رَبِّ' وَمَطْعَمَة حَرام و مَشْرَبَة حَرَامٌ و مَلْبَسُة حَرامٌ و غُذِیَ بِالحَرامِ فانّٰی یُسْتَجَابُ لِذَلِکَ. (صحیح	آپؐ نے ایک ایسے آدمی کا ذکر فرمایا' جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر حج وغیرہ کے لئے) ایسی حالت میں جاتا ہے کہ اس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد و غبار پڑا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اور حالت

مسلم ج۱ ص ۳۲٦ کتاب الزکوۃ)

یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ اس کا پہننا حرام ہے۔ اس کا لباس بھی حرام ہے۔ اور حرام غذا سے اس کی نشو ونما ہوئی ہے۔ تو اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔

ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور دوسروں کا دعا پر آمین کہنے کا دستور قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی عفت مآب رفیقہ حیات سیدہ ہاجرہ اور اپنے نورِ نظر،لختِ جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ کے مقام پر چھوڑ کر واپس ہوتے ہیں۔ اور جب آپ مقام ثنیہ کے قریب پہنچے اور یقین ہوگیا کہ میں ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا ہوں۔ وہ مجھے نہیں دیکھ رہے۔

استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهؤلاء الدعواتِ ورفع يديه وقال. رَبِّ اِنِّىۡ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ المحرم الخ.

(صحيح بخاری ج۱ ص ٤٧٥)

آپ نے قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں دعا کی۔ اے میرے رب! میں نے اپنے خاندان کو اس بنجر زمین میں تیرے عزت والے گھر کے پاس ٹھہرایا ہے۔ الخ

موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کی بے اعتدالیوں سے دل برداشتہ ہوکر اللہ کے حضور دعا کی۔

قال ابو العاليه و ابو صالح و عكرمه و محمد بن كعب القرظی والربيع بن انسؒ. دعا موسیٰ وامن هارون (عليهما السلام)

(تفسير ابن كثير ج۲ ص٤٢٩، تفسير قرطبی ج۸ ص ۳۷٥)

علامہ ابن حجر کی تصریحات:

علامہ ابن حجر عسقلانی نے دعا میں استحباب رفع یدین کے ثبوت میں متعدد احادیث بیان فرمائی ہیں۔ بغرض سہولت وہ تمام روایات مکمل حوالہ جات کے ساتھ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے۔

فدعا بماء فتوضأ ثم رفع یدیه فقال اللهم اغفر لعبید بن ابی عامر. الحدیث. (صحیح بخاری ج۲ ص ۶۱۹ باب غزوہ اوطاس)

رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا، وضو فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر حضرت عبید بن ابی عامر کے لئے دعاء مغفرت فرمائی کہ اے اللہ عبید کو بخش دے۔

حدیث:

عن ابی هریرة قال قدم الطفیل بن عمرو الدوسی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله إن دوسًا قد عصت وأبت فادع الله علیها فاستقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم القبلة ورفع یدیه فظن الناس أنه یدعو علیهم، فقال، اللّٰهم اهد دَوْسًا وأت بِهم. (مسند امام احمد ج۲ ص۲۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس نے نافرمانی کی اور انکار کیا ہے۔ آپؐ ان کے لئے دعا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں گے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: اللهم اهد دوساً وأت بهم. اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔

سبق آموز واقعہ:

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے' تو طفیل بن عمرو دوسی بھی ہجرت کر کے مدینہ آ گئے اور ان کے ساتھ ان کے قبیلہ کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ اتفاق سے وہ شخص مدینہ منورہ میں بیمار ہو گیا۔ جب مرض نے شدت اختیار کی' اس سے صبر نہ ہو سکا' تو اس نے تیز دھار چیز سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے۔ اس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے اتنا خون جاری ہوا کہ وہ مر گیا۔

انتقال کے بعد ایک دن حضرت طفیل بن عمروؓ نے اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ اس کی حالت تو اچھی ہے مگر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو چھپا رکھا ہے' حضرت طفیلؓ نے اس سے پوچھا کہ: تمہارے رب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے۔ اس شخص نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس وجہ سے بخش دیا کہ میں نے اس کے نبی ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی۔ پھر حضرت طفیلؓ نے پوچھا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ کیوں چھپا رکھے ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ پروردگار کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ جس عضو کو تم نے خود خراب کر دیا ہے۔ ہم اس کو ہرگز درست نہیں کریں گے۔ (یعنی اس جرم کو نہیں بخشیں گے)

حضرت طفیلؓ نے اپنا یہ خواب رسول کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ وَرَفَعَ يَدَيْه. (صحیح مسلم ج۱ ص۷۴ مسند امام احمد ج۳ ص۳۷۱' ادب المفرد ص۱۶۱)

تو آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ اے اللہ! اس کو اور اس کے دونوں ہاتھوں کو بخش دے۔

امام بخاری کی ادب المفرد میں یہ الفاظ ہیں "ورفع یدیہ"

حدیث:

عن عائشة رضی اللہ تعالی

ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی

عنها فانها رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یدعو' رافعا یدیه' یقول انما انا بشر فلاتعا قبنی ایما رجل من المومنین اذیته' او شتمته' فلاتعاقبنی فیه.

ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا کر رہے ہیں۔ اے اللہ! میں ایک بشر ہوں۔ مجھ سے مواخذہ نہ کرنا' اگر میں نے کسی مسلمان کو ستایا ہو۔ یا برا کہا ہو۔ تو مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔

(مسند امام ام ج٦ ص٢٥٨)

حدیث: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین بار ہاتھ اٹھا کر اہل بقیع کے لئے دعاء مغفرت فرمائی۔

ثم رفع یدیه ثلاث مرات. الحدیث

(صحیح مسلم ج١ ص٣١٣ کتاب الجنائز)

حدیث: حضرت ابوحمید الساعدی ابن اللتبیہ کے واقعہ میں بیان کرتے ہیں۔

ثم رفع یدیه حتی راینا عفرتی ابطیه الاهل بلغت ثلاثا.

پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اللهم هل بلغت

(صحیح بخاری ج٢ ص١٠٦٤'
صحیح مسلم ج٢ ص١٢٣)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ذکر قول ابراهیم و عیسی علیهما السلام فرفع یدیه وقال اللهم امتی امتی. (الحدیث)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا قول ذکر فرمایا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی امت کے لئے دعا فرمائی۔ (صحیح مسلم ج١ ص١١٣ باب دعا النبی لامته)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قول سے مراد یہ آیت ہے۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ

الایہ. اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ الایہ.

حدیث: سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اذا انزل علیه الوحی سمع عند وجهه کدوی النحل. فسری عنه فاستقبل القبله ورفع یدیه وقال اللهم زدنا ولا تنقصنا الخ.	ایک روز جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو چکی تو (وحی کے بوجھ سے) افاقہ پا کر آپؐ نے قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ (سنن ترمذی ج۲ ص۱۵۰ تفسیر سورہ مؤمن)

حدیث: حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ حضرت سعد کے گھر تشریف لائے۔

ثم رفع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یدیه هو یقول اللهم اجعل صلواتک ورحمتک علی آل سعد بن عبادة. الحدیث	پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔ اے اللہ! خاندان سعد بن عبادہ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ (ابوداؤد ج۲ ص۲۱۵ کتاب الادب' باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیأن)

حدیث: ایک حدیث میں:

رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رافعاً یدیه یدعو لعثمان. (جز رفع الیدین للبخاری)	راوی حدیث کا بیان! میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ حضرت عثمان کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے ہیں۔

حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کی روایت جو کسوف شمس کے واقعہ میں وارد ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

فانتهیت الی النبی صلی اللّٰه	میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔

عليه وسلم وهو رافع يديه يدعو. (صحيح مسلم ج۱ ص ۲۹۹ كتاب الكسوف)

آپ ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے تھے۔

حدیث: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قال كنت رديف النبى صلى الله عليه وسلم بعرفات فرفع يديه يدعو. (نسائی ج۲ ص باب رفع اليدين فى الدعا بعرفة)

میں (اسامہ) عرفات میں آپؐ کے پیچھے سوار تھا۔ آپؐ ہاتھ اٹھا کر دعا فرما رہے تھے۔

ان روایات کو بیان کرنے کے بعد علامہ ابن حجر ارشاد فرماتے ہیں۔

والاحاديث فى ذلك كثيرة. (فتح البارى ج۱۱ ص۱٤۱، ۱٤۲)

اس سلسلہ میں بہت زیادہ احادیث پائی جاتی ہیں۔

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا

فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعاء بھی صحیح وصریح احادیث سے ثابت ہے۔جن کی ایمان افروز جھلک ملاحظہ ہو۔

علامہ ابن کثیر کی تشریح:

❶ علامہ عماد الدین ابن کثیر سورہ نساء کی آیت ۹۸ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ بعد ماسلم وھو مستقبل القبلۃ. فقال اللھم خلص الولید بن الولید و عیاش بن ربیعہ وسلمۃ بن ھشام. وضعفۃ المسلمین الذین لا یستطیعون حیلۃ و لا یھتدون سبیلا من ایدی الکفار.

حضور اقدس ﷺ نے نماز سے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو ہو کر ہی ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی۔اے اللہ! ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، سلمہ بن ہشام اور دیگر ضعفاء مسلمین جو کفار کی قید سے چھوٹنے کی کوئی راہ یا حیلہ نہیں پاتے، انہیں کفار کے شکنجہ سے نجات و رہائی عطا فرما۔(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲)

امام ابن جریر کی رائے گرامی:

❷ علامہ عماد الدین ابن کثیر مفسر ابن جریر طبری کے حوالہ سے مذکورہ روایت کے الفاظ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو فی دبر

رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرماتے تھے۔

صلاة الظهر. اللهم خلص الوليد بن الوليد. الحديث.

ان دونوں روایات کی سند بہت قوی ہے کوئی راوی غیر ثقہ نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۴۲)

علامہ عثمانی کی توثیق:

حدیث:

حدثنا محمد بن يحي الاسلمی قال رايت عبدالله بن الزبير رأى رجلا رافعا يديه يدعو قبل ان يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال له ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلوته. (معجم کبیر طبرانی ج۱۳ ص۱۲۹)

محمد بن یحییٰ اسلمی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا ہے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو جاتے تھے دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

اخرجه ابن ابی شيبه ورجاله ثقات. (اعلاء السنن ج۳ ص۱۹٦)

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

يفهم منه انه صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا فرغ من صلاته. فثبت دعاؤه صلى الله عليه وسلم بعد السلام من الصلاة رافعا يديه.

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے تھے، پس ثابت ہوا کہ حضور ﷺ (فرض) نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ (اعلان السنن ج۳ ص۱۹٦)

علامہ ہیثمی اس روایت کو معجم طبرانی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۱۰ ۱۶۹) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

علامہ بنوریؒ کی تخریج:

حدیث:

عن ابن عباس قال صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الفجر ثم اقبل علی القوم فقال: اللهم بارک لنا فی مدینتنا. وبارک لنا فی مدنا و صاعنا. (ذکر سمهودی فی الوفا ج۱ ص۳۸۔ معارف السنن ج۳ ص۱۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی پھر نمازیوں کی طرف رخ پھیرا اور یہ دعا پڑھی۔ اللهم بارک الخ۔ اے اللہ! ہمارے شہر مدینہ منورہ اور مدنی پیمانے "مد" اذا صاع میں برکت عطا فرما۔

علامہ سید محمد یوسف بنوری فرائض کے بعد اجتماعی دعاء کے استحباب پر متعدد روایات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''اس بات میں مذکورہ روایات کافی ہوں گی اور ان لوگوں کا معمول ہے کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرتے ہیں۔''

اور اسی لئے ہمارے فقہاء کرام نے بھی اس دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں امام شرنبلالی نے فرمایا ہے۔

اور امام نووی شرح مہذب ج ۳ ص ۴۸۸ میں فرماتے ہیں۔

الدعاء للامام والمأمون والمنفرد مستحب عقب کل الصلوات بلا خلاف، ویقول. ویستحب ان یقبل

امام، مقتدی اور منفرد کے لئے مستحب ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کریں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ امام کے لئے

علی الناس فیدعوا. (معارف السنن ج۳ ص ۱۲۳)

جائز ہے کہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرے۔

نماز کے بعد دعا نہ کرنے پر وعید:

رسول اللہ ﷺ نے نماز کے بعد اللہ رب العزت کے حضور ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنے پر وعید اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

حدیث:

عن الفضل بن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصلٰوۃ مثنی مثنی تشھد فی کل رکعتین. وتخشع وتضرع و تمسکن و تقنع یدیک' یقول ترفعھما الی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک وتقول یا رب یا رب من لم یفعل ذالک فھی کذا و کذا. (ترمذی ج۱ ص۸۷ باب ماجآء فی التخشع فی الصلوٰۃ)

حضرت فضلؓ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز دو دو رکعت ہے۔ ہر دو رکعت کے بعد التحیات ہے اور ڈرنا' عاجزی کرنا اور مسکینی ظاہر کرنا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھانے۔ حضرت فضلؓ بن عباس فرماتے ہیں کہ تو اپنے پروردگار کے حضور میں اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کر کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں تیرے چہرے کی طرف ہوں۔ اور تیری زبان پر یا رب یا رب کا ورد ہو۔ جس آدمی نے ایسا نہ کیا تو وہ ایسا ہے ایسا ہے۔

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوھی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وھذا یثبت الدعاء بعد الصلٰوۃ برفع یدیہ کما ھو المحمول. وانکار الجھلۃ علیہ مردود. (الکوکب الدری ج۱ ص۱۷۱)

اس حدیث میں لفظ مستقبلا سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نماز کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے' یہی معمول ہے اور اس پر جہلاء کا انکار مردود ہے۔

ترک دعا قابل تعزیر جرم ہے:

فرض نمازوں کے بعد عادتاً دعاء کا تارک قابل تعزیر و قابل ملامت ہے۔ قطب الارشاد محدث گنگوہی کا ارشاد گرامی ہے۔

فیعزر تارک الدعوات بعد الصلوات ولا یعذر علی ترکھا. (الکوکب الدری ج۲ ص ۲۹۱)

فرض نماز کے بعد دعاء کا تارک (عادتاً چھوڑ دینے والا) قابل تعزیر ہے اور اس ترکِ دعاء میں (کسی تاویل کی وجہ سے) معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

نواب قطب الدین دہلوی اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''جب بندہ خدا کے دربار میں حاضری دے اور نماز پڑھ کر اپنی عبودیت وفرمانبرداری کا اظہار کردے۔تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نماز کے بعد خدا کی درگاہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھادے اور اپنی محتاجگی و لاچارگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی دینی و دنیوی بھلائی میں خدا کی مدد و نصرت کا طلب گار ہو۔'' (مظاہر حق جدید ج۱ص۵۵۲)

جمہور محدثین نے اس حدیث کو سلام پھیرنے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر محمول کیا ہے۔جیسا کہ محدث ابن خزیمہ اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث نے واضح کردیا کہ سلام سے قبل تشہد میں ہاتھ اٹھانا نماز کی سنت نہیں۔ بلکہ سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا اور ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔'' (صحیح ابن خزیمہ ج۲ص۲۲۱بحوالہ تحفۃ المطلوب ص۵۴)

اس حدیث میں **"تقنع یدیک"** وارد ہوا ہے۔ اقناع سے دعا میں دونوں ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ (مجمع البحار ج۴ص۳۳۱بحوالہ تحفۃ المطلوب ص۵۴)

شیخ ابن العربی اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"اقناع الیدین ای رفعھما فی الدعاء وھو بعد الصلاۃ فیھا"

(اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۱)

علامہ عبد العظیم بن عبد القوی المنذری نے الترغیب والترھیب ج ا ص ۳۴۸ میں اور علامہ طحاوی نے شرح مشکل الاثار ج ۲ ص ۲۴ اور بھی بہت سے ائمہ حدیث نے ہر نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کو اس حدیث سے مستحب قرار دیا ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں:

والحدیث یدل علی مطلوبیة الخشوع فی الصلاة و علی مشروعیه الدعاء برفع الیدین عقیب الصلاة کما ھو معتاد الصلحاء و المصلین. (التشرف فی التصوف ص۲۲ بحواله اعلاء السنن ج۳ ص۲۰۲)

یہ حدیث نماز میں خشوع وخضوع کے مطلوب ہونے پر اور فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کی مشروعیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ صلحاء امت اور عام نمازیوں کے ہاں فرائض کے بعد دعا برفع الیدین کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔

شیخ علی زادہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کر کے "فھو خداج" کی شرح میں لکھتے ہیں:

فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه و تعالیٰ. (شرح شرعة الاسلام ص۱۲۸ بحواله تحفة المطلوبه ص۵٦)

جو شخص نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت طلب نہیں کرتا، پس اس نے جو کچھ نماز پڑھی وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناقص ہے۔

حدیث:

عن انس رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوة ثم یقول اللهم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو بندہ نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے، پھر یوں دعا کرے۔ اللھم

الهی واله ابراهیم واسحٰق ویعقوب واله جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی، فانی مضطر و تعصمنی فی دینی، فانی مبتلیٰ، وتنالنی برحمتک، فانی مذنب، وتنفی عن الفقر فانی متمسکن الا کان حقًا علی اللّٰہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین.

الھیٰ والہ ابراھیم الخ تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ناکام اور خالی نہ لوٹائے۔(اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیل بحوالہ اعلاء السنن ج۳ ص ۲۰۰)

علامہ ظفر احمد عثمانی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت دلالة علی رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوٰة المفروضة ظاهرة. (علاء السنن ج۳ ص ۲۰۱)

میں کہتا ہوں کہ فرض نماز کے بعد دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے پر یہ حدیث بالکل واضح اور صریح دلیل ہے۔

حدیث:

عن عائشةؓ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یرفع یدیہ یدعو حتی انی لاسأم لہ مما یرفعهما یدعو: اللهم فانما انا بشر فلا تعذبنی بشتم رجل شتمته او اذیته. (مسند امام احمد ج۶ ص ۲۲۵)

ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اتنی دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے کہ میں اکتا جاتی۔ آپ اللہ سے عرض کرتے کہ اے اللہ! بے شک میں بشر ہوں۔ مجھ سے مواخذہ نہ کرنا۔ اگر کسی مسلمان کو میں نے ستایا ہو۔ یا برا کہا ہو تو مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرنا۔

بحر العلوم علامہ لکھنوی:

بحر العلوم علامہ لکھنوی سے پوچھا گیا کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حدیث میں وارد ہوا ہے یا نہیں؟ تو موصوف نے جواب میں مذکورہ بالا حضرت انسؓ کی روایت نقل کر کے فرمایا: کہ خاص نماز میں یہ حدیث وارد ہوتی ہے۔ اگر چہ اس کی سند میں کلام کیا گیا ہے۔ مگر حدیث ضعیف استحباب کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ فتح القدیر کتاب الجنائز میں ہے:"**الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع**. استحباب' ضعیف حدیث غیر موضوع سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (مجموعۃ الفتاوی ج ا ص ۳۰۰)

خلاصۂ کلام:

ان تمام متذکرہ بالا روایات سے واضح ہوا کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اسی طرح مسنون ہے۔ جس طرح فرائض کے علاوہ دیگر عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا متواتر اور متوارث سنت ہے۔ لہٰذا ان دونوں قسم کی دعاؤں کے درمیان محض ظن و قیاس سے تفریق کرنا کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ نیز دعا بعد الفرائض میں رفع یدین پر کسی بھی حدیث میں ممانعت نہیں پائی جاتی' اس کے باوجود اسے مکروہ یا بدعت کہنا بقول حضرت تھانوی کے''نری جہلالت'' ہے۔ الغرض جس اہتمام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے فرائض کے بعد دعائیں پڑھنا بکثرت ثابت ہے۔ اس طرح ان دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا اس اہتمام سے ثابت نہیں۔

علامہ انور شاہ کاشمیری کی یہ توجیہ بڑی بلیغ معلوم ہوتی ہے۔'' کہ آپؐ چونکہ فرائض کے بعد ان دعاؤں کو اکثر بطور ذکر بھی پڑھتے تھے' اس لئے رفع یدین اس اہتمام سے ثابت نہیں۔ کیونکہ اذکار میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔'' (معارف السنن ج ۳ ص ۱۲۴)

ضعیف حدیث قابل حجت ہے:

حدیث ابن عباس اپنے مدلول اور منطوق میں اگر چہ صریح اور دلیل قاطع ہے۔ لیکن اس کی سند پر کلام کیا گیا ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

''گو یہ حدیث ضعیف ہے لیکن دیگر شواہد و توابع سے یہ حدیث درجہ حسن

کو پہنچ جاتی ہے۔'' (سعیہ رفع الیدین ص ۱۳۴' اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۲)

یوں بھی جمہور علماء امت کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا بالاجماع جائز ہے۔ بشرطیکہ ضعیف شدید یا موضوع نہ ہو۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن الہمام کا قول پہلے گذر چکا ہے۔

جملہ محدثین اور ائمہ مجتہدین سے سلفاً و خلفاً تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ حدیث ضعیف کی روایت کرنا اور فضائل میں اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

خطیب بغدادی نے امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا. واذا روینا فی الفضائل و نحوها تساهلنا. (الکفایه ص ۱۳٤)	جب ہم حلال و حرام کے مسائل میں حدیث بیان کریں تو جانچنے میں سختی سے کام لیں گے اور جب فضائل اعمال وغیرہ میں روایت بیان کریں گے تو تساہل اور نرمی سے کام لیں گے۔

امام احمد بن حنبل مزید فرماتے ہیں:

ضعیف الحدیث احب الینا من الرئ والقیاس. (اعلام الموقعین ج۱ ص۷٦)	ضعیف حدیث پر عمل کرنا بنسبت رائے اور قیاس کے زیادہ پسندیدہ ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں:

''امام اعظم کے تمام تلامذہ اور ائمہ فقہ اس پر متفق ہیں کہ امام اعظم کے مذہب میں ان کے نزدیک رائے و قیاس کی بجائے حدیث ضعیف ہی مقدم اور اولی بالقبول ہے اور اس پر ان کے مذہب کی بنیاد ہے۔

(اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷۶)

فضائل و رغائب میں ضعیف حدیث کو قبول کرنے والے جلیل القدر محدثین اور ائمہ میں سے امام اعظم' امام احمد بن حنبل' ابن سید الناس' علامہ نووی' حافظ عراقی'

ابن حجر عسقلانی، علامہ سخاوی، شیخ زکریا انصاری، علامہ جلال الدین سیوطی، ملا علی قاری، ابن حجر مکی اور جلال الدین دوانی وغیرھم بے شمار محدثین ہیں۔
(حاشیہ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۹ طبع کراچی)

امام نووی ارشاد فرماتے ہیں:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال.	جمہور علماء محدثین و فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔

(اربعین نووی ص ۳۲)

"ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً"

(کتاب الاذکار نووی بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص ۶۱)

شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

ملا علی القاریؒ موضوعات کبیر ص ۵ اور شرح النقایہ ج ۱ ص ۹ میں لکھتے ہیں کہ فضائل اعمال کے لیے ضعیف حدیث قابل عمل ہے۔ امام حاکمؒ مستدرک ج ۱ ص ۴۹۰ میں لکھتے ہیں کہ عقائد حلال وحرام کے مسائل میں تو ضعیف حدیث کا قطعا کوئی اعتبار نہیں ہاں ثواب وعقاب اور فضائل میں محدثینؒ مانتے ہیں اور یہی قول امام عبدالرحمٰنؒ بن مہدیؒ کا ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں مانی جا سکتی ہے۔ ابن مہدیؒ (استاذ بخاریؒ) فتح المغیث ص ۱۲۰ میں علامہ سخاویؒ نے القول البدیع ص ۱۹۶ میں بھی اس کی تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پیش ہوسکتی ہیں اور حافظ ابن تیمیہؒ فتاویٰ ج ۱ ص ۳۹ طبع بولاق میں اس کی تصریح کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ابن دقیق العیدؒ نے اپنی کتاب الامام ج ۱ ص ۱۷۱ میں اس کی تصریح کی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ۸۸۹ میں لکھتے

ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کے حجت ہونے پر اتفاق علماء ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۲۶۵ میں لکھتے ہیں کہ ضعیف حدیث جو موضوع نہ ہو اس سے استحباب اور جواز ثابت ہوسکتا ہے۔ (خزائن السنن ج اص ۱۰۷)

تعامل کی سحر انگیزی:

''تعامل'' ایسی سریع التاثیر دلیل اور حجت قاطعہ ہے کہ اس کی سحر انگیزی کے سامنے ائمہ مذاہب بھی سر تسلیم خم کر لیتے ہیں' چنانچہ مفتی شمس الدین رقمطراز ہیں:

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

الصحیح استحباب الرفع فی سائر الادعیة. (ارشاد الساری ج٦ ص١٢٥ بحوالہ تحفة المطلوبہ ص٤٠)

صحیح بات یہ ہی ہے کہ تمام دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔

علامہ ابی مالکی حضرت امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:

لا نہ ثبت رفع الایدی فی کل ادعیة.

(الاکمال لابی ج٣ ص٤٥ بحوالہ تحفة المطلوبہ ص٤٠)

امام شافعی اور علامہ قسطلانی کی یہ تصریحات واضح ثبوت ہیں کہ ہر قسم کی عمومی اور فرائض کے بعد خصوصی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔ فرض کے بعد کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کی کوئی صحیح مرفوع روایت نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ دور نبوی ﷺ میں فرائض کے بعد دعاؤں میں ''ہاتھ اٹھانے'' کا تعامل و توارث اس قدر عام تھا کہ اس کے روایت یا حکایت بیان کرنے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہ کی گئی اور دعاء بعد الفرائض میں ثبوت رفع یدین پر قلیل روایات کی وجہ یہی تعامل و توارث عمل ہے کیونکہ جو عمل جس قدر زیادہ رائج اور عملاً مشہور ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں اسی قدر روایات کم ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ''تعامل و توارث

عمل'' خود بہت بڑی دلیل ہے۔ اس کی موجودگی میں روایات کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔ (کذا فی ایضاح الادلہ گنگوھی ص ۳۰)

پہلی دلیل:

چنانچہ امام مالک کے مسلک کی بنیاد ہی تعامل اہل مدینہ پر ہے۔ بہت سے مسائل میں مضبوط وقوی روایات کے مقابل میں تعامل مدینہ کو ترجیح دیتے ہیں' مثلاً نماز میں رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق شیخین کی تخریج کردہ روایات ابن عمرؓ جو قائلین رفع کے نزدیک سب سے قوی ترین روایت ہے اور خود امام مالک اسی روایت ابن عمر کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود امام مالک مجبور ہوئے کہ تعامل مدینہ کے پیش نظر ترکِ رفع کو اختیار کریں۔
(ایضاح الادلہ گنگوھی ص ۳۰)

دوسری دلیل:

امام مالک کی طرح ارباب درایت واہل فتویٰ کے ہاں بھی مختلف روایات کے مابین ترجیح کا بنیادی اصول یہی ''تعامل وتوارث سلف'' رہا ہے۔ مثلاً تشہد کے باب میں روایات میں سخت اخلاف ہے۔ (۱) تشہد عمرؓ۔ (۲) تشہد ابن عباسؓ۔ (۳) تشہد ابن مسعودؓ۔ (اوجز المسالک فی شرح موطا امام مالک ج ۲ ص ۱۳۰)

❶ تشہد عمرؓ جس کے الفاظ موطا امام مالک میں مذکور ہیں لیکن کتب صحاح ستہ میں سے کسی مصنف نے اس کی تخریج نہیں کی۔ موطا امام مالک میں بھی مرفوعاً روایت نہیں بلکہ موقوفاً علیٰ عمرؓ ہے۔

❷ تشہد ابن عباسؓ کو امام بخاری کے سوا دیگر پانچوں ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ میں اختلاف ہے۔

❸ تشہد ابن مسعودؓ کو امام بخاری سمیت دیگر تمام محدثین نے روایت کیا ہے اور ان کتب صحاح ستہ کے ہاں تشہد ابن مسعود کے الفاظ میں کوئی اختلاف نہیں اور بالاتفاق سب سے قوی تر مرفوع روایت یہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود امام مالک

نے اہل مدینہ کی بناء پر قوی مرفوع روایت ابن مسعودؓ کے مقابل موقوف روایت ابن عمرؓ کو ترجیح دی۔

حضرت امام شافعی نے اہل مکہ کے تعامل کی بناء پر تشہد ابن عباس کو ترجیح دی۔ جب کہ حنفیہ نے دیگر وجوہ ترجیح کے علاوہ اہل کوفہ کے تعامل کے پیش نظر تشہد ابن مسعودؓ کو ترجیح دی۔ معلوم ہوا کہ ''تعامل سلف بھی ائمہ کے ہاں ایک اصل عظیم ہے۔''

تیسری دلیل:

حدیث قلتین کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

مثاله حديث القلتين فانه حديث صحيح روى بطريق كثيره...... ولم يمش عليه المالكيه ولا الحنفيه فلم يعملوا به. (ابن ماجہ اور علم حدیث علامہ عبدالرشید نعمانی ص۲۰۲)

اس کی مثال قلتین کی حدیث ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بہت سے طریقوں (سندوں) سے مروی ہے (آگے ان طرق کے منتہی راوی کا ذکر ہے) لیکن صحت اور تعدد طرق کے باوجود اس پر نہ مالکیہ ہی چلے اور نہ حنفیہ۔ چنانچہ ان سب حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا (اس کی وجہ بھی عدم تعامل سلف ہی ہے)

چوتھی دلیل:

حدیث قلتین کی طرح حدیث آمین بالجہر بھی ہے، جس کو ائمہ ستہ روایت کرتے ہیں۔ لیکن امام طبری کا قول ہے۔

ان اكثر الصحابه والتابعين كانوا يخفون لها. (اعلاء السنن ج۲ ص۲۲۳)

کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کی زیادہ تعداد آمین آہستہ کہتی تھی۔

چنانچہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے تعامل کی بناء پر مالکیہ و حنفیہ نے سراً آمین ہی کو ترجیح دی۔ لیکن اہل مکہ کے ہاں جہراً آمین کہنے کا رواج تھا وہ بھی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

کے عہد خلافت سے جن کا دار السلطنت مکہ تھا۔ اس لئے امام شافعی نے جن کی جائے پیدائش ہی مکہ مکرمہ ہے۔ آمین بالجہر کو اختیار کیا۔ (ایضاح الادلہ ص ۴۳)

پانچویں دلیل:

اسی طرح ''خیار مجلس'' کی حدیث کہ نہ اس پر فقہاء سبعہ مدینہ نے عمل کیا اور نہ فقہاء کوفہ نے اور حدیث ''مصراۃ'' کہ نہ اس پر امام اعظم کا عمل ہے اور نہ امام مالک کا۔

غرض اس طرح کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ جس سے یہ اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ ''تعامل سلف'' بھی خود ایک بڑی دلیل ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

اتفاق سلف و توارث ایشاں اصل عظیم است درفقه.	سلف صالحین کا اتفاق اور توارث و تعامل بھی در باب فقہ ایک اصل عظیم ہے۔

تعامل سلف کے حجت قاطعہ ہونے پر مزید معلومات کے لئے ہمارے استاذ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی کے استاذ مولانا حیدر حسن خان کا تالیف کردہ قیمتی رسالہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جو "ماتمس الیه الحاجة لمن یطالع سنن ابن ماجه" میں بتمامہ درج ہے۔

غرض کسی مسئلہ میں تعامل و توارث عمل جب خود ایک بہت بڑی دلیل ہے تو اس میں روایات کے تتبع کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ جب یہ ائمہ فقہ ٹھوس روایات کثیرہ کے مقابل ''تعامل اہل بلد یا تعامل سلف'' کو حجت قاطعہ بنا سکتے ہیں تو دعاء بعد الفرائض میں استحباب رفع یدین پر صحیح روایات کے ہوتے ہوئے جمہور امت کے تعامل و توارث کو بطریق اولی حجت قاطعہ بنایا جاسکتا ہے۔

(تحفۃ المطلوبہ ص ۴۰ تا ۴۶)

مفتی رشید احمد بھی تعامل کو حجت تسلیم کرتے ہیں:

حضرت مفتی رشید احمد جنہیں فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کے استحباب کا نہ

صرف انکار ہے۔ بلکہ اسے ''بدعت قبیحہ شنیعہ'' (احسن الفتاوی ج ۳) لکھتے ہیں' وہ بھی ''تعامل امت'' کے حجت ہونے کا برملا اقرار کرتے ہیں' وہ بھی ایک ایسے مسئلہ میں جہاں حدیث نبویؐ یا آثار صحابہ سے صراحت تو کجا اشارۃً یا کنایۃً بھی جواز ثابت نہیں ہوتا۔ محض تعامل امت کے بل بوتے پر خطبہ عید کے بعد بھی دعا کے استحباب کا فتوی صادر فرماتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ مفتی صاحب اکابرین امت کے تعامل کو حجت مانتے ہوئے فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کو تسلیم کر لیتے۔

''دعا بعد الصلوات کا استحباب احادیث صریحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔ اس کلیہ میں نماز عید بھی داخل ہے۔ خواہ نماز کے بعد متصل دعا ہو یا خطبہ کے بعد' خطبہ توابع نماز سے ہے۔ اس لئے بعد الخطبہ ہی بعد الصلوۃ میں داخل ہے۔ جیسا کہ عام نمازوں میں تسبیحات و اوراد کے بعد ہونے والی دعا کو کلیہ بعد الصلوۃ میں داخل قرار دیا جاتا ہے۔ بلکہ سنن و نوافل کے بعد کی دعا کو بھی **دبر الصلوات المکتوبۃ** میں شمار کیا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ہر مجلس خیر اور دینی اجتماع کے اختتام پر دعا کا تعامل پوری امت میں ہے۔ لہٰذا خطبہ کے بعد دعا ہو یا خطبہ سے پہلے یا دونوں جگہ تینوں صورتیں درست ہیں' البتہ خطبہ سے پہلے دعا مانگی جائے تو مختصر ہونی چاہئے۔ تاکہ نماز اور خطبہ کے درمیان فصل نہ ہو۔ مذکورہ تینوں صورتیں صرف مستحب ہیں۔ ضروری نہیں' لہٰذا اگر کوئی امام دعا بالکل چھوڑ دے' نہ خطبہ سے پہلے مانگے نہ بعد۔ تو اس پر اعتراض کرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ج ۴ ص ۱۱۵'۱۱۶)

لمحۂ فکریہ:

فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح' صریح اور مرفوع احادیث سے ثابت ہونے کے باوجود اسے بدعت قرار دینا صریح بے انصافی ہے۔ مناسب تو یہ تھا کہ جو امور احادیث سے صراحتاً ثابت ہیں ان پر عمل کی ترغیب و تحریص دی جاتی جیسے امام کو امامت والے مقام پر سنن و نوافل پڑھنے کی صریح ممانعت وارد ہوئی ہے اس

پر التزام و اہتمام کرایا جاتا۔ اس بین غلطی کی اصلاح کی فکر کی جاتی' اس پر عمل نہ کرنے والے حضرات کی سرزنش ہوتی۔ جب کہ سنت کی اس واضح خلاف ورزی پر کبھی صدائے احتجاج بلند نہ ہوئی۔ کہیں یہ طرز عمل اَفَتُؤمِنُوْنَ بِبَعْضِ الکِتابِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (الایہ) کے زمرے میں تو نہیں آتا ہے۔

حدیث:

عن مغيرة بن شعبة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصلى الامام فی المواضع الذی صلی فيه حتى يتحول۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام نے جہاں فرض نماز پڑھائی' وہاں سنتیں نہ پڑھے بلکہ جگہ تبدیل کرے۔ (ابوداؤد ج۱ ص۶٤ کتاب الصلوٰۃ باب الامام يتطوع فی مكانه)

حدیث:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قضى احدكم الصلوٰة فی مسجده فليجعل لبيته نصيباً۔

آپ نے فرمایا فرض نماز مسجد میں پڑھنے کے بعد اپنے گھر میں بھی نماز پڑھنے کا حصہ رکھا جائے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۲٦٥)

حدیث:

عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم قال صلوا فی بيوتكم ولا تتخذوها قبوراً۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھا کرو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح بخاری ج۲ ص۱۵۸' صحیح مسلم ج۱ ص۲٦٥)

حدیث:

عن زيد بن ثابت عن النبی صلى الله عليه وسلم قال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے سوا نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

افضل صلاتکم فی بیوتکم الا المکتوبۃ. (ترمذی ج۱ ص۱۰۲ کتاب الصلاۃ باب فی فضل صلاۃ التطوع فی البیت)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

ان من السنۃ اذا سلم الامام ان لایقوم فی موضعہ الذی صلی فیہ. فیصلی تطوعاً حتی ینحرف. سنت طریقہ یہ ہے کہ امام سلام پھیرنے کے بعد جہاں فرض نماز پڑھائی تھی وہاں سنتیں نہ پڑھے بلکہ آگے پیچھے ہٹ جائے۔(دار قطنی ج۱ ص۲)

❋ ❋ ❋

فرائض کے بعد اجتماعی دعا اور صحابہ کرام کا تابناک عمل

گذشتہ اوراق میں بیان کردہ وہ تمام احادیث جن میں فرض نماز کے بعد مختلف ماثورہ دعائیں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ عقلاً اس بات پر صراحۃً وبداہتہً دلالت کرتی ہیں۔ کہ یہ دعائیں اجتماعی مانگی جاتی تھیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فرائض کے بعد حضور انور ﷺ دعا مانگیں اور صحابہ کرام اس پر آمین نہ کہیں۔ صحابہ کرام کی مقدس جماعت کے اس اجتماعی عمل کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی ہر سنت کے چشم دید گواہ تھے۔

صحابہ کرام کی اجتماعی دعا کا کرشمہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرض نماز کے بعد اجتماعی دعاؤں کے فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے تھے۔ علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

علاء الحضرمی من سادات	حضرت علاءؓ علماء عابدین اور سادات
الصحابة العلماء العباد	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور
مجابی الدعوة	مستجاب الدعوات تھے۔

پھر علامہ موصوف بحرین کے مرتدین کے خلاف جنگ کے ایام میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پریشانی کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں:

ونودی بصلوة الصبح حین	اور طلوع فجر کے وقت اذان دی گئی تو
طلح الفجر فصلی بالناس	انہوں نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی۔
فلما قضی الصلوة جثا علی	جب نماز پوری کرلی۔ تو گھٹنوں کے بل

ركبتيه و جثا الناس و نصب في الدعاء ورفع يديه. وفعل الناس مثلهم. حتى طلعت الشمس. وجعل الناس ينظرون الى سراب الشمس يلمع مرة بعد اخرىٰ وهو يجتهد في الدعاء. (البداية والنهاية ج٦ ص٣٢٨)	بیٹھ گئے اور لوگ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔اور ہاتھ اٹھا کر (خشوع وخضوع سے) دعا میں مشغول ہو گئے۔لوگوں نے بھی ساتھ ہی ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگنی شروع کی۔حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔لوگ سورج کی کرنوں کو چمکتا دیکھتے اور حضرت علاءؓ دعا میں پورے انہماک سے مشغول رہے۔

ان کی یہ دعا فوراً قبول ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب تیھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔جہاں سے اس پریشان حال لشکر نے پانی پیا اور جان میں جان آئی۔ پھر ان کے اونٹ جورات کو زادِراہ سمیت بھاگ گئے تھے۔ایک ایک کر کے واپس آنے شروع ہو گئے۔

لمحۂ فکریہ:

صحابہ کرام کی پوری جماعت اور تابعین کا سارا لشکر اپنے امام کی پیروی میں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا میں مصروف ومشغول ہیں' کسی بھی فرد نے اس اجتماعی دعا کے عمل پر نہ اعتراض کیا' نہ اسے خلاف سنت قرار دیا اور نہ ہی کسی نے اسے بدعت کہنے کی جسارت کی' اگر صحابہ کرام کے ہاں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا معمول نہ ہوتا۔تو صحابہ وتابعین اس جدت اور بدعت کو کسی صورت گوارا نہ کرتے اور خاموش رہ کر اس عمل کی تائید وتوثیق نہ کرتے' بلکہ بہانگ دہل واشگاف الفاظ میں اسے بدعت قرار دے کر اس کی دھجیاں فضا میں بکھیر دیتے' صحابہ کرام اور تابعین کے اس مسنون ومرغوب اجتماعی عمل کے باوجود اگر کوئی فرد یا جماعت اسے بدعت قبیحہ شنیعہ کہے تو یہ کس قدر سنگین جسارت اور سفاکی ہے' اس کی بیباک جنبش قلم نے صحابہ' تابعین' تبع تابعین اور اسلف صالحین سب کو بدعت کا مرتکب

قرار دینے کی ناپاک اور مذموم حرکت کی ہے۔

ببیں تفاوت راہ کجا است تا بکجا

امیر المؤمنین عمر فاروقؓ کا حکم:

1 عام الرمادۃ میں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نمازیوں سے دعا مانگنے کی درخواست کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رایت عمر اذا صلی المغرب نادی! ایھا الناس استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ وسلوہ من فضلہ و استقوا سقیارحمۃ لاسقیا عذاب فلم یزل کذلک حتی فرج اللّٰہ ذالک. (ابن سعد ج۳ ص ۲۴۳)

میں نے امیر المومنین سیدنا عمرؓ کو دیکھا جب وہ نماز مغرب پڑھ لیتے' تو آواز بلند فرماتے! اے لوگو! اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر توبہ کرو اور اس سے اس کا فضل طلب کرو۔ اور بارانِ رحمت طلب کرو۔ بارانِ زحمت طلب نہ کرنا۔ آپ برابر ایسا کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مشکل آسان کردی۔

2 جب فتح مصر میں تاخیر ہو رہی تھی۔ تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر عساکر حضرت عمرو بن العاصؓ کو عتاب فرمایا اور انہیں ہدایت کی کہ میں چار آدمی بھیج رہا ہوں۔ جمعہ کے دن زوال کے وقت ان کو لوگوں کے سامنے کھڑا کر کے دشمن پر فتح کی دعا کرایئے۔ کیونکہ یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے لوگوں کو جمع کر کے امیر المومنین کا عتاب نامہ سنایا۔ پھر انہیں وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور ان چاروں کو آگے کر کے فتح و نصرت کی دعا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مصر فتح کر دیا۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

فقد مھم امام الناس وامر الناس ان یتطھروا ویصلوا رکعتین ثم

یرغبون الی اللّٰہ ویسئلونه النصر ففتح اللّٰہ علیهم

(کنز العمال اجتماعی دعا بعد از نماز ص ٤١)

اسوۂ مرتضویؓ:

سیدنا علی مرتضیٰؓ ہر نماز کے بعد بارگاہ خداوندی میں اس طرح دعا کیا کرتے تھے۔

اللهم تم نورک فهدیت فلک الحمد و عظم حلمک فعفوت فلک الحمد بسطت یدک فلک الحمد ربنا و جهک اکرم الوجوه وجاهک خیر الجاه و عطیتک انفع العطایا. واهنؤها تطاع ربنا فتشکر وتعصی ربنا فتغفر لمن شئت تجیب المضطر اذا دعاک و تغفر الذنبا و تقبل التوبة و تکشف الضر ولا یجزی بالائک احد ولا یحصی نعماء ک (قول قامل) (امالی ابو القاسم)

اے اللہ! تیرا نور پورا ہو' تو نے اپنے بندوں کو ہدایت عطا فرمائی' سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں' تیرا حلم بڑا عظیم ہے' تو نے معاف کیا' سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو نے اپنا ہاتھ کھلا کیا' تو نے سب کو جھولیاں بھر بھر کے دیا' سب تعریفوں کے لائق تو ہی ہے' اے ہمارے رب! تیرا چہرہ سب کے معزز ہے اور تیرا رتبہ سب سے بلند و بالا ہے' تیرا عطیہ سب عطیات سے بے حد نفع مند ہے اور خوشگوار ہے' تیری اطاعت کی جائے تو قبول فرماتا ہے اور بدلہ دیتا ہے اور نافرمانی کی جائے تو جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے' جب مضطر اور لاچار انسان تجھے پکارتا ہے تو تو دعا قبول کرتا ہے' توبہ قبول کرتا اور گناہ بخش دیتا ہے تیری نعمتوں کا بدلہ کوئی کیسے ادا کر سکتا ہے اور انہیں کون شمار کر سکتا ہے۔

حدیث: حضرت غزوان بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت

کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب فرض نماز کا سلام پھیر لیتے تو:

فیحرک شفتیه' فلا ندری مایقول: ثم یقول: لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک له' ولا حول ولا قوة الا باللّٰه' ولا نعبد الا ایاه: ثم یقبل علی القوم بوجهه ولایبالی عن یمینه انصرف اوعن شماله.

آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے' اور ہم آپ کی بات پوری طرح نہ سمجھتے تھے۔ پھر آپ یہ دعا پڑھتے۔ لا الہ الا اللہ الخ۔ اس کے بعد آپ قوم کی طرف منہ موڑ لیتے۔ آپ اس بات کا زیادہ خیال نہیں فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے مڑا جاتے یا بائیں طرف سے۔ (کنز العمال ج۸ ص۱۰٤' مصنف ابن ابی شبیه ج۱ ص۳۰۳)

سیدنا جعفرؒ کا ارشاد گرامی:

سیدنا امام جعفر بن محمد صادق ارشاد فرماتے ہیں:

اَلدُّعَا بَعْدَ الصَّلٰوت الْمَکْتُوْبَاتِ اَفْضَل مِن الدُّعَاءِ بَعْدَ النَّافِلَةِ کَفَضِل الْمَکْتُوْبَةِ عَلَی النَّافِلَةِ.

نفل نمازوں کے نسبت فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا ایسے ہی افضل ہے جیسے فرض نماز نفلی نماز سے افضل ہے۔

حدیث: صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر جب کبھی بھی کوئی مشکل پیش آتی یا کسی مصیبت کا سامنا ہوتا تو فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور دعا میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ حضرت حبیب بن مسلمہ الفہری جو بڑے مستجاب الدعوات صحابی تھے۔ ان سے لوگوں نے دعا کی درخواست کی۔ تو انہوں نے فرمایا: میں دعا مانگوں گا' تم لوگ آمین کہنا' کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ نے ارشاد فرمایا:

لایجتمع ملأ فیدعوا بعضهم ویؤمن سائرهم الا

جب کوئی جماعت جمع ہو۔ ان میں سے کوئی ایک دعا کرے اور باقی لوگ

اجابهم الله. (معجم طبرانی کبیر ج٤ ص٢٢)

آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرمالیتا ہے۔

امام حاکم کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

لا یجتمع ملأ فیدعوا بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله.

(مستدرك حاكم ج٣ ص٣٤٧)

علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۷۰ میں "باب التامین علی الدعاء" قائم کیا اور اس کے تحت یہ حدیث حبیب بن مسلمہ الفہری بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی وقال الهنباط بالرومیة صاحب الجیش' ورجاله رجال الصحیح غیر ابن لهیعة' وهو حسن الحدیث.

(مجمع الزوائد ج١٠ ص١٧٠)

علامہ محمد یوسف بنوری یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهو دلیل للدعاء بهیئة اجتماعیة ومظنة قبولها اکثر من دعا الوحدان. (معارف السنن ج٣ ص١٢٢)

اجتماعی دعا بعد الفرائض برفع الیدین کے استحباب پر یہ حدیث واضح دلیل ہے۔ نیز تنہا شخص کی دعا کی نسبت اجتماعی دعا میں قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدوی جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

هلکت الماشیة' هلک العیال' هلک الناس' فرفع رسول الله صلی الله علیه وسلم یدیه یدعو ورفع الناس ایدیهم مع رسول الله صلی

یا رسول اللہ ﷺ مویشی ہلاک ہو گئے' اہل وعیال اور تمام لوگ مر رہے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی' آپ کے ساتھ اور لوگوں نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ (سب نے مل کر

اللّٰہ علیہ وسلم یدعون. اجتماعی دعا کی)(صحیح بخاری ج۱ص۱۴۰)

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی یوں توضیح فرماتے ہیں:

وقد استدل به المصنف فی الدعوات علی رفع الیدین فی کل دعاء. امام بخاری نے اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ ہر دعا میں ہاتھ اٹھائے جائیں۔ (فتح الباری ج۲ ص۵۰۷)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا فرمائی' نیز اس حدیث سے دلالت ہوتی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا یہ اجتماعی طریقہ صرف استسقاء کے ساتھ خاص نہیں تھا۔ بلکہ حضور ﷺ اور صحابہ کا عام معمول تھا۔

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی اس کی تائید وتوثیق کرتی ہے۔

ما رفع قوم اکفهم الی اللّٰه عزوجل یسألونه شیأ الا کان علی اللّٰه حقاً ان یضع فی ایدیهم الذی سألوا. جو کوئی جماعت بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھائے' تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ مانگنے والی جماعت کی دعا اور مراد پوری فرمائے۔

(معجم طبرانی کبیر ج٦ ص٢٦١ حدیث ٦١٤٢)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

رجاله رجال الصحیح. (مجمع الزوائد ج۱۰ ص١٦٩)

ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کے استحباب پر یہ دونوں حدیثیں واضح دلیل ہیں۔ جس طرح ان احادیث سے ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح امام کی دعا پر مقتدیوں کا اجتماعاً ''آمین' آمین'' کہنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ یوں بھی اس کا سنت ہونا دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں:

ان من آداب الدعاء تامین المستمع. (حصن حصین ص ۱۲)

دعا کا ادب یہ ہے کہ سننے والا اس پر آمین کہے۔

نوافل کے بعد دعا:

رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ فرض نماز مسجد میں با جماعت ادا فرما کر سنن اور نوافل اپنے دولت کدہ میں ادا فرماتے تھے چنانچہ امام ترمذی اس پر عنوان مقرر فرماتے ہیں۔ "**باب ماجاء فی فضل التطوع فیٔ البیت**"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

افضل الصلاۃ صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ. (صحیح بخاری ج۱ ص۱۰۱ کتاب الاذان باب صلاۃ اللیل۔ مسلم ج۱ ص۲۶۵ صلاۃ النافلہ فی بیتہ۔ ترمذی ج۱ ص ۱۰۲ باب فضل التطوع البیت)

عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال دخل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علینا. وما ھو الا انا وامی و ام حرام خالتی. فقال قوموا فلا صلی بکم فی غیر وقت صلٰوۃ فصلّٰی بنا. فقال رجل لثابت این جعل انس ما من قال جعلہ علی یمینہ. ثم دعالنا اھل البیت لِکل خیر من خیر الدنیا والاخرۃ. فقالت امی یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میں اور میری والدہ اور میری خالہ ام حرام گھر میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیار ہو جاؤ میں تمہیں نماز پڑھاتا ہوں۔ اور اس وقت کسی فرض نماز کا وقت نہ تھا۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ ایک شخص نے حضرت ثابتؒ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ کو کہاں کھڑا کیا تھا؟ انہوں نے کہا اپنے داہنی طرف۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سب گھر والوں کے لئے دعاءِ خیر کی۔ آپ ﷺ نے دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں اور بہتریوں کی دعا

خویدمک ادع اللّٰہ لہ. قال فدعالی بکل خیر و کان فی اخرما دعالی بہ ان قال. اللهم اکثر ماله وولده و بارک له فیه. (صحیح مسلم کتاب المساجد باب جواز الجماعة فی النافلة ج۱ ص۲۳٤)

ہمارے حق میں فرمائی۔ سو میری والدہ نے عرض کی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کا چھوٹا خادم ہے (یعنی انسؓ) اس کے لئے بھی آپ ﷺ دعا فرمائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے اللہ سے ہر چیز مانگی اور دعا کے آخر میں اس طرح عرض کی یا اللہ! اسے مال فراوانی کے ساتھ عطا فرما اور اولاد زیادہ عطا فرما اور اس میں برکت عنایت فرما۔

بخاری شریف کی روایت میں ہے:

فصلی غیر المکتوبة فدعا لام سلیم واهل بیتها.

رسول اللہ ﷺ نے نفل نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر ام سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعاء فرمائی۔

نماز عیدین میں اجتماعی دعا:

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عیدین کی نماز کے بعد بھی اجتماعی دعا کا معمول تھا۔ اور اجتماعی دعا کی برکات سے نہ صرف صحابہ کرام بہرہ یاب ہوتے بلکہ رسول رحمت ﷺ صحابیات کو بھی تاکید فرماتے کہ مسلمانوں کی اجتماعی دعا میں شمولیت کر کے اس کے فیوض و برکات حاصل کریں' بلکہ آپ ایسی عورتوں کو بھی اس اجتماعی دعا میں شامل ہونے کا ارشاد فرماتے جو نسوانی عارضہ کے باعث نماز پڑھنے سے معذور ہوتیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اگر نماز کے بعد اجتماعی دعا مشروع نہ ہوتی تو حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام کبھی بھی اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔

فرض نماز ہو یا عیدین کی نماز ہو خواہ نماز استسقاء ہو۔ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا مقدس عمل ثابت ہے اور اس پر سلف صالحین کا توارث اور تواتر پایا جاتا ہے۔

حدیث: حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو حکم دیا کہ نماز عید کے لئے نکلیں اور یہ بھی فرمایا حائضہ عورتیں نماز میں شامل نہ ہو۔ دعا میں ضرور شامل ہوں۔

فیکن خلف الناس فیکبرون بتکبیرھم ویدعون بدعائھم' یرجون برکة ذلک الیوم وطھرته. (صحیح بخاری ج۱ ص۱۳۲)

اور وہ لوگوں کے پیچھے رہیں اور ان کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کے ساتھ دعا مانگیں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی کی امید رکھیں۔

حدیث:

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یخرج الابکار والعواتق' و ذوات الخدور و الحیض فی العیدین' فاما الحیض فیعزلن المصلّٰی' ویشھدن دعوة المسلمین.

رسول اللہ ﷺ کنواری لڑکیوں' نوجوان لڑکیوں' پردہ نشین عورتوں اور حیض والی عورتوں کو نماز عید کے لئے بھیجتے تھے۔ پھر حیض والی عورتیں نماز سے کنارہ رہتی تھیں۔ اور مسلمانوں کی دعا میں برابر شامل ہوتی تھیں۔ (ترمذی ج۱ ص باب الیدین)

علماء ومشائخ دیوبند کا طرز عمل:

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ''ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند وغیرھم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا

مانگنا ثابت ہے۔اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔لہٰذا صحیح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے۔'' (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۱۹۰)

ایک اور سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

''دعا بعد الصلوٰت مسنون و مستحب است و در احادیث وارد شدہ است۔کما نقلھا فی الحصن الحصین وغیرہ۔پس درصلوٰت' صلوٰۃ عیدین ہم داخل و شامل است' بدعت گفتن آنرا صحیح نیست۔و اکابر امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث وفقیہ گنگوھی وجمیع اکابر و اساتذہ ما بعد نماز عیدین مثل صلوات مکتوبات دعاے خرمودند' پس ہر کہ آنرا بدعت گفتہ صحیح نیست۔'' (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۵ ص ۲۰۲)

ترجمہ: ''تمام نمازوں کے بعد دعا مسنون و مستحب ہے اور یہ حکم احادیث میں وارد ہوا ہے۔جیسا کہ حصن حصین وغیرہ میں وہ احادیث نقل کی گئی ہیں' لہٰذا تمام نمازوں کے لفظ میں عیدین کی نماز بھی داخل اور شامل ہے۔نمازوں کے بعد دعا کو بدعت کہنا صحیح نہیں اور اکابرین امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث وفقیہ گنگوھی اور تمام اکابر اور اساتذہ عیدین کی نماز کے بعد بھی دوسری فرض نمازوں کی طرح دعا فرماتے ہیں۔لہٰذا جو کوئی اسے بدعت کہے صحیح نہیں۔''

حکیم الامت فرماتے ہیں:

حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانویؒ ارقام فرماتے ہیں:

''وعمل من و اکابر من ہمیں است یعنی بعد نماز عیدین دعا معمول است''

میرا اور میرے اکابر کا معمول نماز عید کے بعد دعا کرنے کا ہے۔

(امداد الفتاوی ج ۱ ص ۴۰۶)

مفتی کفایت اللہ دہلوی کا فتویٰ:

سوال:- بعد نماز عید و خطبہ دعا مانگنا چاہئے یا نہیں۔ حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا کیا معمول تھا؟

جواب:- عیدین کے اجتماع میں ایک بار اجتماعی دعا مانگنا تو ثابت ہے مگر یہ ثابت نہیں کہ یہ اجتماعی دعا نماز کے بعد خطبہ سے پہلے ہوتی تھی یا خطبہ کے بعد۔ اس لئے ایک دعا مانگنا جائز ہے خواہ نماز کے بعد مانگی جائے یا خطبہ کے بعد۔ ان میں سے جس موقع پر مانگی جائے خاص اسی موقع کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھنا چاہئے۔
(کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۳)

عیدین کی نماز خطبہ کے بعد خصوصی طور پر دعا مانگنے کا کوئی صریح ثبوت نہیں ہے۔ لیکن بخاری اور دیگر صحاح کی اس حدیث میں جو عورتوں کو عیدین میں جانے اور لے جانے کے متعلق ہے یہ الفاظ وارد ہیں۔ **فلیشهدن الخیر و دعوة المؤمنین و لیعتزلن المصلّٰی** یعنی حائضہ عورتیں بھی جائیں اور نیکی اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ ہاں نماز سے علیحدہ رہیں۔ اس سے اتنا نکلتا ہے کہ ایک اجتماعی دعا غالباً ہوتی تھی لیکن نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد اس کا پتہ کسی روایت سے نہیں ملا۔ پس ایک اجتماعی دعا نماز یا خطبہ کے بعد کر لینا تو ٹھیک ہے لیکن جہاں پر کی جائے اس جگہ کی خصوصیت کو مسنون نہ قرار دیا جائے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۵)

یہ صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرام سے یہ بات منقول نہیں ہوئی کہ نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد دعا مانگتے تھے اس لئے ان دونوں موقعوں میں سے کسی کو دعا کے لئے اس خیال سے متعین کرنا کہ اس موقع پر دعا مسنون ہے درست نہیں۔ لیکن بخاری شریف اور دیگر صحاح کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ کوئی عام اور اجتماعی دعا ہوتی تھی جس میں تمام عورتیں بھی شریک ہوتی تھیں حالانکہ حائضہ عورتیں نماز سے علیحدہ رہتی تھیں۔ اس لئے دعا کو بالکل ترک کر دینا اس حدیث صحیح کے خلاف ہو گا۔ پس راجح یہ ہے کہ امام اور جماعت ایک اجتماعی دعا مانگیں۔ خواہ نماز کے بعد یا

خطبہ کے بعد اور جس موقع پر بھی مانگیں اس کو دعا کے لئے مخصوص اور مسنون نہ سمجھیں اور نماز کے بعد دعا مانگنے والے خطبہ کے بعد دعا مانگنے والوں کو ملامت نہ کریں اور اسی طرح خطبہ کے بعد دعا مانگنے والے نماز کے بعد دعا مانگنے والوں پر طعن نہ کریں۔ فقط۔محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۲)

مفتی ظفر احمد عثمانیؒ کا فتوی:

کسی خاص قضیہ کا حکم ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ احادیث میں اس کا نام بھی بالتعیین وارد ہوا ہو بلکہ عمومات حدیث سے بھی احکام بکثرت ثابت کئے جاتے ہیں۔ اگر عمومات سے حکم ثابت نہ ہو سکے تو پھر دنیا کی بہت سی چیزوں کا جواز و استحباب ثابت نہ ہو سکے گا۔ مثلاً مدارس کا قائم کرنا تعلیم دین کے لئے مستحب ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے۔ ریل میں سفر کرنا جائز ہے۔ حدیث میں اس کا نام کہاں وارد ہوا ہے، علیٰ ہذا پس بعد عیدین کے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنا گو صراحۃً احادیث میں نظر سے نہیں گزرا مگر بعض احادیث سے ہر نماز کے بعد دعاء کا مستحب ہونا ثابت ہے۔ نیز احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعاء کیا کرتے تھے۔

عن علی قال حدثنی ابوبکرؓ صدق ابوبکرؓ انه قال سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول مامن عبد یذنب ذنبا فیحسن الطهور ثم یقوم فیصلی رکعتین ثم یستغفر اللّٰه الا غفر اللّٰه له ثم قرأهذه الایة والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم الخ رواه ابوداؤد و سکت عنه (ص ۲۲۰ ج ۱) ولذا قال صاحب الحصن الحصین من اداب الدعاء استقبال القبلة والصلوة والبحثو علی الرکب و بسط الیدین ورفعهما (ص ۲۲، ۲۳) وحدیث رفع الیدین فی الدعاء متواتر کذا فی تدریب الراوی. (ص ۱۹۱)

میں عیدین کی نماز کے بعد مناجات و دعاء کرنا عمومات حدیث سے مستحب

ہے بلکہ ہر نماز کے بعد دعا کرنا مستحب ہے' واللہ اعلم ۲۱ رمضان ۴۱ھ

بعد تحریر جواب ہذا خاص مناجات بعد صلوٰۃ العید کے بارے میں روایات دستیاب ہو گئیں' وھی ھذہ۔

عن ام عطية قالت كنا نومران نخرج يوم العيد حتى تخرج البكر من خدرها حتى تحرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرن بتكبيرهم و يدعون بدعائهم يرجون بركة ذلك اليوم و طهرته اه اخرجه البخارى فى صحيحه كذا فى فتح البارى ص٣٨٦ ج٢) واخرج الترمذى عن ام عطية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يخرج الابكار والعواتق و ذوات الخدود والحيض فى العيدين فاما الحيض فيعتزلن المصلى و يشهدن دعوة المسلمين الحديث' ص٧٠) قال الترمذى حديث ام عطيه حديث حسن صحيح'.

اس حدیث میں دعاء سے دعاء خطبہ مراد نہیں ہو سکتی' کیونکہ خطبہ میں صرف امام دعاء کرتا ہے۔ سامعین دعا نہیں کر سکتے۔ اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حائض عورتیں عیدین میں مردوں کے پیچھے کھڑی رہتیں اور مردوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں' اور ان کی دعاء کے ساتھ دعا کرتیں۔ اور اس سے مردوں اور عورتوں سب کا دعاء کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور یقیناً نماز سے پہلے تکبیر و دعاء کا وقت نہیں یقیناً نماز کے بعد ہی دعا کی جاتی ہے اور ترمذی میں اسی حدیث کے اندر یہ الفاظ ہیں۔ ويشهدن دعوة المسلمين کہ عورتیں مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوتی تھیں اس لیے عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا جائز و مستحب یقیناً ہے۔ استحباب و جواز کا انکار نہیں ہو سکتا۔

(امداد الاحکام ج ۱ ص ۱۴۱ ۷ تا ۲۴۳ ۷)

علامہ ابن قیم کا موقف:

قدیم علماء کرام میں فرائض کے بعد دعا کے عدم جواز کے قائلین میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم بھی شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان حضرات کو مطلق دعا کا انکار نہیں بلکہ خلاف سنت اور منکر امور پر اعتراض ہے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ ارشاد فرماتے ہیں:

والاجتماع علی القراۃ والذکر والدعاء حسن اذا لم یتخذ سنۃ راتبۃ ولا اقترن بہ منکر من البدعۃ. (مختصر فتاوی مصریہ ص۹۳۔ بحوالہ اجتماعی دعا بعد نماز ص۱۱)

یعنی اجتماعی دعا، قرأۃ اور ذکر مستحسن امور ہیں جب تک کہ انہیں لازمی سنت نہ سمجھا جائے اور اس کے ساتھ بدعت و منکر کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

وقد تقدم ان دین اللہ وسط بین الغالی والجا فی عنہ. (الوصیۃ الکبری)

کہ اللہ کا پسندیدہ دین غالی اور جافی کے درمیان درمیان ہے۔ (اجتماعی دعا بعد نماز ص۱۲)

علامہ ابن تیمیہ کے تلمیذ رشید علامہ ابن قیم کا شمار بھی ان ہی علماء میں ہوتا ہے جو فرائض کے بعد دعا کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں:

واما دعا بعد السلام من الصلٰوۃ مستقبل القبلۃ سواء للامام والمنفرد والماموم، فلم یکن ذلک من ھدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصلا ولا روی عنہ باسناد

نماز کے بعد قبلہ رخ بیٹھ کر امام، منفرد اور مقتدی کا دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے۔ نہ ہی صحیح یا حسن سند ہی سے مروی ہے۔

(زادالمعاد ج۱ ص۲۵۷)

صحیح ولاحسن.

؛ علامہ احمد رضا بجنوری شارح بخاری رقمطراز ہیں:

''علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی جلد اول میں دو جگہ اور حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں اس دعا کو خلاف سنت قرار دیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ علامہ نے امام ومقتدی کے لئے دعا بعد الصلوٰۃ کو خلافِ سنت کہا اور کہا کہ اصحاب امام شافعی واحمد نے امام ومقتدی کے لئے بعد نماز دعا کو جو لکھا ہے وہ خلافِ سنت ہے۔ مگر منفرد کے لئے اس کو خلافِ سنت قرار نہیں دیا۔ بلکہ صراحت کر دی کہ اگر منفرد نماز کے بعد دعا کرے گا۔ تو یہ خلاف سنت نہ ہوگا۔ (فتاوی ج ا ص ۲۰۴)

حافظ ابن قیم نے اگر چہ یہ لکھا ہے کہ جس طرح میرے استاذ ابن تیمیہ نے دعا قبل السلام کو ترجیح دی ہے۔ میں نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ مگر انہوں نے اپنے استاذ کے خلاف دعا بعد السلام من الصلوۃ مستقبل القبلہ کو خواہ وہ منفرد سے ہو یا امام ومقتدی سے' سب ہی کو خلاف سنت کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۵۔ انوار الباری جلد یز دہم ص ۱۷)

علامہ ابن قیم کی مذکورہ بالا عبارت سے حسب ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

1. موصوف کو نماز کے بعد مطلق دعا سے انکار نہیں۔
2. نماز کے بعد ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کو خلاف سنت کہتے ہیں۔
3. اس حکم میں امام' مقتدی اور منفرد سب ہی برابر ہیں' گویا جس طرح امام کو استمراراً دعا کرنا ممنوع ہے اسی طرح منفرد کے لئے بھی ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھ کر دعا کرنا خلاف سنت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن قیم کے نظریات کو زبردست جرح وتنقید کا نشانہ بنایا اور اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ لیکن طویل جرح وتعدیل کے اختتام پر لکھتے ہیں:

ان المراد ابن القیم نفی الدعاء بعد الصلوٰۃ مطلقاً. و لیس کذلک وان حاصل کلامه انه نفاہ بقید استمرار استقبل المصلی القبلة وایرادہ بعد السلام. واما اذا انتقل بوجهه او قدم الاذکار المشروعة. فلا یمتنع الاتیان بالدعاً حینئذ.

علامہ ابن قیم کی مراد مطلق دعا بعد نماز سے نفی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جس چیز کی نفی کی ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے بعد پابندی سے قبلہ رخ بیٹھ کر دعا مانگنا اور جب نمازی رخ پھیر لے یا مشروعی اذکار پڑھ لے، تو پھر ان کے نزدیک بھی دعا کرنا منع نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳٤)

علامہ موصوف نے بھی فرض نماز کے بعد دعا مسنون و مستحب ہونے کی صراحت و وضاحت فرما دی ہے۔ جس سے یہ اعتراض بے وقعت ہو جاتا ہے کہ وہ مطلق دعا کی مشروعیت سے انکاری ہیں۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

کان صلی اللّٰه علیه وسلم اذا سلم. استغفر ثلاثا. وقال اللهم انت السلام الخ. ولم یمکث مستقبل القبله الا مقدار ما یقول ذلک، بل یسرع الانفتال الی المامومین وکان ینتقل عن یمینه وعن یساره.

رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے، تو تین بار استغفار پڑھتے اور اللهم انت السلام الخ والی دعا پڑھنے کے بعد قبلہ رو بیٹھتے پھر فوراً نمازیوں کی طرف رخ فرما لیتے کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔ (زادالمعاد ج ۱ ص ۲۹۵)

علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں:

''فرائض کے متصل بعد دعا ثابت نہیں۔ البتہ سلام پھیرنے کے بعد فرض نماز سے فارغ ہو کر اذکار مسنونہ اور درود شریف پڑھ کر دعا کرنا مستحب

ہے۔'' (زادالمعاد ج ص۲۵۶)

علامہ موصوف ان دعاؤں کا ذکر بھی کرتے ہیں جو فرض نماز کے بعد پڑھنا منقول ہیں:

وقد ذکر ابو حاتم فی صحیحه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول عند انصرافه من صلاته: اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته عصمة امری واصلح لی دنیای التی جعلت فیها معاشی. اللهم انی اعوذ برضاک منک. لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت' ولا ینفع ذا الجد منک الجد.

وذکره الحاکم (النیسابوری) فی مستدرکه عن ابی ایوب. انه قال ماصلیت وراء نبیکم صلی الله علیه وسلم الا سمعته حین ینصرف من صلاته یقول اللهم اغفرلی خطایای وذنوبی کلها. الحدیث. (زادالمعاد ج۱ ص۳۰۲)

علامہ موصوف کی ان تصریحات سے یہ بات بے غل وغش روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انہیں فرض نماز کے بعد دعا کے مسنون ومستحب ہونے کا انکار نہیں۔ بلکہ قبلہ رخ بیٹھ کر نماز کے متصل بعد ہمیشہ دعا کا معمول بنا لینے کا انکار ہے۔

علامہ ظفر احمد اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اکثر حنابلہ کا یہ خیال ہے کہ علامہ ابن قیم نے نماز کے بعد دعا کا جو انکار کیا ہے وہ مطلقاً ہر نماز کے بعد ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ نمازی سلام کے فوراً بعد قبلہ رخ بیٹھ کر ہمیشہ دعا کرنے کو معمول بنا لے۔ انکار استمرار کا ہے اور اگر قبلہ سے چہرہ پھیر لے اور مسنون اذکار کے بعد دعا کر لینے میں حرج نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں جیسا کہ ہم نے متن میں ذکر کیا ہے نفی دعا کی استمرار اً ہی ہے۔

فثبت ان الدعاء مستحب ان روایات سے ثابت ہوا کہ فرض نماز

بعد کل صلوٰۃ مکتوبۃ متصلا بھا برفع الیدین کما ھو شائع فی دیارنا ودیار المسلمین قاطبۃ.	کے متصلا بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ جیسا کہ ہمارے شہروں اور دیگر تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا عام معمول ہے۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۲۰۴)

جو حضرات علامہ ابن قیم کے قول کو اپنے نظریہ کی اساس اور محور قرار دے کر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں' شاید انہوں نے موصوف کی عبارت کو بنظر غائر نہیں دیکھا' ورنہ ان پر یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی کہ علامہ جس طرح امام و مقتدی کے لئے نماز کے بعد دعا خلاف سنت قرار دیتے ہیں' اسی طرح وہ منفرد کی دعا بعد نماز خلاف سنت گردانتے ہیں' جب یہ حضرات منفرد کی دعا بعد فرض نماز مطابق سنت کہتے ہیں' گویا اپنی مطلب برآری کے لئے علامہ کی عبارت کا سہارا مرغوب ہے۔ لیکن جس غلطی کے خود مرتکب ہیں وہاں علامہ ابن قیم کا فتویٰ درخور اعتنا سمجھا گیا۔

امام رخ پھیر لے:

سلام پھیرنے کے بعد امام کے لئے جائز ہے کہ وہ دائیں یا بائیں یا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے۔ خاص طور پر جن نمازوں کے بعد ذکر طویل ہو جیسے فجر اور عصر۔ ان کے بعد عام طور پر تسبیح فاطمہ وغیرہ پڑھی جاتی ہے۔ امام کو رخ ضرور بدل لینا چاہئے۔ تاکہ بعد میں آنے والے نمازی کو جماعت ختم ہونے یا نہ ختم ہونے کا کوئی مغالطہ یا اشتباہ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ بعض اوقات دائیں طرف پلٹ کر تشریف فرما ہوتے اور کبھی بائیں طرف پلٹ کر بیٹھتے تھے اور کبھی کبھار مقتدیوں کی جانب رخ انور کر کے تشریف فرما ہوتے تھے۔

حدیث: سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی صلوٰۃ اقبل	رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا رخ ہماری طرف پھیر کر

علینا بوجهه.

بیٹھتے۔(صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۷)

حدیث:

عن انس قال اما انا اکثر ما رایت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ینصرف عن یمینه. (صحیح مسلم ج۱ ص۲٤۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اکثر دائیں طرف مڑ کر بیٹھتے تھے۔

حدیث:

کان انس بن مالک ینفتل عن یمینهٖ و عن یساره و یعیب علی من یتوخی اومن تعمد الانفتال عن یمینه. (صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے بعد دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے بھی پلٹ کر بیٹھتے تھے۔اور اس شخص پر نکتہ چینی کرتے' جو صرف دائیں طرف پلٹنے کا قصد کرتا تھا۔

حدیث:

عن سعد بن ابی وقاص قال کنت اری رسول اللّٰہ علیه وسلم یسلم عن یمینه وعن یساره حتی اری بیاض خده.(صحیح مسلم ج۱ ص۱۱٦)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے وقت دائیں جانب اور بائیں جانب رخ پھیرتے تھے اور چہرہ مبارک داہنی اور بائیں جانب اتنا پھیرتے تھے کہ آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔

حدیث:

قال عبداللّٰہ بن مسعود لا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

یجعل احدکم للشیطان شیأ من صلاته یری ان حقاً علیه ان لاینصرف الاعن یمینه. لقد رایت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کثیرا ینصرف عن یساره. (صحیح بخاری ج۱ ص۱۱۸، صحیح مسلم ج۱ ص۲۴۷)

عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنائے۔ یعنی وہ یہ خیال کرنے لگے کہ اس پر ضروری ہے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پلٹے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا کہ آپؐ بائیں طرف پلٹ کر تشریف فرما ہوئے ہیں۔

مشائخ دیو بند کی رائے گرامی:

ان احادیث کے بیان کرنے کے بعد مفتی عزیز الرحمٰن تحریر فرماتے ہیں:

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ اکثر اوقات داہنی طرف کو بیٹھتے تھے اور منصرف ہوتے تھے اور کبھی بائیں طرف کو اور کبھی اقبال علی الناس بوجھہ فرماتے تھے اس سے یہ بھی مطلب حاصل ہوسکتا ہے کہ مستد بر قبلہ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور یہ بھی اس کا مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ اقبال بوجھہ وہی ہے جس کو یمین اور یسار کی طرف انصراف سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے بھی اس میں اختیار دیا ہے کہ خواہ داہنی طرف ہوکر بیٹھے اور خواہ بائیں طرف کو اور خواہ مستقبل الی الناس اور مستد بر قبلہ ہوکر بیٹھے۔

جیسا کہ درمختار ج ا ص ۳۹۲ باب صفۃ الصلوٰۃ میں ہے:

و فی الخانیة یستحب للامام أن تحول لیمین القبلة یعنی یسارا المصلی الخ. واستقباله الناس بوجهه. الخ

اور اکثر فعل آنحضرت ﷺ کا داہنی طرف ہوکر بیٹھنے کا تھا۔ **کما ذکره الشراح و علیه العمل اکابرنا کا الشیخ المحدث گنگوهی و مولانا النانوتوی قدس اللّٰه اسرارها.** (فتوی دارالعلوم دیو بند ج۲ ص ۱۹۳،۱۹۲)

امام کاسانی کی رائے گرامی:

امام کا رخ پھیرنے کے متعلق جو مختلف روایات پائی جاتی ہیں ان سے حسب ذیل کیفیت سامنے آتی ہے۔ امام بخاریؒ کی حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ اپنا چہرہ مبارک نمازیوں کی طرف کر کے بیٹھتے تھے۔ امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف چہرہ انور پھرتے تھے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بارہا دیکھا کہ آپ بائیں طرف پھر کر بیٹھتے تھے۔

گویا کہ تین کیفیات معلوم ہوئیں نمازیوں کی طرف رخ کرنا۔ دائیں طرف مڑ کر بیٹھنا اور بائیں طرف پھر کر بیٹھنا۔

امام کاسانیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام نماز سے فارغ ہو اور نماز کے بعد سنتیں نہ ہوں جیسے نمازِ فجر اور نمازِ عصر تو امام چاہے تو اٹھ کھڑا ہو اور چاہے دعا میں مصروف ہو کر وہیں بیٹھا رہے مگر اس صورت میں قبلہ رخ بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس سے نماز میں مشغولیت کا شبہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا امام اگر نماز کے بعد بیٹھنا چاہتا ہے تو مقتدیوں کی طرف منہ کر لے بشرطیکہ اس کے بالکل سامنے کوئی نماز میں مصروف نہ ہو۔ دائیں طرف پھرنا یا بائیں طرف پھرنا دونوں جائز ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ نماز میں مشغولیت کا شبہ زائل ہو جائے اگر نماز کے بعد سنت ہے تو امام کے لئے بیٹھا رہنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں مکروہ سمجھا گیا ہے۔

(بدائع الصنائع ج۱ص ۱۵۹)

سنتوں کے لئے جگہ بدلنے کی حکمت:

جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں پڑھنا ہوں مثلاً ظہر، مغرب، عشاء، تو جگہ بدل کر پڑھنا افضل ہے تاکہ قیامت کے دن وہ جگہ بھی نمازی کے حق میں گواہ بن سکے۔ جہاں اس نے نماز میں سجدہ ادا کیا۔ امام کو بھی جگہ بدل دینی چاہئے اور مقتدیوں کو بھی۔ بشرطیکہ جگہ بدلنے کی گنجائش ہو۔ (بدائع الصنائع ج۱ص ۱۶۰، مبسوط سرخسی ج۱ص ۳۸)

علاوہ ازیں ایک نماز کے بعد دوسری نماز شروع کرنے کے درمیان فصل بھی ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ادھر ایک نماز سے سلام پھیرا اور فوراً دوسری کی نیت باندھ لی۔ مسنون و مستحب یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد استغفار پڑھ لے یا کوئی اور ورد یا دعا کر لے۔ یا پہلی جگہ سے آگے پیچھے ہٹ جائے یہ ساری صورتیں فصل میں داخل ہیں۔

حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا.

پھر ارشاد فرمایا تم جانتے ہو اخبار کیا ہیں؟ صحابہ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا زمین کی اخبار سے مراد ہر انسان مرد اور عورت کے وہ اعمال ہیں جو زمین کی پشت پر کئے گئے ہیں۔ قیامت کے دن زمین ان اعمال کی گواہی دے گی۔ (ترمذی بحوالہ اعلاء السنن ۳ ص ۱۹۱)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ زمین کی پشت پر جتنی کثرت سے نماز میں سجدے کئے جائیں گے۔ قیامت کے دن وہ تمام جگہیں نمازی کے حق میں گواہی دیں گی۔ (اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۱' مراقی الفلاح ج ص ۱۷۱)

امام قرطبی سورہ دخان کی آیت نمبر ۲۹ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِم والسَّماء وَالْاَرْضُ. سیدنا علی اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

''مسلمان زمین پر جہاں عبادت کرتا ہے۔ اور آسمان میں جہاں سے اس کے نیک اعمال چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے فوت ہو جانے پر روتے ہیں۔''

اور حضرت عطا خراسانی سے روایت ہے کہ آدمی زمین پر جہاں جہاں نماز میں سجدہ کرتا ہے۔ وہ قیامت کے دن اس کے حق میں گواہی دے گی' اور جب وہ

آدمی مرجاتا ہے تو وہ مقامات اس کے فراق میں روتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۱۴۰)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ (فرض سے فراغت کے بعد) نوافل وغیرہ میں آگے پیچھے، دائیں، بائیں ہٹنے سے بھی عاجز ہو۔ (یعنی اتنا تو ہٹ جانا چاہیے) (ابی داؤد ج ۱ ص ۱۰۰)

حدیث:

عن المغیرةؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایصلی الامام فی الموضع الذی صلی فیہ حتی یتحول.

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس جگہ نماز نہ پڑھے جہاں فرض نماز پڑھ چکا ہے یہاں تک کہ جگہ بدل دے۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۴)

حدیث: ازرق بن قیس بیان کرتے ہیں کہ ہمارے امام ابورمثہؓ نے ہمیں نماز پڑھائی، انہوں نے کہا کہ میں نے یہ نماز یا اسی طرح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی پہلی صف میں حضور ﷺ کے دائیں جانب کھڑے تھے۔ ایک آدمی تکبیر اولیٰ سے نماز میں شریک تھا جب حضور ﷺ نے نماز پڑھائی پھر دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے حضور ﷺ کے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھی۔ پھر آپ ﷺ پلٹے جس طرح میں پلٹا ہوں۔ پس وہ آدمی جو تکبیر اولیٰ سے نماز میں شامل تھا۔ دو رکعت کی نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمرؓ جلدی سے اس کی طرف بڑھے۔ اس کا کندھا پکڑ کر جھنجھوڑا اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اہل کتاب کے ہلاک ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نگاہ اٹھائی اور فرمایا اے ابن خطابؓ۔ اللہ نے تمہیں صحیح بات تک پہنچایا۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۱، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الذی صلی فیہ المکتوبۃ)

دعاء استسقاء میں ہاتھ اٹھانے کی کیفیت:

حضور اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ عموماً ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نے صرف دعاء استسقاء میں ہاتھ اٹھائے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی بھی دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں۔ اور وہ حضرات حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جسے صحیح بخاری و صحیح مسلم نے روایت کیا ہے سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث:

عن انس بن مالک قال کان النبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یرفع یدیہ فی شیئ من دعائہ الافی الاستسقاء' وانہ یرفع حتی یری بیاض ابطیہ۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۱٤۰' صحیح مسلم ج۱ ص۲۹۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعاء استسقاء کے علاوہ کسی بھی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ استسقاء کی دعا میں دونوں ہاتھ اس قدر اوپر تک اٹھاتے تھے کہ آپؐ کی بغلوں کی چمک بھی دیکھ لی جاتی تھی۔

اگرچہ حدیث کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ استسقاء کے علاوہ کسی بھی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بہت سی صحیح احادیث میں عمومی دعاؤں میں آپؐ کا ہاتھ اٹھانا واضح اور صریح ثبوت موجود ہے۔ جس کی تفصیل سابقہ احادیث میں بیان ہو چکی ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

یہ بات دیگر احادیث کے منافی ہے۔ جب کہ کثیر روایات میں رسول اللہ ﷺ کا دعا میں ہاتھ اٹھانا صراحتاً ثابت ہے۔ خود امام بخاری نے ''کتاب الدعوات'' میں ایسی احادیث بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا دعا میں ہاتھ

اٹھانا مذکور ہے۔

اس لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز استسقاء کی دعا میں بہت زیادہ ہاتھ اٹھائے ہیں' اس قدر زیادہ آپ نے کسی اور دعا میں ہاتھ بلند نہیں فرمائے۔ (فتح الباری ج۲ ص۵۱۷)

علامہ عسقلانی دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فی اثبات رفع الیدین فی الدعاء احادیث کثیرة' افردها المنذری فی جزء سرد منها النووی فی الاذکار و شرح المهذب جملة' وعقدلها البخاری ایضاً فی الادب المفرد.
(فتح الباری ج۱۱ ص۱٤۲)

عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کے ثبوت کے متعلق حافظ منذری نے مستقل ایک جز میں بہت سی احادیث کو جمع فرمایا۔ جن میں سے بعض کو امام نووی نے کتاب الاذکار اور شرح مہذب ج۳ ص ۴۴۸ تا ۴۵۰ میں نقل فرما دیا ہے۔ دعا میں اثبات رفع یدین کے لئے امام بخاری نے اپنی کتاب ''الادب المفرد'' ص۱۵۹ میں مستقل باب قائم فرمایا ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

''میں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم یا ان میں سے کسی ایک مصنف کی بیان کردہ تقریباً تیس ایسی احادیث جمع کی ہیں۔ جو استسقاء کے علاوہ دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق صریح ہیں۔ میں نے انہیں شرح مہذب میں ابواب صفة الصلوٰة کے آخر میں ذکر کیا ہے۔''

(شرح مسلم ج۱ ص۲۹۳)

مذکورہ احادیث شرح مہذب ج۳ ص۴۴۸ تا ۴۵۰ پر "فرع فی استحباب رفع الیدین فی الدعاء خارج الصلاة و بیان جملة من الاحادیث

الوارده فیه" کے عنوان کے تحت دیکھی جا سکتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے سنن ابوداؤد میں روایت ہے۔

کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستسقى هكذا و مديديه وجعل بطونهما مما يلى الارض حتى رايت بياض ابطيه. (ابوداؤد ج۱ ص۱۱۵ باب رفع اليدين فى الاستسقاء)	رسول اللہ ﷺ طلب بارانِ رحمت کے لئے دعا میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اپنے دونوں ہاتھ پھیلاتے اور ہاتھوں کی اندرونی ہتھیلی زمین کی طرف اور پشت آسمان کی طرف کر کے دعا میں اس قدر ہاتھ بلند کئے کہ میں نے آپ کے بغل مبارک کی سفید چمک کو بھی دیکھ لیا۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

ويتأول هذا الحديث على انه لم يرفع الرفع البليغ بحيث يرى بياض ابطيه الافى الاستسقاء. (مسلم ج۱ ص۲۹۳)	حدیث انسؓ کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ آپؐ عام دعاؤں میں اس قدر زیادہ بلند ہاتھ نہیں کرتے تھے کہ آپؐ کے بغل مبارک کی سفیدی نظر آ جائے' سوائے دعاء استسقاء کے۔

یہی مطلب علامہ قسطلانی نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ ابی مالکی نے شرح مسلم میں امام شافعی کا قول نقل کیا ہے۔

المعنى لا يرفعهما كل الرفع حتى تجاوزا راسه ويرى بياض ابطيه الا فى الاستسقاء لانه ثبت رفع الايدى فى كل ادعيه.

(اکمال المعلم ج۳ ص۴۵ بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص ۱۰۹)

ان تشریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ حدیث انس میں عمومی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانے کی نفی مقصود نہیں' بلکہ اس مخصوص کیفیت کے ساتھ ہاتھ اٹھانے کی نفی ہے جو استسقاء میں آپ کا معمول تھا۔

نماز کے بعد ذکرِ جہر کی ممانعت

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نماز کے بعد دعا سراً کرنا افضل ہے۔ بلند آواز سے دعا کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔ اسی طرح ذکر بھی خفی افضل ہے۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ فرض نماز کے بعد ذکر جہر مسنون ہے۔ لہٰذا محدثین اور فقہاء کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث:

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء الصلٰوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی تکبیر سن کر جان لیتا کہ نماز ختم ہو گئی ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ص ۱۱۷۔ صحیح مسلم ج۱ص ۲۱۷)

اس روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اور تکبیر کی آواز سن کر انہیں نماز ختم ہونے کا علم ہوتا ہے۔ اس لئے محدثین نے پہلے چند احتمالات بیان کئے ہیں اور اس کے بعد حدیث کے مضمون پر بحث کی ہے۔

1. قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ابن عباس چھوٹے بچے تھے۔ اس لئے نماز میں پابندی سے حاضر نہیں ہوتے تھے۔
2. ممکن ہے کہ ابن عباس آخری صفوں میں ہوتے ہوں (کیونکہ بچوں کی صفیں مردوں کی صفوں کے بعد ہوتی تھیں) اس وجہ سے سلام کی آواز صحیح سنائی نہ دینے کی بنا پر تکبیر کی آواز سن کر نماز ختم ہونے کا پتہ چلتا ہوگا۔

(فتح الباری ج۲ص ۳۲۶، عمدۃ القاری ج۶ص ۱۲۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

قال ابن بطال وقول ابن عباس كان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم.

''عہد نبوی'' کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ جس وقت حضرت ابن عباس یہ بیان فرما رہے تھے اس دور میں نماز کے بعد تکبیر اونچی آواز سے نہیں کہی جاتی تھی۔ (عمدة القاری ج۶ ص ۱۲۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ممکن ہے اس تکبیر سے مراد تکبیر تشریق ہو جو حج کے موقع پر منی میں بآواز بلند کہی جاتی تھی۔ (اشتعة اللمعات ج۱ ص ۴۱۸)

حدیث:

عن عبدالله بن الزبير قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من صلاته يقول بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له. له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير. لا حول ولاقوة الا بالله. لا اله الا الله ولا نعبد لا اياه. له النعمه وله لفضل وله الثناء الحسن لا ه الا الله مخلصين له لدين ولو كره الكافرون.

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ۔ (رواہ مسلم ج۱ ص ۲۱۸، مشکوۃ)

امام نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کتاب مہذب میں لکھتے ہیں:

''یہ دعا اور اس کے علاوہ دیگر دعاؤں کو آہستہ پڑھنا افضل ہے۔ خواہ امام ہو یا منفرد ہو اگر کوئی دعا کسی کو سکھانا مقصود ہو تو بلند آواز سے پڑھ لینا جائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا بلند آواز سے پڑھنا بھی اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ چونکہ آپ کو یہ دعا صحابہ کو سکھانا مقصود تھا۔ اس لئے آپ بلند آواز سے پڑھتے تھے' اور جب لوگوں کو دعا یاد ہو گئی تو اسے آہستہ آواز سے پڑھنا ہی افضل ہے۔ ائمہ مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ ذکر اور تکبیر وغیرہ بلند آواز سے نہ ہو بلکہ آہستہ آواز ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے وقتی طور پر بطور تعلیم اونچی آواز سے نماز کے بعد دعا وغیرہ پڑھی پڑھائی تھی یہ دستور ہمیشہ کا نہیں تھا۔ (شرح نووی مسلم ج ا ص ۲۱۷)

حدیث:-

عن ابی موسیٰ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فجعل الناس یجهرون بالتکبیر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایها الناس اربعوا علی انفسکم انکم لیس تدعون اصم ولا غائبًا انکم تدعون سمیعًا قریبًا وهو معکم.

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ صحابہ کرام بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم جس ذات کو پکارتے ہو وہ تو سنتا ہے اور تمہارے قریب بھی ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶)

امام نووی المتوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

محدث ابن بطال اور دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ تمام اصحاب مذاہب (یعنی ائمہ اربعہ) جن کی پیروی کی جاتی ہے اور دوسرے علماء بھی اس پر متفق ہیں کہ نماز

کے بعد بلند آواز سے تکبیر اور ذکر کرنا مستحب نہیں۔

اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس ذکر جہر کا بیان اس روایت میں ہے وہ محض تعلیم کی غرض سے احیاناً تھا ہمیشہ اختتام نماز پر ذکر جہر کا معمول نہیں تھا۔ بلکہ کچھ عرصہ کے لئے تعلیم کی غرض سے ایسا کیا گیا تھا۔ (حاشیہ صحیح مسلم ج۱ ص ۲۱۷)

اور یہی تفصیلات علامہ عینی نے بھی ارقام فرمائی ہیں۔ (عمدۃ القاری ج۶ ص ۱۲۶)

علامہ حلبی لکھتے ہیں:

ولابی حنیفة ان رفع الصوت بالذکر بدعة' مخالف للامر فی قوله تعالی اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الاية.
(کبیری ص ٥٦٦)

حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا بدعت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ تم اپنے رب کو عاجزی سے اور چپکے پکارو۔

علامہ صفدر کی تحقیق انیق:

محقق دوراں محدثِ عظیم مولانا سرفراز خان صفدر مذکورہ روایت پر علمی تنقید و تنقیح اور جرح سے قابل رشک تحقیق انیق پیش کرتے ہیں۔

''یہ روایت مشکوٰۃ شریف میں مسلم کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے اور مشکوٰۃ میں بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی کے الفاظ موجود ہیں۔ یہ روایت مسلم ج۱ ص ۲۱۸ میں موجود ہے۔ لیکن اس میں سرے سے بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی کے الفاظ ہی موجود نہیں ہیں اور نزاع بھی صرف اس جملہ میں ہے' نفس ذکر کا کوئی منکر نہیں ہے۔

اس روایت کو امام بیہقیؒ نے سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۸۵ طبع (دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن) میں مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰی کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

علامہ ابوالبرکات مجدالدین عبدالسلام ابن تیمیہ الحنبلیؒ (المتوفی ۶۵۲ھ)

اس روایت کو نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں رواہ مسلم و ابوداؤد والنسائی (منتقی الاخبار مع النیل ج ۲ ص ۳۱۶ طبع مصر) لیکن اس میں بھی بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

جب یہ الفاظ ثابت نہیں تو قرآن کریم کی نصوص قطعیہ' صحیح احادیث اور حضرات مفسرین کرام اور حضرات فقہاء ملت کی تصریحات کے مقابلہ میں اس سے استدلال کا کیا معنیٰ؟

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی اسی روایت میں بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کے الفاظ امام شافعی نے اپنی سند کے ساتھ کتاب الام ج ۱ ص ۱۱۰ طبع بولاق مصر میں نقل کئے ہیں۔ اور انہیں کے حوالہ سے امام ابن الحاج المالکی نے المدخل ج ۱ ص ۱۰۸ طبع مصر میں اور علامہ الساعاتی نے 'بلوغ الامانی ج ۴ ص ۷۱ طبع مصر میں نقل کئے ہیں۔ اور اس کی سند میں ابراہیم بن محمد واقع ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ اگر کسی بلندی سے گر جاتے تو ان کے لئے زیادہ عزیز تھا بہ نسبت اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے۔ امام یحییٰ بن سعید ان کو کذاب کہتے ہیں۔ وہ کذاب' قدری اور رافضی تھا وغیرہ ذلک الخ۔

یہ ہے بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کا راوی لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ.

اگر بالفرض اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو اس کا وہی جواب کافی ہے۔ جو حضرت امام شافعی نے دیا ہے کہ برائے تعلیم تھوڑا عرصہ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے یہ پڑھا' نہ یہ کہ اس پر مداومت فرمائی اور حضرت امام شافعی کے حوالہ سے یہی جواب شراح حدیث اور حضرات فقہاء اسلام ؒ نے نقل کیا ہے۔ حضرت ملا علی القاری بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کی شرح میں لکھتے ہیں کہ تعلیماً لمن حضر معه من الملأ (مرقات ج ۲ ص ۳۵۸) آپؐ نے یہ جہر حاضرین کی جماعت کی تعلیم کے لئے کیا تھا اور تعلیم کے لئے جہر بقدرِ ضرورت جائز ہے۔

اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وایں حدیث صریح است در جہر بذکر کہ آنحضرت ﷺ بآواز بلند میخواندا ما بعض علماء گفتہ اند کہ بلند خواندن آنحضرت ﷺ برائے تعلیم اصحاب بود ونوویؒ در مہذب گفتہ کہ افضل اخفاء است دریں دعاوجز آں خواہ امام بود یا منفرد مگر آنکہ حاجت تعلیم بود وہم بریں حمل کردہ شدہ است جہر رسول خدا ﷺ بآں و بعد از انکہ محفوظ گشت افضل اخفاء است وحق آنست کہ اوقات مختلف است گاہے ذوق حضور در اخفاء است و بدو گاہے در جہر شوق وگرمی مے افزائد و جہر بذکر مشرع است بلاشبہ انتہی (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۰ طبع مصطفائی وطبع لاہور ج ۱ ص ۴۱۹)

اور یہ حدیث ذکر بالجہر کے متعلق صریح ہے کہ آنحضرت ﷺ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا بلند آواز سے پڑھنا حضرات صحابہ کرامؓ کی تعلیم کی خاطر تھا اور امام نوویؒ نے مہذب میں کہا ہے کہ اس دعا میں بھی اور دوسری دعاؤں میں بھی افضل یہی ہے کہ امام ہو یا منفرد آہستہ پڑھے مگر یہ کہ تعلیم کی ضرورت پڑے اور آنحضرت ﷺ کے اس جہر کو اس پر حمل کیا گیا ہے اور جب دعائیں یاد ہو جائیں تو اس وقت آہستہ پڑھنا ہی افضل ہے اور حق یہ ہے کہ اوقات مختلف ہیں کبھی ذوق حضور اخفاء میں ممد ہوتا ہے اور کبھی جہر میں شوق اور گرمی بڑھتی ہے اور ذکر بالجہر بلاشبہ مشروع ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ صاحبؒ کے نزدیک حالات مختلف ہیں کسی مقام پر جہر (وہی مقام جہاں شرعاً جہر ماثور و منقول ہے جیسا کہ لمعات کے حوالہ سے یہ بات پہلے گذر چکی ہے) اور کسی مقام پر اخفاء زیادہ افضل اور بہتر ہے ہاں تعلیم کا مسئلہ الگ ہے اور ایک مقام میں نمازوں کے بعد اذکار کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

ودر حدیث مسلم آمدہ کہ ایں دعاء را باعلیٰ صوت می گفت وبعضے علماء گفتہ اند کہ افضل در جمیع انواع اخفاء یست در ذکر ودر دعاء، ہم امام راو ہم منفرد درا وجہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تعلیم بود واگر در جائے دیگر امام را مصلحت در جہر واعلان بود وبقصد تعلیم واعلام کند درست است بلکہ مستحسن باشد۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۴۳۸ طبع نولکشور)

مسلم کی روایت میں (جس کی مفصل بحث پہلے گذر چکی ہے۔ صفدر) آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بلند آواز سے یہ دعاء پڑھی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ افضل تمام انواع میں اخفاء ہے۔ عام اس سے کہ ذکر ہو یا دعاء۔ امام ہو یا منفرد اور آنحضرت ﷺ کا جہر فرمانا تعلیم کی خاطر تھا اور کسی ایسی ہی جگہ میں اگر امام کو جہر اور اعلان کی مصلحت درپیش ہو اور تعلیم اور اظہار کا مقصد ہو تو اس موقع پر بلند آواز سے پڑھنا درست ہی نہیں بلکہ مستحسن بھی ہے۔ (حکم ذکر بالجہر ص ۱۷۵ تا ۱۸۰ ملخصاً)

نماز کے بعد مصافحہ بدعت ہے:

مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رقمطراز ہیں:

مصافحہ حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت وارد ہے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

مامن مسلمين يلتقيان فيتصافحان الاغفرلهما قبل ان يتفرقا. (ترمذی شریف ج ۲ ص ۹۷)

جب دو مسلمان مل کر باہم مصافحہ کریں تو ان کو جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسلمانوں کی باہم ملاقات کے وقت بعد سلام کے مسنون اور مشروع ہے اور چونکہ مصافحہ تکملۂ سلام ہے تو بعد سلام کے ہونا چاہئے۔

شارح مشکوٰۃ ملا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

فان محل المصافحة المشروعة اوّل الملاقات و قد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة و يتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة ثم اذا صلوا يتصافحون فاين هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروهة حينئذ و انها من البدع المذمومة.

بے شک مشروع مصافحہ کا محل شروع ملاقات کا موقع ہے۔ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ملتے ہیں بغیر مصافحہ کے اور دیر تک ادھر ادھر کی اور علم وغیرہ کی باتیں کرتے رہتے ہیں اور پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ کہاں کی سنت ہے؟ اسی لئے بعض علماء نے تو صراحۃً لکھ دیا ہے کہ یہ طریقہ مکروہ ہے اور بدعت مذمومہ ہے! (ایضاً) (مطبوعہ ملتان مرقاۃ ج ۹ ص ۷۴) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۶۷۶)

مجالس الابرار میں ہے: **واما المصافحة فسنة عند التلاقی الخ** اور مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے کیونکہ حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملیں اور مصافحہ کریں تو دونوں کے جدا ہونے سے قبل ہی ان کی بخشش ہو جاتی ہے۔ (م ۸۴ ص ۴۹۲)

ملاقات کے شروع میں یعنی جیسے ہی ملاقات اور سلام و جواب ہو اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت جو مصافحے کئے جاتے ہیں مثلاً نماز فجر و نماز عصر و نماز جمعہ یا نماز عیدین وغیرہ کے بعد جو مصافحہ کیا جاتا ہے اور اس کو سنت سمجھا جاتا ہے یہ غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے عمل سے ثابت نہیں ہے۔

شامی میں ہے:

ونقل فی تبيين المحارم عن الملتقط انه تكره المصافحه

نماز کے بعد مصافحہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ صحابہ بعد نماز مصافحہ نہیں کیا کرتے تھے

المصافحة بعد اداء الصلوٰة لكل حال لان الصحابة رضى اللّٰه تعالىٰ عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلوٰة ولانها من سنن الروافض اھ. ثم نقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها فى الشرع وانه ينتبه فاعله اولاو يغرر ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية فى المدخل انها من البدع و موضع المصافحة فى الشرع انما هو عندلقاء المسلم لاخيه لا فى ادبار الصلوٰات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذالک و يزجر فاعله لما اتى به من خلاف السنة اھ.

اور اس لئے بھی مکروہ ہے کہ یہ روافض کا طریقہ ہے اور علامہ ابن حجر فرماتے ہیں یہ قابل کراہیت بدعت ہے شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصلیت نہیں اس کے کرنے والے کو پہلی دفعہ میں تنبیہ کر دی جائے (نہ مانے تو) دوسری دفعہ میں اس کو سزا دی جائے۔ اور ابن الحاجؒ مالکی ''مدخل'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ بھی ایک بدعت ہے شریعت میں مصافحہ کرنے کا وقت وہ بتایا گیا ہے جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے نمازوں کے بعد نہیں۔ پس جہاں شریعت نے مصافحہ رکھا ہے وہیں مصافحہ کرے (اس کے علاوہ دوسرے اوقات میں مثلاً نمازوں کے بعد) مصافحہ کرنے سے منع کیا جائے اور کرنے والے کو جو سنت کے خلاف عمل کر رہا ہے سختی سے منع کیا جائے۔ (شامی ج ۵ ص ۳۳۶۔ یہی مضمون مجالس الابرار میں بھی ہے م ۵۰ ص ۲۹۸)

بہرحال اصل مسئلہ یہی ہے۔ البتہ لوگوں کے حالات بہت نازک ہو چکے ہیں۔ مزاج بگڑ چکے ہیں۔ بات بات پر لڑائیاں ہوتی ہیں۔ بدگمانیاں پھیلتی ہیں۔ لہٰذا رفع فتنہ کے طور پر علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو

اپنا ہاتھ کھینچ کر ایسی شکل نہ پیدا کرنی چاہئے کہ اس کو بدگمانی شکایت اور رنج ہو۔ (شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۵۷۵۔ فقط واللہ اعلم بالصواب مرقاۃ ج ۹ ص ۴۷ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ فتاوی رحیمیہ ج ۲ ص ۳۲۰، ۳۲۲۔ ج ۳ ص ۲۷، ۳۴۷)

نوافل کے بعد اجتماعی دعا بدعت ہے:

رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ مسجد میں فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لینے کے بعد سنتیں اور نوافل اپنے حجرہ انور میں ادا فرماتے تھے اور صحابہ کو بھی ترغیب دیتے کہ گھروں میں سنتیں اور نوافل پڑھ کر گھر نماز کے انوار و برکات سے منور کرو۔ تو اس طرح جب مسجد میں آپ خود اور صحابہ سنت و نفل نہیں پڑھتے تھے تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد اجتماعی دعا بھی یقیناً نہیں ہوتی تھی۔

حدیث:

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم و لا تتخذوها قبورا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھا کرو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز کے سوا نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۰۲)

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فان خیر صلوٰة المر فی بیته الا الصلوٰة المکتوبة.
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲٦٦)

آدمی کی سب سے افضل نماز وہ ہے جو اپنے گھر میں ادا کرتا ہے سوا فرض نماز کے (یعنی فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے)

حدیث:

انه صلی الله علیه وسلم سئل ایما افضل؟ الصلاۃ فی البیت او الصلاۃ فی المسجد. فقال الا تری الی بیتی ما اقربه الی المسجد. فلان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون مکتوبة.

آپ ؐ سے دریافت کیا گیا مکان میں نماز پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں؟ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا تم نہیں دیکھتے کہ میرا مکان مسجد کے کس قدر قریب ہے لیکن اس پر بھی مجھے یہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے مکان میں ہی نماز (نفل) پڑھوں۔ البتہ فرض نماز کے واسطے مسجد مقرر کی گئی ہے۔ (الترغیب والترھیب ج۱ ص۲۷۹)

حدیث:

عن عبداللّٰہ بن شقیق قال سألت عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها عن صلاۃ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعاً ثم یخرج فیصلی بالناس الظهر ثم یدخل فیصلی رکعتین، ثم یخرج فیصلی بالناس العصر، ویصلی بالناس المغرب، ثم یدخل فیصلی رکعتین. ثم یصلی بالناس العشاء و یدخل فی بیتی

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا حال دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے۔ پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے، پھر عصر کے وقت باہر جاتے اور عصر کی نماز پڑھاتے اور مغرب کے وقت مغرب کی نماز پڑھاتے پھر اندر آ کر دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے

فیصلی رکعتین. (صحیح مسلم ج۱ ص۲۵۲)

اور میرے گھر میں آ کر دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

حدیث:

عن ابن عباس کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یطیل القراۃ فی الرکعتین بعد المغرب حتی یتفرق اهل المسجد. (ابوداؤد ج۱ ص۱۳۰ باب رکعتی المغرب این تصلیان ابواب التطوع)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت فرماتے تھے کہ تمام نمازی مسجد سے چلتے جاتے تھے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں سوا آپ کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص۲۰۱ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج۱ ص۲۱۷)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرض نماز ادا کرنے کے بعد کیا اتنے سے کام میں تمہیں تکلیف ہوتی ہے کہ ان فرضوں کے مقام سے آگے یا پیچھے ہو جاؤ یا داہنی جانب یا بائیں جانب ہو جاؤ۔
(ابوداؤد ج۱ ص۱۰۰ باب الرجل یتطوع فی مکان الذی صلی فیه)

جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، تو امام اپنے فرضوں کی جگہ سے دائیں بائیں یا پیچھے ہٹ کر یا اپنے گھر میں جا کر سنتیں پڑھے۔ (حلبی کبیر ص۳۴۴)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تو مسجد میں اجتماعی طور پر سنتیں اور نفل پڑھے جاتے تھے اور نہ ہی امام و مقتدی مل کر دعا مانگنے کا دستور تھا۔ لہٰذا سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر امام اور مقتدی حضرات کی اجتماعی

دعا خلاف سنت اور بدعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کے بعد والی سنتیں گھر میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے اور جب کہ رسولِ خدا ﷺ کا خود اس پر عمل تھا اور صحابۂ کرام کو بھی آپ نے یہ فرما دیا اور تعلیم کر دی تھی کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں جا کر پڑھتے ہوں گے اور شاذ و نادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا۔ اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت ﷺ گھر میں سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہوں یا صحابہ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھ کر دعا کے لئے مسجد میں دوبارہ آ کر جمع ہوتے ہوں۔

مفتی اعظم ہند کا فتویٰ:

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رقمطراز ہیں:

''احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلاثہ میں دعاء کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں، نفلیں پڑھ کر ساری جماعت دعاء مانگتی ہو اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک ان کا انتظار کرے اور پھر ''الفاتحہ'' بلند آواز سے کہہ کر دعاء شروع کرے۔ تو اس طریقہ کا طریقۂ جدیدہ ومحدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

پھر اس پر اگر اس التزام کا بھی لحاظ کر لیا جائے۔ جو بعض اطراف میں مشاہدہ ہے کہ اس طریقۂ دعاء کو ضروری سمجھتے ہیں' اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے ہیں' تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔'' (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۸۸)

مفتی اعظم پاکستان کا فتویٰ:

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں:

سنتوں اور نفلوں کے بعد پھر اجتماعی صورت سے دعا کرنا نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ صحابہ وتابعین اور ائمہ دین سے۔

رسول اللہ ﷺ کی سنت تو اس بارہ میں یہ ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد مختصر سی دعا کر کے مکان میں تشریف لے جاتے اور سنتیں نفلیں گھر میں پڑھتے تھے۔

صحیح بخاری میں بروایت حضرت ام سلمہؓ مذکور ہے۔ **انه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یمکث اذا سلم یسیرا** یعنی آنحضرت ﷺ سلام پھیرنے کے بعد بہت تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ منقول ہے۔ **کان اذا سلم لم یقعد الامقدار مایقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارک و تعالیت یا ذاالجلال والاکرام.** یعنی رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز سے سلام پھیر لیتے تو صرف اتنی دیر مصلے پر بیٹھتے تھے کہ یہ کلماتِ دعا پڑھ لیں **اللهم انت السلام** الخ۔ عام صحابہ کرام کی بھی یہی سنت منقول ہے۔

معلوم نہیں یہ طریقہ کب اور کس نے ایجاد کیا کہ سارے مقتدی بیٹھے ہوئے اس کا انتظار کرتے رہیں کہ جب امام صاحب سنت نفل سے فارغ ہوں تو پھر مل کر دعا کریں۔ اور اس کا ایسا التزام کرتے ہیں۔ جیسے نماز کا کوئی جز ہے۔ جو چیز سنت سے ثابت نہ ہو اس کو بطریق سنت پابندی اور التزام کے ساتھ بجماعت ادا کرنا خود ایک بدعت اور اپنی طرف سے ایک شریعت کا ایجاد کرنا اور معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام پر ایک حیثیت سے یہ الزام لگانا ہے کہ یہ نافع اور مفید طریقہ یا ان کو معلوم نہ تھا یا معاذ اللہ جان بوجھ کر اس میں کوتاہی کرتے تھے ان ایجاد کرنے والوں نے امت پر احسان کیا کہ یہ طریقہ بتلایا۔ نعوذ باللہ منہ۔

اس اجتماعی دعا میں اس کے علاوہ دوسرا مفسدہ یہ بھی ہے کہ عام جاہل لوگ یہ

سمجھنے لگتے ہیں کہ جیسے نمازوں کے بعد سنت موکدہ ضروری ہیں ان کے بغیر نماز کی تکمیل نہیں ہوتی' اسی طرح سب کے آخر میں یہ اجتماعی دعا بھی نماز کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ یہ ایک عقیدہ کی غلطی ہے۔ جو نہایت خطرناک ہے۔'' (احکام دعا ص ۱۴' ۱۵)

مفتی عبدالرحیم کا محاکمہ:

مفتی سید عبدالرحیم ایک سوال کے جواب میں مفصل و مدلل محاکمہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

حامداً و مصلیاً و مسلماً بے شک آپ کے یہاں موریشش میں سوسوا سو سال سے سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعاء کا رواج ہوگا اور نماز جنازہ سے فارغ ہوکر بالالتزام ہمیشہ فاتحہ پڑھنے کا بھی دستور باپ دادا سے چلا آتا ہوگا مگر بھائی یہ کوئی شرعی دلیل نہیں ہے اور اس کا سہارا لینا آپ کے شایانِ شان نہیں' یہ تو اہل باطل کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو بیان فرمایا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاءُ هُمْ لاَ يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلاَ يَهْتَدُوْنَ. (سورہ بقرہ پ ۲)

یعنی اور جب ان (مشرک) لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم (اپنے پیغمبر کے پاس) بھیجا ہے اس کے مطابق چلو تو (جواب میں) کہتے ہیں (کہ نہیں) بلکہ ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اگر چہ ان کے باپ دادا (دین کی) نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت اور شرعی دلیل رکھتے ہوں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَائَنَا.

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف

(سورۂ اعراف)

رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو عمل کرتے ہوئے پایا۔

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاءُ نَا. (سورۂ اعراف پ٨)

یعنی (مشرک، بت پرستی کی مخالفت کے جواب میں کہتے ہیں۔ کیا) جن کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ان کو چھوڑ دیں؟

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا. (سورۂ یونس پ١١)

یعنی (حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا گیا) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

اَتَنْهَانَا اَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُنَا (سورہ ہود پ١٢)

یعنی (حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے (بڑے) باپ دادا کرتے آئے ہیں۔

اَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاءُ نَا. (سورہ ہود پ ١٣)

یعنی (حضرت شعیب علیہ السلام سے ان کی قوم نے کہا۔ کیا) ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔

وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا (سورۂ لقمان پ٢١)

یعنی اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس کا اتباع

کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔

بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا آبَائَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَ اِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُهْتَدُوْنَ. (سورۂ زخرف پ۲۵)

یعنی بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ...... اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَ نَا عَلٰی اُمَّةٍ وَ اِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُقْتَدُوْنَ. (سورۂ زخرف پ۲۵)

یعنی اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی انہیں کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں۔

آپ کے مناسب شان تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اولوالامر اور ورثۃ الانبیاء علماء مجتہدین اور ائمہ دین کی اطاعت اور پیروی کریں۔

مسلمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اولوالامر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مجتہدین عظام کی پیروی ضروری ہے۔ رسول مقبول ﷺ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔ عَلَيْكم بسنتی و سُنَّةِ الْخُلفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّواجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحدثاتِ الامُورِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدثةٍ بِدْعةٌ وَ كلّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة. یعنی میرے طریقہ کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو! اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑلو' جونئی نئی باتیں ایجاد کی جائیں گی ان سے احتراز کرو' اس لئے کہ ہر وہ نئی رسم جو (دین کے نام پر) ایجاد کی جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد شریف ج۲ ص۲۸۷۔ ترمذی شریف ج۲ ث۹۲۔ ابن ماجہ ص۵ مشکوۃ شریف ص۳۰)

احادیث میں سونے اور جاگنے کے وقت کی دعا منقول ہے' مسجد میں داخل

ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعا بھی مذکور ہے ہمبستری سے پہلے اور ہمبستری کے بعد کی دعا بھی موجود ہے' بیت الخلاء میں جانے سے قبل اور نکلنے کے بعد کی دعاء بھی ثابت ومنقول ہے تو سنن ونوافل کے بعد کی دعا کیوں منقول نہیں؟ اگر ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرض نمازوں کے بعد کی سنن اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جا کر پڑھتے تھے' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی آپ کی اتباع کرتے ہوئے اپنے اپنے گھروں میں سنتیں ادا فرماتے تھے اور نماز سے فراغت کے بعد گھر میں ہی دعاء کرتے تھے سب کا مسجد میں واپس آ کر دعا کرنا کہیں منقول نہیں' کبھی کسی وجہ سے مسجد میں آنحضور ﷺ اور صحابۂ کرامؓ نے سنن و نوافل ادا فرمائی ہیں مگر دعا سب نے مل کر مانگی ہو یہ کہیں ثابت نہیں' صحابہؓ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر منتشر ہو جاتے تھے چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ بعد نماز مغرب سنتوں میں اتنی طویل قرأت پڑھتے تھے کہ مصلی حضرات مسجد سے چلے جاتے تھے۔ **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يطيل القرأة فى الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق اهل المسجد** (ابوداؤد شریف ج۱ ص۱۹۱) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا آپ عشاء کی نماز کے بعد نماز میں مشغول رہے حتی کہ مسجد میں بجز آنحضرت ﷺ کے کوئی باقی نہیں رہا۔ (شرح معانی الآثار ج۱ ص۲۰۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں کے بعد امام ومقتدی کے مل کر دعا کرنے کا دستور تھا ہی نہیں' لہٰذا اس طریقہ کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں اس لئے اس کو پکڑے رہنا اور اس پر اصرار کرنا اور امام کو اس کا پابند بنانا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

(فتاوی رحیمیہ ج۶ ص۱۸۴ تا ص۱۸۸)

زعماء امت کی آراء

فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے متعلق زعماء امت' اخیار ملت۔
محدثین عظام' فقہاء کرام اور مشائخ وعلماء کی آراء۔

امام نووی کا قول فیصل:

امام نوویؒ فرض نماز کے بعد دعا کے مستحب ہونے کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں:

قد ذکرنا استجاب الذکر والدعا للام والمامون. والمنفرد وھو مستحب عقب کل الصلوات بلا خلاف و اماماً اعتاده الناس او کثیر منھم من تخصیص دعاً الامام بصلاتی الصبح والعصر فلا اصل له. وان کان قد اشار الیه صاحب الحاوی فقال ان کانت صلاة لا یتنفل بعدھا کالصبح والعصر استدبر القبلة استقبل الناس ودعا وان کانت مما یتنفل بعدھا کالظھور والمغرب والعشاً

ہم نے امام' مقتدی اور منفرد کے لئے دعا و ذکر کا استجاب ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے۔ اور لوگوں کا یہ خیال بے اصل ہے کہ دعا کا حکم نماز فجر اور عصر کے لئے مخصوص ہے اور صاحب الحاوی نے فرمایا کہ اگر ایسی نماز جس کے بعد سنتیں نفل نہ ہوں۔ جیسے نماز فجر وعصر تو امام قبلہ کی طرف پشت کر کے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے دعا کرے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں اور نفل نماز ہو۔ جیسے ظہر' مغرب اور عشا۔ تو امام کو اختیار ہے کہ وہ اپنے گھر جا کر سنتیں نفل پڑھے اور اس تخصیص کی بھی کوئی اصل نہیں

فیختار. ان یتنفل فی منزله وهذا الذی اشار الیه من التخصیص لا اصل له بل الصواب استحبابه فی کل الصلوات ویستحب ان یقبل علی الناس فیدعو.

ہے۔ بلکہ صحیح حکم یہی ہے ہر نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعا کرنا مستحب ہے۔ (شرح مہذب ج ۳ ص ۴۸۸ دار الفکر)

امام ابن حجر عسقلانی المتوفی (۸۵۲ھ) امام بخاری کے قائم کردہ باب "بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوة" کی تشریح میں لکھتے ہیں صلاۃ سے مراد "ای المکتوبة" فرض نماز ہے' امام بخاری نے اس باب میں جن مسنون دعاؤں کا ذکر کیا ہے' ان سے مراد فرض نماز کے بعد کی دعائیں ہیں۔ پھر لکھتے ہیں:

قدور دالامر بذکر دبر کل صلٰوة والمراد به بعد السلام اجماعاً. (فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۳۳)

پھر موصوف نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا مسئلہ احادیث کی روشنی میں بیان کیا اور جمہور کے مسلک کی بھرپور تائید فرمائی ہے۔

امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تحقیق و تطبیق:

والاولی ان یاتی بهذه الاذکار قبل الرواتب' فانه جاء فی بعض الاذکار مایدل علی ذلک نصا. کقوله من قال قبل ان ینصرف و یثنی رجلیه من صلٰوة المغرب والصبح لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک

اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ان اذکار وادعیہ کو سنن موکدہ سے پہلے ادا کرے' کیونکہ بعض اذکار میں اس کی تصریح ہے جیسے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز مغرب اور نماز صبح کے بعد لوٹنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لا اله الا الله وحده لا شریک له الخ اور جیسے راوی کا یہ قول ہے کہ رسول

له الخ وکقول الراوی کان اذا سلم من صلوته یقول بصوته الاعلی. لا اله الا اللّٰه الخ. و فی بعضها ما یدل ظاهراً کقوله دبر کل صلوٰة. اما قول عائشه کان اذا سلم لم یقعد الامقدار مایقول. اللهم انت السلام الخ فیحتمل وجوها منها انه کان لا یقعد بهیئة الصلوٰة الا هذا القدر. ولکنه کان یتیامن اویتیاسر' او یقبل علی القوم بوجهه' فیاتی بالاذکار' لئلایظن الظان ان الاذکار من الصلوٰة......

والسر فی ذلک کله ان یقع الفصل بین الفرض والنوافل بما لیس من جنسها. و ان یکون فصلا معتداً به یدرک ببادی الرای' وهو قول عمر لمن اراد ان یشفع بعد المکتوبة اجلس فانه لم یهلک اهل

اللہ علیہ جب نماز کا سلام پھیرتے تو اپنی بلند آواز سے فرماتے لا اله الا الله الخ اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر دلالت ہے۔ جیسے راوی کا یہ قول کہ نماز کے بعد یہ پڑھتے تھے۔ رہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول کہ آپ علیہ سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے کہ اللهم انت السلام الخ پڑھیں۔ تو اس قول کے کئی احتمالات ہیں۔ منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ علیہ نماز کی ہیت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ دائیں یا بائیں طرف مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف رخ فرمالیتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار و ادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں...... ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضور اقدس علیہ سوائے اللهم انت السلام الخ کے اور اذکار کبھی کبھار چھوڑ دیتے تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذکار و دعائیں فرض نہیں ہیں۔ اس سب کا سر یہ ہے کہ فرض اور نفل نماز کے درمیان ظاہری طور پر فصل اور فرق ہو جائے جو ظاہری نگاہ

الکتاب الا انه لم یکن بین صلوتهم فصل' فقال النبی صلی الله علیه وسلم اصاب الله بک یا ابن الخطابؓ. (حجة الله البالغه ج۲ ص۳۲' طبع کراچی)

سے معلوم ہو جائے اور یہی مطلب ہے حضرت عمرؓ کے اس فرمان کا جو انہوں نے اس شخص سے کہا تھا جو فرض نماز کے بعد (دعا کئے بغیر) فوراً سنتیں پڑھنا چاہتا تھا کہ بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ پہلی امتوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ فرائض اور نوافل کے درمیان ان کے ہاں وقفہ نہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابن خطابؓ اللہ نے تمہیں درست طریقہ ہدایت فرمایا۔

فقہاء کرام کی تصریحات

امام سرخسی کا ارشاد:

امام ابوبکر سرخسی المتوفی ۴۹۰ھ ارشاد فرماتے ہیں:

وعن ابی یوسف رحمه الله تعالٰی ان الامام یجهر والقوم یؤمنون علی قیاس الدعاء خارج الصلاة.
(مبسوط ج۱ ص۱۶۶)

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے کہ امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر امین کہیں۔ جس طرح نماز کے علاوہ ایک آدمی دعا کرتا ہے اور باقی لوگ امین کہتے ہیں۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

واذا سلم الامام فی الفجر والعصر یقعد فی مکانه یشتغل بالدعاء. (مبسوط ج۱ ص۳۸)

امام نماز فجر اور عصر سے فارغ ہو کر اسی جگہ دعا میں مشغول ہو جائے۔

علامہ عالم بن العلاء الانصاری المتوفی ۷۸۶ھ فرماتے ہیں:

قال شمس الائمه الحلوانی رحمه الله هذا اذا لم یکن من قصده الاشتغال بالدعاء فان کان له ورد بقضیه بعد المکتوبات فارا دان یقضی قبل ان یشتغل بالتطوع فانه یقوم عن مصلاه فیقضی ورده قائما. و ما ذکره شمس الائمه الحلوانی دلیل جواز تاخیر عن السنن عن حال اداء المکتوبة.

(فتاویٰ تاتار خانیه ج۱ ص۵۵۶)

علامہ ابن العلاء مزید تحریر فرماتے ہیں:

عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قراء بعد کل صلاۃ مکتوبۃ قل ھو اللّٰہ احد فھو رفیقی فی الجنۃ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ (فتاویٰ تاتارخانیہ ج۱ص ۵۵۷)

امام شرنبلالی کا فرمان:

امام ابوالاخلاص حسن بن عمار شرنبلالی المتوفی ۱۰۶۹ارشاد فرماتے ہیں:

القیام الی السنۃ متصلا بالفرض مسنون و عن شمس الائمۃ الحلوانی لابأس بقرأۃ الاوراد بین الفریضۃ والسنۃ و یستحب للامام بعد سلامہ ان یتحول الی یسارہٖ لتطوع بعد وان یستقبل بعدہ الناس و یستغفرون اللّٰہ و یقرء ون آیۃ الکرسی والمعوذات و یسبحون اللّٰہ ثلاثا و ثلثین و یحمدونہ کذلک و یکبرونہ کذلک ثم یقولون لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر. ثم یدعون لانفسھم و

اور فرض نماز کے بعد متصل سنتوں کے لئے کھڑا ہو جانا مسنون ہے اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ فرض نماز اور سنتوں کے درمیان وظیفہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام کے بعد بائیں جانب ہٹ کر فرض کے بعد کی سنتیں نفلیں پڑھے' اور یہ بھی (مستحب) ہے کہ فرض پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرے اور سب آدمی اللہ سے استغفار کریں۔ اور آیت الکرسی اور معوذات یعنی قل ھو اللہ احد' قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور تسبیحات پڑھیں ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ. پھر ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور مسلمانوں

للمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره. (نور الایضاح ص۸۵)

کے لئے دعا مانگیں پھر آخر میں اپنے ہاتھ چہروں پر پھیر لیں۔

علامہ محمد علی المتوفی ۱۰۸۸ھ ارقام فرماتے ہیں:

وقال الحلوانی لاباس بالفصل باالاوراد و اختاره الکمال قال الحلبی ان ارید باالکراهة التنزیه ارتفع الخلاف.

اور حلوانی نے کہا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان ورد و وظیفہ پڑھنے سے فصل یعنی تاخیر ہو جائے گی اور پسند کیا اس قول کو کمال الدین محقق نے حلبی نے کہا اگر کراہیت سے مراد تنزیہی کراہیت مراد لی جائے تو اختلاف ہی دور ہو جائے گا۔

ویستحب ان یستغفر ثلاثا یقرأ اية الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد و یکبر ثلاثا و ثلثین ویهلل تمام المائة یدع و یختم "بسبحان ربک الخ. (در مختار ج۱ ص۳۹۱، ۳۹۲)

امام حوارزمی نے بھی اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔

(الکفایہ علی فتح القدیر ج۱ ص۳۸۴)

ابن علی زادہ کا ارشاد:

شیخ یعقوب بن سید علی زادہ الحھی المتوفی ۹۳۱ھ شرح شرعۃ الاسلام میں فرماتے ہیں:

ویغتنم الدعاء بعد المکتوبة وقبل السنة علی ماروی عن البقالی من انه قال الا فضل

فرض نماز کے بعد سنتوں سے پہلے دعا کو غنیمت سمجھے۔ جیسا کہ بقالی سے روایت ہے کہ افضل یہ ہے کہ پہلے دعا میں

ان يشتغل بالدعاء ثم بالسنة...... وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم رواه ابن عباس من لم يفعل ذلک فهو خداج. اى من لم يدع بعد الصلوٰة رافعاًيديه الى ربه مستقبلا ببوطونها الى وجهه ولم يطلب حاجاته قائلا يا رب يا رب. فما فعله من الصلاة ناقصة عند الحق سبحانه و تعالیٰ. (حاشیہ کوکب الدری ج۲ ص۲۹۱)

مشغول ہو جائے بعد میں سنتیں پڑھے...... اور ابن عباس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے معبود سے دعا نہیں مانگتا اور اپنی حاجت طلب نہیں کرتا۔ پس اس نے جو کچھ نماز پڑھی وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناقص ہے۔(شرح شرعۃ الاسلام ص۱۲۸)

علامہ لکھنوی کا ارشادگرامی:

علامہ عبدالحی لکھنوی المتوفی ۱۳۰۴ھ۔

فی نور الايضاح ثم يدعون لانفسهم وللمسلمين رافعى ايديهم ثم يمسحون بها وجوههم. (السعایہ ج۲ ص۲۵۷)

اور نور الایضاح میں ہے۔ امام ہاتھ اٹھا کر دعا کریں اپنے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے اور پھر اپنے چہروں پر ہاتھ پھیرلیں۔

و فى خزانة الفقه البقالى الافضل ان يشتغل بالدعآء ثم بالسنة. (السعایہ ج۲ ص۱٦۰)

خزانۃ الفقہ میں بقالی سے روایت ہے کہ افضل یہ ہے کہ (فرض نماز کے بعد) دعا میں مشغول ہو جائے۔ اس کے بعد سنتیں پڑھے۔

وسنية الوصل عند المتاخرين، ولم ارلهم دليلاً على ذلک الاظاهر حديث عائشةؓ فالراجح عندی ما عند المتقدمين و اباحة الفصل بنحوما ورد من الادعية.

(السعایہ ج۲ ص۲٦۲)

فرائض کے بعد متصل طور پر سنتیں پڑھنا متاخرین علما کے نزدیک ہے۔ جب کہ میں نے ان کے پاس حضرت عائشہؓ کی ظاہر روایت کے سوا کوئی دلیل نہیں دیکھی۔ میرے نزدیک وہی بات راجح ہے۔ جو متقدمین کے نزدیک راجح ہے کہ ماثور دعاؤں سے فرض نماز اور سنتوں کے درمیان فصل اور وقفہ کرنا مستحب ہے۔

وقال الحلوانی لابأس بان يقرأبين الفريضة والسنة الاوراد. (السعایہ ج۲ ص۲٦۲)

اور حلوانی نے کہا ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان ورد و وظیفہ پڑھے۔

علماء ومشائخ دیوبند کا تعامل

دور حاضر میں قرآن وسنت کی تشریح وتعبیر اور اسوۂ نبوی کے اتباع و پیروی میں علماء ومشائخ دیوبند کی حیثیت پوری دنیا میں یگانہ وفرزانہ ہے۔ ان کا تعامل مینارۂ نور ہے' ان کے تعامل اور ارشادات وفتاوی کی تفصیلات سپرد قلم کی جاتی ہیں۔

مشائخ واساتذہ کا معمول:

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا عزیز الرحمٰن قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ' حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند وغیرھم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے۔ اور احادیث میں بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔ اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ لہٰذا راجح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعا بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے۔''

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۱۹۰)

مفتی صاحب ممدوح دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''دعا بعد الصلوات مسنون ومستحب است' ودر حدیث وارد شدہ است کما نقلها الحصن والحصین وغیرہ. پس در صلوٰت صلوٰۃ عیدین ہم داخل وشامل است' بدعت گفتن آنرا صحیح نیست واکابر امت مثل حضرت مولانا رشید احمد محدث وفقیہ گنگوہی وجمیع اکابر واساتذہ مابعد

نماز عیدین مثل صلوات مکتوبات دعا مے فرمودند بس ہر کہ آنرا بدعت گفتہ صحیح نیست۔'' (فتاوی دارالعلوم ج ۵ ص ۲۰۲)

محدث گنگوھی کی رائے گرامی:

قطب الارشاد محدث العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوھی تحریر فرماتے ہیں:

''بعد فرض نماز کے دعا جہر سے کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی مانع عارض نہ ہو۔'' (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۳۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

''بعد ختم دعاء ہاتھ منہ پر پھیر لینا درست اور ثابت ہے اور حصول برکت کے لئے یہ فعل کیا جاتا ہے۔'' (فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۴۲)

حضرت موصوف کوکب الدری شرح ترمذی میں فرماتے ہیں:

بل لابد من اتیان الدعاء مستقلا علی حدة فیعذر تارک الدعوات بعد الصلوات ولا یعذر علی ترکھا. (الکوکب الدری ج۲ ص ۲۹۱)

بلکہ اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ مستقلاً الگ دعا کی جاتی رہے۔ اسی لئے نمازوں کے بعد تارک دعا کو سزا دی جائے اور ترک دعا پر معذور نہ سمجھا جائے۔

مفتی اعظم دیوبند کے فتاویٰ کا خلاصہ:

مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی مفتی اول دارالعلوم دیوبند متعدد سوالات کے جوابات میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: بہشتی گوہر میں ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر' مغرب' عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنن پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر وعصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے۔ یہ صورت شرعاً کیسی ہے؟

الجواب: الاوفق بالاحادیث. یہ صورت جو بہشتی گوہر سے منقول ہے کہ جن فرائض

کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر وعصر ان میں حسب روایت نور الایضاح عمل کرے اور جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان کے بعد امام اور مقتدیان مختصر دعا مانگ کر سنتیں ادا کریں خواہ فصل بالا وراد کر کے بعد میں سنتیں پڑھیں اور پھر اجتماعاً دعا کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ دعا اجتماعاً ایک ہی بار ہے پھر دوبارہ بعد السنن مقتدیوں کو امام کی دعا کا انتظار کرانا اور اس کا التزام کرانا ضروری نہیں ہے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۹۷)

سوال: بعد نماز پنجگانہ دعا کے واسطے ہاتھ اٹھانا سنت ہے یا بدعت یہ فعل کیسا ہے۔ زید نے دعا اس غرض سے ترک کردی کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں۔

جواب: نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنتِ نبویہؐ ہے حصن حصین جو معتبر کتاب حدیث کی ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ دعا میں ہاتھ اٹھانے اور بعد دعا کے منہ پر ہاتھ پھیرنے کی موجود ہیں ان کو دیکھ لیا جاوے۔

نمازوں کے بعد دعا کا مسنون ہونا بھی اس میں مذکور ہے پس زید کا یہ فعل ترک دعا بعد الصلوٰات خلاف سنت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۹۸، ۱۹۹)

سوال: فرائض کے بعد سنن اور نوافل سے پہلے **اللھم انت السلام** الخ سے زیادہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ بالغہ میں دیگر ادعیہ نقل کر کے ان کا پڑھنا اولیٰ لکھا ہے اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: ان ادعیہ واذکار کا پڑھنا بعد نماز فرض کے قبل سنن رواتب جائز اور مستحب ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے اور بعض فقہاء نے جو یہ لکھا ہے کہ بعد فرائض **اللھم انت السلام** الخ سے زیادہ نہ پڑھے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہ غرض اس سے تحدید ہے اور اگر بعض فقہاء بوجہ ظاہر بعض روایت حدیث کہ یہ رائے ہو بھی تو دیگر اکثر فقہاء بوجہ روایات کثیرہ احادیث کے دیگر اذکار و ادعیہ ماثورہ جائز و مستحب فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۰۰)

سوال: بعد جماعت کہ جو دعا امام کے ساتھ مانگتے ہیں اس میں امین کہنا چاہئے یا جو

مرضی ہو دعا مانگے؟

الجواب: جو دعا چاہے مانگے یہ ضروری نہیں کہ امام کی دعا پر آمین کہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۲ ص ۲۰۱)

فرمایا: آیۃ الکرسی اور تسبیحات کا پڑھنا قبل بھی جائز ہے اور معمول بہ اکابر کا ہے اور احادیث سے دونوں امر ثابت ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۴ ص ۲۰۹)

الجواب: درمختار میں ہے **ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام** الخ لیکن مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ تقریبی امر ہے۔ اگر کچھ اس سے زیادہ بھی دعا وغیرہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ فصل بالا وراد میں کچھ مضائقہ نہیں۔ **کما ھو معمول مشائخنا**۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند ج ۴ ص ۲۱۱)

بحر العلوم لکھنوی کی رائے گرامی:

بحر العلوم علامہ عبد الشکور لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:

''نماز ختم کر چکنے کے بعد دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کے لئے بھی اور مقتدی سب آمین' آمین کہتے رہیں اور دعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرے۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر' مغرب' عشاء ان کے بعد بہت دیر تک نہ دعا مانگے' مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر' عصر ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے' اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے' اس کے بعد دعا مانگے۔ بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے مقابلہ میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔'' (علم الفقہ حصہ دوم ص ۱۸۰ مطبوعہ کراچی)

انوری توضیحات:

محدث کبیر علامہ سید انور شاہ کاشمیری فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کے استحباب کو بڑی صراحت ووضاحت سے بیان کرتے ہیں اور اس مسنون عمل کو بدعت قرار دینے سے پوری طرح اجتناب فرمایا۔

ارشاد فرماتے ہیں:

واعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكذائية لم ثبت عن النبی صلى الله عليه وسلم' ولم يثبت عنه رفع الايدی دبر الصلوات فی الدعوات الا أقل قليل' و مع ذلک وردت فيه ترغيبات قولية والامر فی مثله ان لايحكم عليه بالبدعة' فهذه الادعية فی زماننا لَيستُ بسنة بمعنى ثبوتها عن النبی صلى الله عليه وسلم و لَيست ببدعة بمعنى عدم اصلها فی الدين. (فيض الباری ج۱ ص۱٦٧)

اور معلوم ہونا چاہئے کہ امام اور مقتدی سب کا مل کر دعا کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور اسی طرح نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی عموماً ثابت نہیں' مگر اس کا ثبوت بہت ہی کم ملتا ہے' اس کے باوجود نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی قولی ترغیبات رسول اللہ ﷺ سے احادیث میں وارد ہوئی ہیں' اسی وجہ سے اسے بدعت ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اور جس طریقہ سے ہمارے زمانہ میں دعا کرنے کا رواج ہے' اسے اس معنی میں سنت نہیں کہا جاتا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ رواج پذیر طریقہ دعا بدعت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ بدعت تو وہ کام ہوتا ہے جس کی اصل دین میں نہ پائی جائے۔

موصوف دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

وقد يتخال كونها بدعة لعدم ثبوتها فعلا فانها لو كانت مستحبة لورد الفعل بها ولو مرة فاعلم ان الفضائل والرغائب لاتنحصر فيما ثبت فيه فعله صلى الله عليه وسلم فقط. فان النبى صلى الله عليه وسلم كان يخص لنفسه اموراً تكون اليق بشأنه وأحرى لمنصبه واذلم يستوعب الفضائل كلها عملا وجب ان يرغب فيها قولا لتعمل بها الأمة فمنها صلاة الضحى فانه اذا لم يعمل بها بمعنى انه لم يجعلها وظيفة له دل على فضلها قولا لتعمل بها امته و تحرز الاجر.

الا ترى انهم تكلموا فى ثبوت الاذان من النبى صلى الله عليه وسلم فعلا مع كونه من افضل الاعمال

کبھی نماز چاشت کے بدعت ہونے کا خیال بھی گذرتا ہے کیونکہ عملاً رسول اللہ ﷺ سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ اگر یہ نماز مستحب ہوتی تو کم از کم ایک دفعہ بھی پڑھنے کا عملاً ثبوت حضور ﷺ سے ضرور ہوتا۔

جب کہ مستحب، مسنون اور ترغیبی اعمال رسول اللہ ﷺ کے فعلی ثبوت پر منحصر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپؐ نے اپنے منصب نبوت کی اہم ذمہ داریوں کے لئے اپنی ذات کو مخصوص کر رکھا تھا۔ جس کی وجہ سے آپؐ کی بھرپور توجہ تبلیغ دین اور تکمیل رسالت جیسے اہم فرائض منصبی ہی کی طرف زیادہ رہی۔ اور بعض فضائل و رغائب کو عملی وظیفہ بنانے کے لئے خاص اہتمام نہ ہو سکا۔ لہٰذا ایسے اعمال کی فضیلت وثواب بیان فرما کر آپؐ نے اپنی امت کو ترغیب دی، تا کہ امت اس پر عمل کر کے ثواب آخرت میں اپنا حصہ کمائے۔

ایسے اعمال میں سے نماز چاشت بھی ہے کہ آپؐ جب نماز چاشت کو اپنا روزانہ کا معمول اور وظیفہ نہ بنا سکے تو امت کو اس کی فضیلت بیان فرمائی، اسی طرح اذان کی فضیلت

فالفضل لاینصر فیما ثبت فعله منه فان کلا یختار لنفسه مانا سب شأنه ومن هذا الباب رفع الیدین بعد الصلوات للدعاء قل ثبوته فعلا و کثر فضله قولا فلا یکون بدعة أصلا فمن ظن ان الفضل فیما ثبت عمله صلى الله علیه وسلم به فقط.

(فیض الباری ج۲ ص۴۳۱)

رسول اللہ ﷺ نے بیشمار احادیث میں بیان فرمائی۔ لیکن عملاً کہیں کوئی ثبوت نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کسی عمل کا افضل ہونا صرف آپؐ کے فعل پر منحصر نہیں بلکہ آپؐ کے قول سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ نیز اسی طرح نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے فعلاً ثبوت بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ قولاً آپؐ سے اس کا ثبوت اکثر روایات سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کو بھی بدعت نہیں کہا جا سکتا کیونکہ سنت ہونے کا جنس ثبوت بہر حال حضور ﷺ کا فرمان ہی ہے۔

علامہ بجنوری کی صراحت:

تلمیذ رشید' محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیری' شارح بخاری علامہ سید احمد رضا بجنوری ''افادۂ انور'' کے عنوان سے ''نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا'' کی تفصیلات ارقام فرماتے ہیں:

افادۂ انور: حضرت نے فرمایا: ترمذی شریف میں نماز کے بعد تسبیح واذکار کا باب باندھا گیا ہے اور علامہ جزری نے حصن حصین میں' علامہ نووی نے الاذکار میں اور محدث ابن السنی نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں بعد نماز کے اذکار جمع کئے ہیں۔ اور جامع صغیر میں حدیث ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے' لیکن حدیث میں ادبار الصلوٰۃ ہے' جس کو علامہ ابن تیمیہؒ نے بعد التشہد وقبل السلام پر محمول کیا ہے اور ان کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے اندر دعا ہو' بعد نماز کی دعا کے وہ منکر و مخالف ہیں حالانکہ احادیث تسبیح ادبارِ صلوٰۃ میں نماز کے بعد ہی کی تسبیحات مراد ہیں کہ فاذا

صلیتم فقولوا سبحان اللہ الخ وارد ہے۔ اور بخاری کی کتاب الدعوات میں بھی دبر کل صلوۃ اور کتاب الصلوۃ میں خلف کل صلوۃ اور حدیث ابی ذر میں اثر کل صلوۃ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب نماز کے بعد کے لئے ہے، نماز کے اندر سے متعلق نہیں ہے۔

حضرتؒ نے یہ بھی فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد اگر چہ بہ ہیئت اجتماعیہ ہاتھ اٹھا کر دعا ماثور نہیں ہے، لیکن حضور علیہ السلام سے نافلہ کے بعد تو ثابت ہے، جیسے نمازِ استسقاء کے بعد اور بیت ام سلیم کی نماز کے بعد۔ دوسرے یہ کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کے لئے قولی ترغیبات بھی حضور علیہ السلام سے ثابت ہیں، لہٰذا اس جیسے معاملہ میں بدعت کا حکم لگا دینا صحیح نہ ہوگا۔ یعنی ہماری موجودہ ہیئت کذائی والی دعا بعد الصلوٰۃ کو اگر سنت بایں معنی نہ بھی کہیں کہ بعینہ اس کا ثبوت حضور علیہ السلام سے نہیں ہوا تب بھی اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کی اصل دین میں موجود ہے اور بدعت وہ ہے جس کی اصل دین میں موجود نہ ہو۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ اذان دنیا بھی خود حضور علیہ السلام کے فعل سے ثابت نہیں ہے، البتہ اس کے لئے فضیلت وغیرہ کے ارشادات ثابت ہیں، اس لئے اس کو بھی بدعت یا خلاف سنت نہیں کہہ سکتے اور اسی طرح چاشت کی نماز کہ اس کی فضیلت بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے اگر چہ خود حضور علیہ السلام کے فعل سے اس کا ثبوت کم ہے اسی لئے اس کو بھی بعض لوگوں نے بدعت کہہ دیا ہے۔

لہٰذا اگر فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کا التزام بھی کیا جائے تو وہ حضور علیہ السلام کی قولی ترغیبات کے تحت آتا ہے اگر چہ خود اس کو حضور نے کثرت سے نہیں کیا ہے اس کو خوب سمجھ لو۔

ترمذی باب مایقول اذا سلم کے تحت حضرتؒ نے فرمایا کہ شیخ ابن الہمامؒ نے فرض کے بعد متصلاً سنن کی ادائیگی کو ترجیح دی ہے اور اذکار کو بعد الرواتب رکھا ہے، اور اذکار ماثورہ کے بارے میں یہ بھی لکھا کہ حضور علیہ السلام سے اذکار بعد الصلوٰۃ

بہ کثرت ثابت ہیں۔ اس لئے بظاہر وہ کبھی کوئی ذکر اختیار فرماتے تھے' کبھی دوسرا اور ایک وقت میں سب کو جمع نہ فرماتے ہوں گے۔

علامہ بنوری دام فضلہم نے لکھا کہ شیخ ابن ہمامؒ کی تحقیق نقل کرنے کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی ان ہی کی تحقیق زیادہ پسند تھی' اور فرض و رواتب کے درمیان فصل اذکار کو مرجوح سمجھتے تھے' بخلاف اس کے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ میں اذکارِ کثیرہ ذکر کر کے ان کو قبل رواتب کے اولیٰ قرار دیا ہے' ان کی تحقیق دل کو نہیں لگتی۔ (معارف ج ۳ ص ۱۱۸)

علامہ موصوف نے بھی دعا بعد الصلوٰۃ کے لئے تنبیہ وایقاظ کا عنوان دے کر ج ۳ ص ۱۲۱ تا ج ۳ ص ۱۲۵ عمدہ دلائل ذکر کئے ہیں اور یہ بھی لکھا کہ روایت کے بعد دعاءِ ثانی کا جو رواج بعض علاقوں میں ہوگیا ہے وہ ضرور بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں اعلاء السنن ج ۳ ص ۱۹۹ اور ج ۳ ص ۲۱۶ بھی مستحق مراجعت ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق مزید:

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ دعاء بعد الصلوات المکتوبہ میں جو حضور علیہ السلام سے اجتماعی اور رفع یدین کے ساتھ ثبوت نہیں ہوا' اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے تمامی اوقات ذکر واوراد میں مشغول تھے' اور آپ کی دعائیں آپ کے اذکار واوراد سے الگ نہ تھیں' اسی لئے آپ نے جب کسی مقصد کے لئے اس دعا کا ارادہ فرمایا تو اس وقت آپ نے اجتماعی طور سے بھی دعا کی اور ہاتھ اٹھا کر بھی کی ہے۔ جیسے استسقا کی نماز کے بعد یا بیت ام سلیم میں نفل نماز جماعت کے بعد فرمائی ہے اور چونکہ آپ نے بعد نماز کے دعا کی ترغیب قولاً بھی دی ہے اور رفع یدین ومسح کی بھی ترغیب دی ہے' اس لئے اس کی اصل ثابت ہوگئی' لہٰذا پھر بھی اس کو فرض نمازوں کے بعد خلافِ سنت یا بدعت قرار دینا صحیح نہ ہوگا' حضرتؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ بیت ام سلیم کی نماز کا ذکر تو بخاری' مسلم وغیرہ سب میں ہے' مگر سب نے اس حدیث کو مختصراً روایت کیا جس میں دعا کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ صرف مسلم میں دعا کا بھی

ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے' یہ حضرتؒ کی خاص عادت تھی کہ سارے طرق و روایات پر نظر کر کے فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور آج کل کے حضرات خصوصاً سلفی اس کی رعایت نہیں کرتے' بلکہ ان کے اکابر نے بھی اپنی الگ رائے اسی طرح قائم کی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ امام بخاری نے پانچ جگہ ام سلیم والی حدیث ذکر کی اور ابوداؤد' نسائی' ترمذی نے بھی مختصراً ذکر کیا جس میں دعا بعد الصلوٰۃ کا ذکر نہیں ہے۔ تو انہوں نے مسلم والی مفصل روایت کو نظر انداز کر دیا۔

حضرتؒ نے توجہ دلائی کہ ان حضرات نے اس حدیث کو مختصراً لیا ہے جس کو مسلم نے تفصیل سے روایت کیا ہے' علامہ ابن تیمیہ نے بھی بہت سے مسائل میں اپنی دلیل میں کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح (یعنی بخاری) میں نہیں ہے' اور اس طرح وہ دوسری مرویات سے قطع نظر کر لیتے ہیں' یا ان کو مرجوح کر دیتے ہیں جس طرح اقوال ائمہ میں سے کسی ضعیف و مرجوح قول کو لے کر اپنی الگ رائے کے لئے موید بنا لیتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق مذکور سے مدد نہ لیں تو فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا برفع الیدین کا طریقہ خلاف سنت یا بدعت قرار پائے گا اور علامہ ابن تیمیہ و ابن قیم اور آج کل کے سلفی حضرات کے طریقہ کو مطابق سنت ماننا پڑے گا البتہ دعاء ثانیہ کا معمول خلاف سنت ہوگا کہ اس کی کوئی اصل ثابت نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ راقم الحروف کی رائے یہ بھی ہے کہ دعاء بعد الفریضہ کے معمول کو بھی احیاناً ترک کر دینا چاہئے تاکہ اس کو عوام سنن مؤکدہ اور واجب کی طرح قابل التزام نہ خیال کریں اور مندوب مسنون و واجب کے درجات اپنی اپنی جگہ محفوظ رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے فقہی نظریات و آراء کو بھی ہمارے حضرات پیش نظر رکھیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ بھی ان کی روایت فرماتے تھے۔ **واللہ تعالیٰ یوفقنا لما یحب و یرضی.**

(انوار الباری حصہ تیرہ ص ۷۱، ۷۲)

مفتی ہند کی تحقیق:

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی المتوفی نے اس موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ جس کا نام ''النفائس المرغوبۂ فی حکم الدعا بعد المکتوبۂ'' ہے۔ جس میں احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء کرام کی عبارات سے ثابت فرمایا کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنا مسنون ہے۔ البتہ سنتوں اور نوافل کے بعد اجتماعی دعا خلاف سنت ہے۔ جس پر متحدہ ہندوستان کے مایۂ ناز علماء و مشائخ کی تصدیقات بھی ہیں۔ جو سب فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو مسنون قرار دیتے ہیں۔

عارف باللہ مولانا خیر محمد جالندھری خلیفہ اعظم حکیم الامت تھانوی:

فرضوں کے بعد دعا مانگنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ احادیث میں صراحت موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ فرضوں کے سلام کے بعد کچھ دیر ذکر و دعا میں مشغول رہتے تھے۔ اور آپ کے یہ اذکار اور دعائیں بھی احادیث میں منقول ہیں۔

بنا بریں ائمہ اربعہ اور احناف کا مسلک ہے کہ فرائض کے بعد امام و مقتدی کا دعا مانگنا سنت و مستحب ہے۔ متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان کو آنحضرت ﷺ نے فرائض کے بعد دعا مانگنے کی ترغیب دی اور کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان کے مناسب حال ادعیہ بھی تلقین فرمائی۔ (خیر الفتاوی ج ۱ ص ۳۵۲)

مزید لکھتے ہیں:

الدعا بعد المکتوبات برفع الایدی ثابت بالاحادیث المرفوعة. (خیر الفتاوی ج ۱ ص ۳۵۸)

مفتی اعظم پاکستان کا فتوی:

دار العلوم دیو بند کی مسند افتاء کے صدر نشین مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع قدس سرہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

چونکہ یہ افعال دعا و تسبیحات امام و مقتدی سب کے لئے بعد نماز مستحب ہیں۔ اگر سب ہی اس میں مشغول ہوں گے تو یہ ایک اقتران اتفاقی ہوگا

نہ کہ اجتماع مستقل۔ اس لئے ان افعال کو فی نفسہا مستحب کہا جائے گا اور اجتماع کو نہ ضروری سمجھا جائے اور نہ بدعت' غیر مشروع کہا جائے۔ اس لئے عامہ سلف سے اس اجتماع پر نکیر منقول نہیں۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

علامہ محمد یوسف لدھیانویؒ کی رائے:

علامہ محمد یوسف لدھیانوی شہید ارقام فرماتے ہیں:

فرض نماز کے بعد دعا کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟

سوال: بعض امام صاحب ہر نماز کے بعد دعا عربی میں مانگتے ہیں۔ کیا اردو میں دعا مانگ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ دعا مختصر ہونی چاہئے یا لمبی؟

جواب: فرض نماز کے بعد دعا مختصر ہونی چاہیے اور آہستہ کی جانی چاہیے اپنے اپنے طور پر جس شخص کی جو حاجت ہو اس کے لئے دعا کرے عربی الفاظ ہمیشہ بلند آواز سے نہ کہے جائیں۔

فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت:

سوال: پانچوں نمازوں کے بعد امام کے ساتھ تمام نمازی بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں لیکن اب کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر ہر نماز کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے اور یہ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں اب ہم اس الجھن میں مبتلا ہیں کہ دعا مانگیں یا نہ مانگیں؟ امید ہے آپ ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔

جواب: پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ''بدعت'' کسے کہتے ہیں؟ ''بدعت'' اس عمل کا نام ہے جس کی صاحب شریعت ﷺ نے نہ قولاً تعلیم دی ہو' نہ عملاً کر کے دکھایا ہو۔ نہ وہ عمل سلف صالحین کے درمیان معمول و مروج رہا ہو۔ لیکن جس عمل کی صاحب شریعت ﷺ نے ترغیب دی ہو یا خود بھی اس پر عمل کر کے دکھایا ہو وہ ''بدعت'' نہیں بلکہ سنت ہے۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل امور پیش نظر رکھے۔

❶ آنحضرت ﷺ نے متعدد احادیث میں نماز فرض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے اور اس کو قبولیت دعا کے مواقع میں شمار فرمایا ہے۔

❷ صحیح احادیث میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے اور دعا کے بعد ان کو چہرے پر پھیرنے کو آداب دعا میں ذکر فرمایا ہے۔

❸ متعدد احادیث میں فرض نماز کے بعد آنحضرت ﷺ کا دعا کرنا ثابت ہے۔

یہ تمام امور ایسے ہیں کہ کوئی صاحب علم جس کی احادیث طیبہ پر نظر ہو' ان سے ناواقف نہیں۔ اس لئے فقہاء امت نے فرض نمازوں کے بعد دعا کو آداب و مستحبات میں شمار کیا ہے۔ امام نوویؒ شرح مہذب (ج ۳ ص ۴۸۸) میں لکھتے ہیں:

الدعاء للامام والماموم و المنفرد مستحب عليه کل الصلوات بلاخلاف	یعنی نمازوں کے بعد دعا کرنا بغیر کسی اختلاف کے مستحب ہے۔ امام کے لئے بھی مقتدی کے لئے بھی اور منفرد کے لئے بھی۔

علوم حدیث میں امام نوویؒ کا بلند مرتبہ جس کو معلوم ہے وہ کبھی اس متفق علیہ مستحب کو بدعت کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ اور فرض نماز جب باجماعت ادا کی گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد دعا صورۃ اجتماعی ہو گی۔ لیکن امام اور مقتدی ایک دوسرے کے پابند نہیں' بلکہ اپنی اپنی دعا کر رہے ہیں' اس لئے امام کا پکار پکار کر دعا کرنا اور مقتدیوں کا آمین' آمین کہنا صحیح نہیں ہر شخص کو اپنی اپنی دعا کرنی چاہئے۔ اور سنن و نوافل کے بعد امام کا مقتدیوں کے انتظار میں بیٹھے رہنا اور پھر سب کا مل کر دعا کرنا یہ بھی صحیح نہیں۔

سوال: فرضوں کے بعد اجتماعی طور سے دعا کرنے کا حدیث سے ثبوت کیا ہے؟

جواب: فرض نماز کے بعد دعا کی متعدد احادیث میں ترغیب و تعلیم دی گئی ہے اور ہاتھ اٹھانے کو دعا کے آداب میں سے شمار فرمایا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے امام جزریؒ کی ''حصن حصین'' کا مطالعہ کر لیا جائے۔ امام بخاریؒ نے کتاب ''الدعوات'' میں ایک باب ''الدعاء بعد الصلوۃ'' کا رکھا ہے (ج ۲ ص ۹۳۷) اور ایک باب ''رفع

الایدی فی الدعاء" کا قائم کیا ہے۔ (ج ۲ ص ۹۳۸) اور دونوں کو احادیث طیبہ سے ثابت فرمایا ہے۔ اس لئے فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاء کا معمول خلاف سنت نہیں' خلاف سنت وہ عمل کہلاتا ہے' جو شارع علیہ السلام نے خود نہ کیا ہو اور نہ اس کی ترغیب دی ہو۔

مقتدی امام سے پہلے دعا مانگ کر جا سکتا ہے:

سوال: فجر کی نماز میں امام وظیفہ پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں میں چونکہ ملازم ہوں ساڑھے آٹھ بجے ڈیوٹی پر حاضری دینا ہوتی ہے اور دودھ لانا ناشتہ تیار کرنا' پھر کھانا کپڑے بدل کر تیار ہو کر بس کا انتظار کرنا ایسی صورت میں کیا میں ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوں یا اپنی مختصر دعا مانگ کر مسجد سے آ جاؤں؟

جواب: امام کے ساتھ دعا مانگنا کوئی ضروری نہیں' آپ نماز سے فارغ ہو کر اپنی دعا کر کے آ سکتے ہیں۔

کیا حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے؟

سوال: کیا آنحضرت ﷺ نماز ادا کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کیا کرتے تھے؟ اگر کیا کرتے تھے تو کوئی حدیث بحوالہ بیان کریں۔

جواب: نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی صراحت تو منقول نہیں۔ البتہ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے اور ہاتھ اٹھا کر مانگنا دعا کے آداب میں سے فرمایا ہے۔ اس لئے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ارشادات نبویؐ کے عین مطابق ہے۔ مگر بلند آواز سے دعا نہ کی جائے جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا ہو۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ص ۲ '۲۷۴ '۲۷)

جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی کا فتویٰ:

الجواب حامدا و مصلیاً

❶ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کا جو طریقہ رائج ہے' یہ درست ہے' اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں' محققین علماء اور فقہاء دارالعلوم دیوبند کی یہی تحقیق ہے'

اسی پر ان کا عمل ہے‘ اس موضوع پر ان حضرات کے مدلل فتاوی اور تحقیقی رسائل موجود ہیں مثلاً حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ''استحباب الدعوات عقیب الصلوٰۃ'' ہے اور ایک رسالہ حضرت، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا ''النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ'' ہے۔

ان تمام اکابر فقہاء کرامؒ نے احادیث طیبہ اور چاروں اماموں کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے فرائض کے بعد کی جانے والی دعا کو نہ صرف جائز بلکہ سنت مستحبہ قرار دیا ہے۔

اور ان اکابرؒ نے ان رسائل میں ایسی واضح واضح احادیث طیبہ جمع فرمائی ہیں جن سے امام‘ مقتدی اور منفرد سب کے واسطے فرض نماز کے بعد دعا کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب ان سب کے لئے یہ دعا سنت ہے تو فرائض کے بعد امام اور مقتدی جب اس سنت پر عمل کرتے ہوئے دعا کریں گے تو ضمناً خود بخود اجتماع ہو جائے گا‘ لیکن یہ اجتماع ایک ضمنی چیز ہے اور جائز ہے اس کے لئے الگ سے صریح اور مستقل ثبوت کا طالب ہونا اور ثبوت نہ ملنے پر اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں بلکہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کے بعد ہونے والی اجتماعی دعا کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام ''التحفۃ المرغوبہ فی افضلیۃ الدعا بعد المکتوبہ'' ہے اس میں مخدوم صاحب نے اس اجتماعی دعا کے بدعت قرار دینے والوں کو مفصل جواب دیا ہے چنانچہ رسالہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:

قلت فثبت بجميع ما ذكرنا فی هذين الفصلين من الاحاديث النبوية والروايات الفقهية إن الدعا بعد المكتوبة سنة فان قيل قد ذكر الشيخ عبدالحی الدهلوی رحمه اللّٰه فی شرحه على الصراط المستقيم ما لفظه اما اين دعاكه آئمه مساجد بعد از سلام نماز ميكنند و مقتديان آمين آمين ميگويند چنانكه الان درديار عرب و عجم متعارف ست از عادت پيغمبر صلى اللّٰه

عليه وسلم نبود و درين باب هيچ حديثى ثابت نشده و بدعتى است مستحسن اه فما الجواب عنه؟ قلت الجواب عنه على وجوه الوجه.

الأوّل أنه قال العلامة فتح محمد بن الشيخ عيسى الشيطارى صاحب مفتاح الصلاة فى كتابه المسمى بفتوح الأوراد ما حاصله ان الشيخ عبد الحق انما حكم بكونه بدعة لانه لم يطلع على الأحاديث المرويه فى الصحاح الستة و غيرها الواردة فى الأدعية الماثورة بعد الصلاة إنتهى.

ولهذا قال درين باب هيچ حديثى وارد نشده.

. الوجه الثانى أنه اى الشيخ عبدالحق أن اراد ان اصل الدعاء بعد الصلاة بدعة فلا ريب. ان قوله غير صحيح لكونه مردوداً بجميع ماذكرنا فى هذين الفصلين من الأحاديث النبوية والروايات الفقهيه الدالة على سنية الدعاء بعد المكتوبة.

الوجه الثالث أنه اى الشيخ عبدالحق ان ارادان الدعاء بعد الصلاة بهذا الكيفية المخصوصة من رفع اليدين و قول آمين آمين من المتقدين بدعة فهو غير صحيح أيضا لان رفع اليدين من سنن الدعاء ايضا وقول آمين آمين من السامعين من سنن الدعاء ايضا وان كانت هذه الامور سننا مستحبة لامؤكدة والأمر المركب من السنن المأثورة لايصح القول بكونه بدعة اما كونه رفع اليدين سنة الدعاء فثابت بالاحاديث النبوية والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ما أخرجه أبوداؤد عن خلاد بن السائب عن أبيه أو عن السائب من يزيد عن أبيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دعا رفع يديه و مسح وجهه بيديه.

(رواه الطبرانى فى معجمه الكبير)

واما کونذ مسح الوجه باليدين بعد الفراغ من الدعاء سنة الدعاء فثابت أيضا بالاحاديث والروايات الفقهية أما الاحاديث فمنها ما قدمنا انفافی احاديث رفع اليدين من رواية أبی داؤد والطبرانی.

ومنها ما أخرجه الترمذی عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه قال كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم واذا رفع يديه فی الدعاء لم يردها حتی يمسح بهما وجهه.

ومنها ما أخرجه ابن ماجه عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اذا فرغت من الدعاء فاسمح بيديد وجهک.

واما الروايات الفقهية فهی اكثر من ان تحصی قد ذكرنا فی هذه الرسالة سابقا ولاحقا شيئا منها نقلاعن نور الأيضاح و شرحه امداد الفتاح و مواهب الرحمن و شرحه البرهان والعقائد السنية ومنهج العمال وغيرهما.

واما كون قول المقتدين. آمين آمين سنة الدعاء فثابت ايضا بالاحاديث والروايات الفقهية.

اما الاحاديث، فمنها ما قال الجذری فی حضه أن من آداب الدعاء تأمين المستمح رواه البخاری و مسلم و ابوداؤد والنسائی.

ومن آدابه مسح وجهه بيديه بعد فراغ الدعاء رواه ابوداؤد والترمذی و ابن ماجه و ابن حبان فی صحيحه والحاكم فی مستدركه.

ومنها إن اللّٰه سبحانه وتعالی لما أمر موسی و هارون عليهما السلام بالدعا جعل موسی يدعو وجعل هارون يقول آمين. آمين فاجاب اللّٰه تعالی دعائهما كما بينه اللّٰه تعالی فی القرآن العظيم يقول قال قد أجيبت دعوتكما، كما فی كتب التفاسير.

واما الروایات الفقهیة: فمنها ماذکرنا سابقا عن نور الایضاح و شرحه إمداد الفتاح و غیرهما ومنها غیر ذلک۔

خلاصہ یہ کہ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے تمام اجزاء یعنی نفس دعا اور دونوں ہاتھ اٹھانا آمین کہنا اور ختم دعا پر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرنا' سب احادیث طیبہ سے ثابت ہے' لہٰذا اس کے مجموعہ کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

البتہ یہ دعا آہستہ اور چپکے چپکے مانگنا افضل ہے کیونکہ قرآن وسنت میں اس کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے' اور اگر کبھی کبھی امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہیں تو تعلیماً یہ بھی جائز ہے' لیکن واضح رہے کہ فرائض کے بعد کی مذکورہ دعا کا درجہ تفصیل بالا کی روشنی میں بہت سے بہت سنت مستحبہ ہے' لہٰذا اس دعا کو اس کے اسی درجہ میں رکھتے ہوئے کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اس دعا کو فرض و واجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں اور اسی درجہ میں اس پر عمل کرتے ہیں سو یہ واجب الترک ہے' اسی طرح بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں کہ امام اور مقتدی سب مل کر ہی دعا کریں' ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو جیسا کہ بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ امام کی دعا کے شروع میں مؤذن زور سے **الحمدللہ رب العالمین** پڑھتا ہے اور جب امام دعا ختم کرتا ہے تو **برحمتک یا ارحم الراحمین** پکار کر کہتا اس کو ترک کرنا ضروری ہے' کیونکہ اس التزام کا نتیجہ یہ ہے کہ مقتدی امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں' کوئی مقتدی امام کی دعا سے پہلے اپنی دعا نہیں کر سکتا' ورنہ لوگ اس پر طعن کرتے ہیں اور اس کے اس عمل کو معیوب سمجھتے ہیں' حالانکہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ اس دعا میں اجتماع اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ایک ضمنی چیز ہے' لہٰذا تابع کو اصل دعا کے درجہ سے آگے بڑھانا بھی درست نہیں' جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے' دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں ہیں' مقتدی کو اختیار ہے کہ اپنی مختصر دعا مانگ کر چلا جائے اور چاہے امام کے ساتھ دعا ختم کرے' اور چاہے امام کی دعا سے زیادہ دیر

تک دعا کرتا رہے، ہر طرح جائز ہے اور ہر طرح فرائض کے بعد کی یہ سنت مستحبہ ادا ہو جاتی ہے۔

❷ درس قرآن یا درس حدیث یا وعظ وتبلیغ کے موقعہ پر اجتماعی طور پر دعا کرنا بلاشبہ جائز ہے اور حدیث ذیل اور صحابی کے عمل سے ایسی اجتماعی دعا کرنا صراحت کے ساتھ ثابت ہے اور تعامل امت بھی اس کے جائز ہونے کی مستقل دلیل ہے، لہٰذا اس کو بدعت قرار دینا بھی درست نہیں ہے۔

مجمع الزوائد میں ایک مستقل باب اس موضوع سے متعلق ہے، ذیل میں اس کو نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔

باب التامين على الدعاء عن ابى هبيرة عن حبيب بن مسلمة الفهرى وكان مستجابا انه امر على جيش فد رب الدروب فلما لقى العدو قال للناس. سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يجتمع ملا فيدعوا بعضهم ويؤمن سائرهم الا اجابهم الله ثم انه حمدالله و اثنى عليه وقال اللهم احقن ومائنا واجعل اجورنا اجور الشهداء فبيناهم على ذلك اذنزل الهنباط امر العدو فدخل على حبيب سرادقه. رواه الطبرانى وقال الهنباط بالرومية صاحب الجيش ورجاله رجال الصحيح غير ابن لهية وهو حسن الحديث.

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد للهيثمى ١٠، ١٧٠)

اور مسلم شریف کی حدیث ذیل بھی اجتماعی ذکر کے بعد اجتماعی دعاء واستغفار کے بارے میں صریح ہے۔

و فى رواية مسلم قال إن لله ملائكة سيارة فضلا يبتغون مجالس الذكر فإذا وجد وامجلسا فيه ذكر قعدوا معهم وحف بعضهم بعضا بأجنحهم حتى يعلأ وأما بينهم و بين السماء

الدنیا فإذا تغرقوا عرجوا و صعدوا إلی السمآء قال فَیَسْئَلُهُمُ اللّٰه وهو أعلم من این جئتم فیقولون جئنا من عند عبادک فی الأرض یسبحونک ویکبرونک ویهللونک ویحمدونک ویسئلونک قال وماذا یسئالونی قالوا یسئلونک جنتک قال وهل رأوا جنتی قالوالا' ای رب قال و کیف لورأواجنتی قالوا یستجیرونک قال ومما یستجیرونی قالوا من نارک قال وهل راوانارى قالوا لاقال فکیف لو رأوا ناری قالوا یستغفرونک قال فیقول قد غفرت لهم فاعطیتهم ماسألوا واجرتهم مما استجاروا قال یقولون رب فیهم فلان عبد خطاء وانما مرفجلس معهم قال فیقول وله غفرت هم القوم لایشقی بهم جلیسهم. (مشکوۃ ج۱ ص۱۹۷)

❸ حدیث مذکورہ میں یہ حصہ فلما سلم انحرف ورفع یدیہٗ ودعا کے بارے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے درجہ تخصص فی الفقہ کے فاضل مولوی عبدالمالک سلمہ نے تحقیق کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ''رفع یدیہ ودعا'' کے الفاظ ثابت نہیں ہیں' ذیل میں ان کی تحقیق نقل کرتا ہوں۔

عن الاسود العامری عن ابیه قال: صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فلما سلم انحرف رفع یدیه ودعا:

کذا ذکر هذا الحدیث العلامة محمد بن الزبیدی فی رسالته سنیة رفع الیدین فی الدعاءِ بعد الصلوات المکتوبة لمن شاء ص ۱۰۲۲ المطبوعة فی أخر "المعجم الصغیر" للطبرانی معزیا لمصنف ابن ابی شیبة وتبعه فی مسلک السادات الی سبیل الدعوات و تلخیصه المطبوع فی اخرالجزء الاول من امداد الفتاوی و نقل الحدیث کذالک العلامة البنوری فی

معارف السنن ج٣ ص١٢٣ والعلامة العثمانی فی اعلاء السنن اعتماد اعلی ابن الزبیدی وغیره ولکن الحدیث مذکور فی الموضعین من مصنف ابن ابی شیبة الاوّل کتاب الصلوة باب من کان یستحب إذا سلم ان یقوم او ینحرف'

الثانی کتاب الرد علی ابی حنیفة لیس فی احد الموضعین زیادة رفع یدیه ودعا وانما الحدیث إلی قوله "فلما سلم انحرف" راجع المصنف لابن ابی شیبه ج١ ص٣٠٢ من طبعة إدارة القرآن و ج١ ص٣٠٢ من طبعة الدار السلفیة بومبای و ج١ ص٣٠٢ من طبعة حیدر آباد والهند و ج١٤ ص١٨٦ من طبعة إدارة القرآن و ج١٤ من ١٨٦ من طبعة الدار السلفیة بومبائی. وأخرج هذا الحدیث الإمام ابوداؤد فی سننه ج١ ص١٦٧ کتاب الصلوة ابواب الإمامة باب الإمام ینحرف بعد التسلیم والترمذی فی جامعه ج١ ص٤٢٧ ابواب الصلوة باب ما جاء فی الجماعة فی مسجد قد صلی فیه والنسائی فی السنن الکبریٰ ج١ ص٣٩٦ باب الانحراف بعد التسلیم و من طریقة ابن حزم فی المحلی ج٤ ص٢٦١ کلهم من طریق جابر بن یزید بن الأسود عن ابیه یزید بن الأسود العامری رضی اللّٰه عنه ولیس فی حدیث أحد منهم زیادة ورفع یدیه ودعا وبهذا ظهران الخطأ فی نقل الحدیث فی موضعین الاوّل فی قولهم: ان الحدیث لأبی الاسود العامری والصواب انه لیزید بنّ الاسود العامری والثانی فی زیادتهم جملة رفع یدیه ودعا والصواب حذفها واللّٰه عزوجل اعلم بالصواب انتهٰی.

البتہ حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں اور علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد

(۱۰/ ۱۶۹) میں اور علامہ سیوطیؒ نے اپنا رسالہ ''فض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء'' میں (ص ۸٦) پر حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل روایت ذکر فرمائی ہے۔

عن محمد بن یحییٰ الأسلمی قال: رأیت عبدالله بن الزبیر ورأی رجلا رافعا یدیه' یدعو قبل ان یفرغ من صلاته' فلما فرغ منها قال:

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلاته' رجاله ثقات.

قال الهیثمی فی مجمع الزوائد (۱۰/۱۲۹) رواه الطبرانی و ترجم له. فقال محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی عن عبدالله بن الزبیر ورجاله ثقات (فض دعا ص ۳)

حضرت محمد بن یحییٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے اس وقت تک (دعا کے لئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (لہٰذا تم بھی ایسا ہی کیا کرو)۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے اور فرض نماز کے بعد کی جانے والی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے۔ نیز مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس کلیہ میں بھی فرائض کے بعد کی دعا بھی شامل ہے اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بلاشبہ درست ہے۔ واللہ اعلم۔ (ماہنامہ البلاغ جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ)

مفتی عاشق الٰہی کا فتویٰ:

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی البرنی المدنی ایک سوال کے جواب میں متعدد احادیث بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

''روایات مذکورہ سے دعا **بعد الصلوۃ** اور **رفع یدین فی الدعاء و مسحھا علی الوجه** کا اور اجتماعی دعا کا ثبوت ہوتا ہے۔ البتہ اجتماعی دعا کو کبھی ترک کر دیں تا کہ مواظبت سے وجوب کا ابہام نہ ہو۔ اور اس امر کا التزام بھی واجب الترک ہے کہ امام و مقتدی سب مل کر دعا کریں۔ ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو۔ جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے۔ جو مقتدی دعا چھوڑ کر اول میں یا درمیان میں چلا جائے۔ اس کو نکّو نہ بنایا جائے۔ اور نہ اس کی طرف گھورا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔''

مفتی زری ولی خان کا فتویٰ:

شیخ التفسیر، شیخ الحدیث علامہ زرولی ایک استفتاء کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

زمانہ قدیم سے اہل حق کے ہاں بعد المکتوبہ امام اور مقتدی مل کر دعا مانگنے کا معمول چلا آرہا ہے۔ شریعت مقدسہ کے قواعد کے پیش نظر اس کی مشروعیت بلکہ مندوبیت اور استحسان معلوم ہو رہا ہے۔ اس عاجز وفقیر نے جن مشائخ اور اساتذہ سے علوم ودینیہ میں کسب فیض کیا ہے۔ وہ سب کے سب اس دعا پر عمل پیرا چلے آئے ہیں۔

اپنوں کے نقش قدم پر ہو مرنا یا جینا
ویرحم اللہ عبداً قال آمینا

ہندوستان کے دورِ آخر میں علماء دیوبند جو اصل اھل سنت والجماعت اور طائفہ منصورہ ہیں، کے دو سلسلے رواں دواں ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ قائم دائم رکھیں۔ گو وہ

دونوں حقیقتاً ایک ہیں۔ ایک حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا سلسلہ ہے جن کے بڑے فقیہہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر مستقل تصنیف فرمائی ہے' جو'' النفائس المرغوبہ فی الدعاء بعد المکتوبہ'' کے نام سے عام شائع ہے۔

اس طرح دوسرا سلسلہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کا ہے' جنہوں نے امداد الفتاویٰ ج اول کے آخیر میں'' استحباب الدعوات بعد المکتوبات'' کے نام سے ایک رسالہ شامل فتاویٰ فرمایا ہے۔ ہر دونوں تصنیفات کے ناموں سے ظاہر ہے کہ یہ فرائض کے بعد دعاؤں کے انفراداً واجماعاً قائل ہیں۔

فقہاء کرام کے ہاں انفرادی اور اجتماعی دعاء دونوں طرح جائز ہے۔ چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں لکھتے ہیں کہ امام

یعتا وفی کل غداة مع جماعة قراء ة آیة الکرسی وآخر البقرة وشهد الله ونحوه جهراً لاباس به. (ج۲ ص۱۷۲)

یہی عبارات فتاوی عالمگیری میں خجندی کے حوالے سے ہیں۔ (ہندیہ ج۵ ص۳۱۷)

اسی طرح معارف السنن شرح ترمذی میں بھی دعاء اجتماعی کی مشروعیت کو تسلیم کیا ہے۔ (معارف السنن ج۳ ص۲۱۲)

اسی طرح شرح نووی کے حوالے سے حضرت بنوریؒ نے امام' مقتدی اور منفرد کی دعاؤں کو مستحب بلا خلاف لکھا ہے۔ (ج۳ ص۱۲۳)

بلکہ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ فرضوں کے بعد دعائیں متواتر ہیں۔ جس کا انکار نہیں ہوسکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

واما رفع الایدی بعد النافلة مرة او مرتین. فألحق بها الفقهاء المکتوبة ایضا

منکرین میں سے صرف حافظ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے نام دیتے ہیں۔

رہ گئی ان دعاؤں پر ہیشگی اور مواظبت تو حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے

ہیں کہ جمیع مستحبات اسی طرح ہوتی ہیں کہ ثبوت کبھی کبھی کا ہو اور امت اسے ہمیشہ کرے گی۔ آگے حضرت شاہ صاحبؒ نے تارک پر نکیر کرنے کو بدعت فرمایا ہے۔ (فیض الباری ج۴ ص ۴۱۷)

بعض حضرات فرماتے ہیں کبھی ایک عمل انفرادی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس پر اجتماع بدعت ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورت کافرون کی تلاوت انفراداً عبادت ہے۔ مگر اجتماعاً پڑھنا بدعت ہے۔ اور عالمگیری کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں کہ قراءة الکافرون الی الاخر مع الجمع مکروهة' لانها بدعة' لم تنقل عن الصحابة ولا عن التابعینؓ. (عالمگیری ج۵ ص ۳۱۷)

عام طور پر مانعین دعاء' اس قسم کے حوالاجات کو اہتمام سے پیش کرتے ہیں' سو عرض ہے کہ دعاء اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ ان عبارات کے متصل یہ موجود ہے۔

قوم یجتمعون و یقرؤن الفاتحة جهراً دعاءً لا یمنعون عادتاً.

یعنی فاتحہ اگر کوئی پوری جماعت مل کر بطور دعا کے پڑھے تو یہ جائز ہے۔ منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ختم قرآن کے وقت اہل وعیال کو جمع کر کے دعاء مانگے۔

ویستجب له ان یجمع اهله وولده عند الختم ویدعوالهم.

(عالمگیری ج۵ ص ۳۱۷)

اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دعاء ایک ایسا عمل ہے کہ نہ انفراداً منع ہے نہ اجتماعاً اور سورة کافرون پر اس کا قیام کرنا فقہاء کے مسلمات کے خلاف ہے۔ چنانچہ خود عالمگیری میں سورة اخلاص اجتماعاً پڑھنے کو جائز کہا ہے۔ ولا بأس باجتماعهم علی قراة الاخلاص جهراً عند ختم القرآن.

عالمگیری اور فتاویٰ بزازیہ وغیرہ میں قوم کی تعلیم کے لئے امام کو اجتماعاً اور جہراً دعا کی اجازت دی ہے۔

اذا دعاء یدعاء الماثور جهراً و معه قوم ایضاً یتعلموا الدعاء لاباس به. (فتاوی ھندیہ ج٥ ص٣١٨)

دعا سیکھنے کے بعد قوم کے جہر کو منع کہا ہے۔ امام کے جہر اور اجتماع کو برقرار رکھا گیا ہے۔

بعض حضرات معارف السنن کی عبارات میں التباس اور اختلاط کے درپے ہیں۔ جو کہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت بنوریؒ خود عمر بھر فرائض کے بعد اجتماعی دعا پر عمل پیرا تھے' جو ان کے قریب اور بعید تلامذہ وغیرہ برابر جانتے ہیں۔ **والنعم ماقال الشاعر العربی**

اذا لم تر الهلال فیسلم   للناس لرأوه بالابصار

نیز حضرت بنوریؒ اجتماعی دعا کا بعد السنن رد کرتے ہیں تو فرماتے ہیں۔ وفی الھند الجھوبہ الخ جس سے مراد مبتدعین کی دعاؤں کا رد ہے۔ اگر نفس اجتماعی دعاء کا رد کرنا ہوتا تو حضرت مولانا مرحوم کو خود صوبہ سرحد کا ہونے کی وجہ سے صوبہ سرحد اور افغانستان کا عمل پورا معلوم تھا۔ چونکہ یہاں دعائیں اہل حق مانگتے ہیں جو قواعد دین کے مطابق ہیں۔ اس لئے حضرت نے ان کا رد نہیں فرمایا۔

محمد زرولی خان عفاء اللہ عنہ
خادم جامعہ عربیہ احسن العلوم
وخادم الحدیث والتفسیر الافتاء بھا
١٠ ربیع الثانی ١٤٢١ھ۔١٤/١٠/٢٠٠٠ء

مولانا نور احمد تونسوی کی رائے گرامی:

جامعہ عثمانیہ' ترنڈہ محمد پناہ کے مہتمم مولانا ابو احمد نور محمد قادری تونسوی' احقر کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے اپنا موقف عرض کردوں کہ میں اکابرین علماء دیوبند کی لکیر کا فقیر ہوں۔ بلکہ ان کی تحقیقات کا اندھا مقلد ہوں۔ کیونکہ ان کی

راہ کو صراط مستقیم سمجھتا ہوں اور ان کی راہ چھوڑنے کو اپنے لئے گمراہی تصور کرتا ہوں۔ اسی بنا پر حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری کی تحقیق کو برحق سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ان کی تحقیق علماء دیوبند کی تحقیق کے عین مطابق ہے جیسا کہ اعلاء السنن' فتاوی دارالعلوم دیوبند' استحباب الدعوات عقیب الصلوٰت حدیث اور اہلحدیث' نماز مدلل' خیر الفتاوی' النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ' انوار الباری۔ نماز پیغمبر' احسن الفتاوی قدیم وغیرہ کتب میں تصریح موجود ہے کہ فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مستحب اور جائز ہے اور کسی صورت میں بھی بدعت نہیں ہے۔

چنانچہ مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

''چونکہ یہ افعال دعاء تسبیحات امام ومقتدی سب کے لئے بعد نماز مستحب ہیں۔ اگر سب ہی اس میں مشغول ہوں گے تو یہ ایک اقتران اتفاقی ہوگا نہ کہ اجتماع مستقل۔ اس لئے ان افعال کو فی نفسہا مستحب کہا جائے گا اور اجتماع کو نہ ضروری سمجھا جائے اور نہ بدعت غیر مشروع کہا جائے' اس لئے عامہ سلف سے اس اجتماع پر نکیر منقول نہیں۔''

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

علامہ سید انور شاہ کاشمیری 'النفائس المرغوبہ کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

نعم اصل سنة الدعاء يحصل بغير رفع اليدين ولذا قل النقل فى الرفع بعد الصلوٰة وانما الرفع كمال فى السنة تحصل سنة به وبغيره فلا سبيل الى تبديع من رفع ولا الى تجهيل

ہاں اصل سنت دعا بغیر ہاتھ اٹھانے کے بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس لئے رفع یدین بعد نماز کمی کے ساتھ منقول ہے۔ ہاں رفع یدین میں کمال سنت ضرور ہے۔ لہٰذا ہاتھ اٹھانے والے کو بدعتی کہنا اور نہ

من ترک. (النفائس المرغوبہ ص ٣٤)	اٹھانے والے کو جاہل کہنا صحیح نہیں ہے۔

ابو احمد نور محمد قادری تونسوی

خطیب جامع مسجد، ترنڈہ محمد پناہ۔ ضلع رحیم یار خان

٩/٦/٢٠٠٠ء

غیر مقلد علماء کا اعتراف حقیقت:

غیر مقلدین علماء جو اکثر مسائل میں اختلاف و انتشار کو ہوا دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور بعض مسائل میں اہل سنت والجماعت احناف کے ساتھ خدا واسطے کا ویر رکھتے ہیں۔ لیکن فرائض کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں ان کے بعض علماء نے بڑی جرات کے ساتھ احناف کے مسلک کی تائید کی ہے اور اس حقیقت کا اعتراف واشگاف الفاظ میں کیا ہے۔ یہاں چند علماء کرام کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کی تائید:

اعلم أن علماء أهل الحديث قد اختلفوا فی أن الإمام إذا انصرف من الصلاة المكتوبة هل يجوزله أن يدعو رافعاً يديه ويؤمن من خلفه من المأمومين رافعي أيديهم فقال بعضهم بالجواز' وقال بعضهم بعدم جوازه ظناً منهم أنه بدعةو قالو إن ذلک لم يثبت عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم بسند صحيح بل هو أمر	اس زمانہ کے علماء اہل حدیث کے درمیان اس بات میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا امام کے لئے جائز ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور مقتدی ہاتھ اٹھا کر آمین کہتے رہیں۔ بعض علماء اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ جو علماء اسے جائز نہیں سمجھتے' ان کا خیال ہے کہ ایسا کرنا بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت نہیں ہے' اور یہ ایک نئی چیز

محدث و کل محدث بدعة ہے۔ جب کہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔

وأما القائلون بالجواز

فاستدلوا بخمسة أحاديث.

اور جو علماء فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کو جائز کہتے ہیں۔ وہ حسب ذیل استدلال کرتے ہیں۔

❶ عن أبی هريرة أن رسول الله صلی الله عليه وسلم رفع يده بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال: اللهم خلص الوليد بن الوليد و عياش بن أبی ربيعة وسلمة بن هشام و ضعفة المسلمين الذين لا يستطيعون حيلة ولا يهتدون سبيلاً من أيدی الكفار.

❷ محمد بن يحيی الأسلمی قال: رأيت عبدالله بن الزبير ورأی رجلا رافعاً يديه قبل أن يفرغ من صلاته فلما فرغ منها قال: إن رسول الله صلی الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتی يفرغ من صلاته، قال رجاله ثقات.

❸ عن أنس عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال: ما من عبد بسط كفيه فی دبر كل صلاة ثم يقول اللهم إلهی وإله إبراهيم و إسحاق و يعقوب وإله جبريل و ميكائيل وإسرافيل أسألک أن تستجيب دعوتی فإنی مضطر و تعصمنی فی دينی فإنی مبتلی وتنالنی برحمتک فإن مذنب و تنفی عنی الفقر فإنی متمسكن إلا كان حقا علی الله عزوجل ان لا يرد يديه خائبتين.

❹ حديث الأسود العامری عن أبيه قال: صليت مع رسول الله صلی الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه و دعا الحديث رواه ابن أبی شيبة فی مصنفه.

❺ حديث الفضل بن عباس قال: قال رسول الله صلی الله عليه

وسلم الصلاة مثنى مثنى، تشهد فى كل ركعتين و تخشع و تضرع و تمسكن ثم تقنع يديك، يقول ترفعهما إلى ربك مستقبلا ببطونهما وجهك و تقول يا رب يا رب، ومن لم يفعل ذلك فهو كذا و كذا.

واستدلوا أيضا بعموم أحاديث رفع اليدين فى الدعاء قالوا: إن الدعاء بعد الصلاة المكتوبة مستحب مرغب فيه، وأنه قد ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم الدعاء بعد الصلاة المكتوبة وأن رفع اليدين من آداب الدعاء، وأنه قد ثبت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع اليدين فى كثير من الدعاء. وأنه لم يثبت المنع عن رفع اليدين فى الدعاء بعد الصلاة المكتوبة، بل جاء فى ثبوته الأحاديث الضعاف، قالوا فبعد ثبوت هذه الأمور وعدم ثبوت المنع لا يكون رفع اليدين فى الدعاء بعد الصلاة المكتوبة بدعة سيئة بل هو

ان لوگوں نے احادیث کے عموم سے بھی استدلال کیا ہے۔ جو دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق ہیں اور کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا مستحب ہے اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اکثر دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ سے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت ثابت نہیں ہے اور ہاتھ اٹھانے کے متعلق ضعیف احادیث موجود ہیں۔ ان دلائل کی بنا پر فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا بدعت سیئہ نہیں ہے۔ بلکہ جائز ہے اور اس کے کرنے والے پہ کوئی ملامت نہیں۔

جائز لابأس علی من يفعله.

قلت: القول الراجع عندی أن رفع اليدين فی الدعاء بعد الصلاة جائز لو فعله أحد لا بأس عليه إن شاء اللّٰه تعالی و اللّٰه تعالٰی أعلم. (تحفة الاحوذی ج۲ ص ۱۷۰، ۱۷٤)

نواب صدیق حسن خان کا قول فیصل:

برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین نواب آف بھوپال سید صدیق حسن خان نزل الابرار میں فرماتے ہیں:

والحاصل ان رفع اليدين فی الدعاء ای دعاءٍ کان و فی ای وقت کان بعد الصلوٰت او غيرها ادب من احسن الادب دلت عليه الاحاديث عموما و خصوصا و لا يضر هذا الادب عدم رواية الرفع فی الدعاء بعد الصلوة لانه کان معلوم بجميعهم فلم يعتنوا بذکره فی هذا الحين و انکار الحافظ ابن القيم رحمه اللّٰه تعالٰی رفع اليدين فی الدعاء بعد الصلوٰة وهم منه قدس سره و قد حققنا هذه المسئلة فی مولفاتنا تحقيقا و اضحا لاسترة عليه.

(نزل الابرار ص ۳۰۱۔ بحوالہ دعائے

خلاصہ یہ ہے کہ دعا خواہ وہ کوئی بھی ہو اور کسی وقت میں ہو' نمازوں کے بعد ہو یا ان کے علاوہ' اس میں ہاتھ اٹھانا بہترین ادب ہے۔ اس مسئلہ پر عام اور خاص احادیث دلالت کرتی ہیں۔ اور نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانے کی روایت خاص طور پر الگ ذکر نہ ہونا' اس ادب کے معدوم نہ ہونے کا ثبوت نہیں۔ کیونکہ دعا میں ہاتھ اٹھانے کا مسئلہ تمام صحابہؓ کے ہاں معروف تھا۔ اس لئے انہوں نے خاص طور پر اس کے ذکر کو تحصیل حاصل سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کا انکار' ان کا وہم ہے اور ہم نے اپنی تصانیف میں اس مسئلہ کی تحقیق وضاحت سے کی ہے۔ اور کہیں جھول نہیں رہنے

اجتماعی ص ۳۱،۳۲) دیا۔

مولانا محمد نذیر حسین صاحب کا فتویٰ:

سوال: نماز فرض کے بعد دعا کے لئے رفع الیدین ہے یا نہیں۔

الجواب: رفع الیدین بعد نماز فریضہ بعض احادیث ضعیفہ سے ثابت ہے (حاشیہ میں لکھا ہے کہ صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے جو اگلے صفحہ میں بیان ہوئی ہیں)۔

عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن عبد بسط کفیہ دبر کل صلوٰۃ یقول اللھم الھی والہ ابراھیم و اسحٰق ویعقوب والہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل' اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر تعصمنی فی دینی فانی مبتلی و تنالنی برحمتک فانی مذنب و تنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقاً علی اللّٰہ عزوجل ان لایرد یدیہ خائبین. الحدیث.

(رواہ ابن السنی فی کتابہ عمل الیوم واللیلۃ)

وعن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف و رفع یدیہ ودعاء. الحدیث. (رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ حررہ عبدالرحیم عفی عنہ (سید محمد نذیر حسین) فتاوی نذیریہ ج ا ص ۵۶۵)

مزید تحریر فرماتے ہیں:

صاحب فہم پر مخفی نہ رہے کہ بعد نماز فرائض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔ اور زید مخطی ہے۔

❶ **عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ الخ رواہ ابن السنی.**

❷ **عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الفجر فلما انحرف ورفع یدیہ ودعاء.**

❸ حافظ جلال الدین سیوطی نے کتاب فض الدعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء میں روایت کیا ہے محمد بن یحیٰ اسلمی سے کہ رسول اللہ ﷺ نہیں اٹھاتے تھے اپنے ہاتھ کو دعا میں مگر جب فارغ ہوتے نماز سے اور کہا کہ اس حدیث کے راوی جتنے ہیں سب ثقہ ہیں۔

(فتاوی نذیریہ ج ا ص ۵۶۵)

موصوف اکابرین علماء دیو بند کے ایک فتویٰ کو اپنی تائید وتصویب کے ساتھ اپنی کتاب میں شائع کرتے ہیں:

مسئلہ: چہ می فرمایند علمائے دین کہ رفع یدین در دعائے کہ بعد ادائے نماز کردہ می شود۔ چنانچہ معمول ائمہ دیار است' از احادیث قولیہ یا فعلیہ ثابت است یا نہ۔ ہر چند کہ فقہاء این را مستحسن می نویسند۔ واحادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد اند۔ لیکن دریں خصوص ہم حدیثے وارد است یا نہ۔

ترجمہ:- کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ جیسا کہ اس علاقہ کے علماء کا دستور ہے۔ کسی حدیث قولی یا فعلی سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر چہ فقہاء اس کو مستحسن کہتے ہیں۔ اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے متعلق بھی احادیث میں آیا ہے۔ لیکن خصوصاً اس دعا کے متعلق بھی کوئی حدیث ہے یا نہیں۔ (ترجمہ اصل کتاب سے نقل کیا گیا ہے)

ھوالمصوب: دریں خصوص نیز حدیثے وارد است۔ چنانچہ حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ نویسند (مذکورہ پوری حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

اگر گفتہ شود کہ در سند ایں روایت عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن است' وآن متکلم فیہ است۔ چنانچہ در میزان الاعتدال وغیرہ مصرح است' گفتہ خواہد شد' کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی است۔ چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد۔ والاستحباب یثبت

بالضعیف غیر الموضوع واللہ اعلم۔ (حررہ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی)

الجواب صحیح: ویؤیده مارواه ابوبکر بن ابی شیبة فی المصنف.

عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم الفجر فلما انحرف رفع یدیه ودعا. الحدیث. فثبت بعد الصلوٰة المفروضة رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوة الاتقیأ صلی اللّٰه علیه وسلم کما لایحفی علی العلماء الاذکیاء. (حررہ السید شریف حسین عفی عنہ فی الدارین)

اس مخصوص دعا کے بارے میں بھی حدیث ہے۔ حضرت انس نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں الخ اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں میں نے صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ آپ نے سلام پھیرا۔ اور رخ ہماری طرف کیا۔ اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی تو معلوم ہوا کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاوی نذیریہ ج۳ ص۵۶۹)

مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی کا فتویٰ:

سوال: بعد نماز سنت وفرض ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواز پر قول و فعل اور اثری بہت سی دلیل ہیں، جن کو بطور نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اور عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

عن انس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال مامن عبد یبسط کفیه الخ. رواه الحافظ ابوبکر بن السنی.

عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه ودعاء

الحدیث. (فتاویٰ علما حدیث ج۳ ص ۲۱٤)

اس حدیث سے فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا قولاً وفعلاً آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوا۔ واللہ اعلم۔

حررہ العاجز عین الدین عفی عنہ سید نذیر حسین

فتاوی نذیریہ ج ۳ ص ۵٦۵

فتاوی ثنائیہ میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ تمام فرض (نمازوں) کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل دونوں سے ثابت ہے اور دوام کی تلاش لغو ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ا ص ۵۰۵ بحوالہ تحفۃ المطلوبہ ص ٧٦)